ہندوستانی گھرون مین تیمارداری

یعنی

انڈین ہوم نرسنگ مصنفۂ میجر آر جے بلیکھم صاحب بہادر

کا

اُردو ترجمہ

جو

مصنف ممدوح کی اجازت سے بحکم و نگرانی

علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند

جی، سی، ایس، آئی، و جی، سی آئی اِی

فرمانروائے بھوپال ادام اللہ بالعزو الاقبال

کیا گیا اور

مطبع عام مفید آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا



میں میجر بلیکھم کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اُنہوں نے مجھے اس امر کی اِجازت دی کہ میں اُن کی کتاب کا ترجمہ کرا کے شائع کروں۔

یہ کتاب نہایت عمدہ پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ اور تیمار داری کے اُن ضروری اُصول کو اِس میں نہایت قابلیت کے ساتھ تحریر کیا ہے جن کی عام طور پر ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب یورپین طریقہ تیمار داری پر مبنی ہے اور یورپین اشخاص ہی کے لئے لکھی گئی ہے اور یورپین طرز معاشرت ہی ملحوظ ہے لیکن اِس کے جملہ مضامین ہندوستانیوں کے لئے بھی کچھ کم مفید نہیں ہیں۔ کیونکہ قریباً تمام مضامین میں وہ ہی ہدایتیں کی گئی ہیں۔ اور وہ ہی باتیں ہیں۔ جو ہندوستانی گھروں میں بھی ضروری ہیں۔ اور اب جبکہ طریقہ معاشرت میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ ڈاکٹری علاج عموماً کیا جاتا ہے تو لامحالہ اِس کے طریقہ تیمار داری کا جاننا بھی لازم ہے بغیر اِس واقفیت کے کسی طرح مریضوں کی خدمت کے ضروری فرض سے عہدہ برائی نہیں ہو سکتی

میں نے جہاں تک اِس کتاب کو غور کے ساتھ پڑھا نہایت مفید پایا ہے
اور اسی غرض سے ہندوستانی خواتین کے لئے میں نے ترجمہ کی اجازت حاصل کی
مجھے اُمید ہے کہ اِس کتاب کے پڑھنے کے بعد تمام خواتین میجر صاحب
موصوف کا شکریہ ادا کریں گی۔ میجر صاحب موصوف نے یہ کتاب لیڈی ہارڈنگ
سی۔ آئی کے نام پر معنون کی تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ جناب موصوفہ کو تیمارداری
سے کس درجہ دلچسپی تھی اور اُن کی کس قدر خواہش تھی کہ ہندوستانی عورتیں
تیمارداری کے صحیح طریقوں اور اُصول سے واقف ہوجائیں اور اس کے متعلق
اُنہوں نے کیسی کوششیں کیں۔ افسوس صد افسوس کہ وہ اِس دنیا میں
اپنی کوششوں کے نتائج دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہیں اور اپنے اُن اعلیٰ اور ہمدردانہ
خیالات کو پورے طور پر عمل میں نہ لاسکیں جن کا مجھے بحیثیت اُن کے ایک ذاتی
دوست ہونے کے علم ہے اور اُن کا کچھ اندازہ اِن کے کاموں اور کوششوں
سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن اُن کا نام اور اُن کا کام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔
اور تاریخ اُن کی عالی حوصلگی اور شفقت و محبت کو ہمیشہ نمایاں رکھیگی۔ ہندوستانی
عورتوں میں اُن کا نام عزت و محبت کے سچے جذبات کے ساتھ لیا جائے گا۔
اور اُن کی ہمدردی کی داستانیں چھوٹے بچوں کی زبانوں پر رہیں گی۔ مجھ کو
اِس بات کی بڑی مسرت ہے کہ اِس مفید عام کتاب کا ترجمہ جو ایسی خاتون
محترم کے نام معنون ہے۔ میری نگرانی میں ہوا اور میں بھی اِس ترجمہ کو اسی
عزیز نام کے ساتھ منسوب رکھتی ہوں۔

سلطان جہاں بیگم

انڈین ہوم نرسنگ

مصنفہ میجر آر جے۔ بلیکہم صاحب۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ڈی۔ ایچ۔ ایس۔ آر۔ اے۔ ایم۔ سی۔ تمغہ یافتہ قیصرۂ ہند بیرسٹر ایٹ نائٹ آف گریس آف سینٹ جان آنریری جنرل سکرٹری۔ انڈین برانچ (ہندوستانی شاخ) اسسٹنٹ کمشنر سینٹ جان ایمبولینس بریگیڈ۔

شملہ۔ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن
ہندوستانی برانچ
سنہ ۱۹۱۳ء



معنون

ہز ایکسلنسی دی لیڈی ہارڈنگ سی۔ آئی لیڈی
پریسیڈنٹ سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن۔ انڈین برانچ
کی دلچسپی کی وجہ سے نرسنگ کا ہندوستان میں جو اس قدر
خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ سے اُن کے نام نامی پر
یہ کتاب معنون کی گئی ہے

دیباچہ مصنف

سلطنت ہندوستان کے تمام حصص سے ایک ضمنی کتاب (کیمپنین والیوم) متعلق انڈین مینول آف فرسٹ ایڈ تحریر کرنے کے لئے جو درخواستیں آئی ہیں اُن کی وجہ سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔

مصنف اپنے مشہور ساتھی لفٹننٹ کرنل سر جیمس رابرٹس نائٹ۔سی۔آئی۔اِی۔کا بہت زیادہ احسان مند ہے جنھوں نے نہایت مہربانی فرماکر (میرے) مسودہ کو پڑھا اور اپنے انڈین نرسنگ (ہندوستانی تیمارداری) کے پختہ تجربہ سے مجھ کو نفع پہنچایا ہے۔

یہ کتاب آیندہ آل انڈیا ایمبیولینس کمپٹیشن (مقابلہ کے امتحانات) کے نصاب کے لئے کام آئے گی۔یہ کتاب (انڈین ہوم نرسنگ) نہ صرف لکچراروں اور جماعتوں کے لئے ہی مفید ہوسکتی ہے بلکہ ایسے اشخاص کے لئے بھی مفید ہوسکتی ہے کہ جو اس وسیع سلطنت کے ایسے مقامات میں موجود ہوں جو بڑے مقامات سے علیحدہ ہوں اور جن کو بلا کسی سابقہ تعلیم یا تجربہ کے گرم ملک کی بیماریوں کے مریضوں کی تیمارداری کرنی پڑے۔

دستخط

آر۔جے۔بی

مقام جتوگھ۔شملہ۔مورخہ ۲۵۔اگست ۱۹۱۳ء

سینٹ جان ایمبولنس۔ ایسوسی ایشن

ہوم نرسنگ کے متعلق لکچروں کا نصاب

لکچر نمبر ۱

مریض کا کمرہ

تمہیدی اُمور۔ کمرہ کا انتخاب۔ تیاری اور صفائی پلنگ۔ اور بستر۔ آرائش۔ گرمی پہنچنے اور ہوا اور روشنی آنے کے ذرایع۔ لپٹی ہوئی پٹی اور اس کا باندھنا۔

لکچر نمبر ۲

چھوت اور اُس کا دفعیہ

چھوت لگ جانے والی اور غیر چھوت کی بیماریاں۔ مریض کا قرنطینہ۔ ایک بخار کے مریض کی تاریخ۔ ادویات دافع عفونت اور اُن کی عملی کارروائی۔ لپٹی ہوئی پٹی اور اُس کا باندھنا۔

لکچر نمبر ۳

تیمار داری کی تفاصیل

نرس - ملاقاتیوں کے لئے قواعد

نرس کی ذاتی صحت کا انتظام - مریضوں کا ہاتھ مُنہ دھلانا - اور اُن کو کپڑے پہنانا - بستر لگانا - چادروں کا بدلنا - ناتواں مریضوں کو اُٹھانا - مریضوں کی خوراک - خوراک ادویہ - اور معمولی اشیاء کا استعمال کرانا - لپٹی ہوئی پٹی اور اُس کا باندھنا -

لکچر نمبر ۴

تیمار داری کی تفاصیل کا بقیہ

بیمار کا دیکھنا - لرزہ - نیند - درد - مریض کی نشست یا لیٹنے کا انداز جلد - بھوک - استفراغ - کھانسی اور اخراج بلغم - ادویہ کی تاثیر وغیرہ - ٹمپریچر لینا - غسل - زخم فراش - سرسام - مریض بچّوں کی تیمار داری طبیب اور سرجن کی آمد سے قبل کن چیزوں کی تیاری کرنا چاہئے - لپٹی ہوئی پٹی اور اُس کا باندھنا -

لکچر نمبر ۵

مقامی ادویہ کا لگانا

پولٹس - سینک کیا جانا - چھالے اُٹھانا - مرہم - جونکیں - گدے دار تیلیاں باندھنا - پٹی باندھنا - ذاتی اور کنبہ کے متعلق ہائیجین - صحت شدہ مریضوں کا انتظام

لکچراروں کے لئے نوٹ

سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن کے پانچ سرکاری لکچروں کے لئے مضمون حسب ذیل ابواب میں ملے گا۔

لکچر نمبر ۱	باب اوّل سے سوم تک
لکچر نمبر ۲	باب چہارم سے پنجم تک
لکچر نمبر ۳	باب ششم سے سیزدہم تک
لکچر نمبر ۴	باب چہاردہم سے ہفتدہم تک
لکچر نمبر ۵	باب ہشتدہم سے بست دوم تک

باب نمبر ۲۳ - "لپٹی ہوئی پٹی اور اُس کا باندھنا"۔ تمام پانچوں لکچروں کے متعلق ضروری ہوگا۔

فہرست تصاویر

تصویر صفحہ ابتدائی ہندوستان میں مریض کے کمرہ کی ترتیب۔

۱ نقشہ خسرہ۔

۲ نقشہ تپ محرقہ۔

۳ نقشہ ملیریا۔

۴ نیچے کی چادر بدلی جارہی ہے۔

۵ ترمیم شدہ بستر کا سہارا۔

۶ ترمیم شدہ جھولا۔

۷ عملی تھرمامیٹر۔

۸ سینک کے کپڑے کا نچوڑنا۔

۹ پٹی بنانے کی مشین۔

۱۰ اوپر کے بازو کا سیدھا پیچ دار لپیٹ۔

۱۱ اُلٹا پیچدار لپیٹ۔

۱۲ بازو کے اگلے حصّہ کا اُلٹا پیچ دار لپیٹ نمبر۲ (اُلٹا شروع کیا ہے)

۱۳ بازو کے اگلے حصّہ کا اُلٹا پیچ دار لپیٹ نمبر۲ (اُلٹا کیا جارہا ہے)

۱۴ اُنگلی کی بندش۔

۱۵ انگوٹھے کی بندش

۱۶ کہنی کی بندش

۱۷ شانہ کا اوپر کی جانب کا اسپائیکا۔

۱۸ نیچے کی جانب اُترنے والا شانہ کا اسپائیکا۔

۱۹ اوپر کے بازو کی بندش۔

۲۰ انگریزی ہندسہ آٹھ کی شکل کی بندش ٹخنے کے لئے۔
۲۱ ایڑی کی بندش۔
۲۲ پاؤں کی بندش۔
۲۳ ٹانگ کی بندش۔
۲۴ گھٹنے کی بندش۔
۲۵ بن ران کی اوپر چڑھتی ہوئی اسپائیکا۔
۲۶ بن ران کی نیچے کی جانب اُترنے والی اسپائیکا۔
۲۷ عورت کی پستان کی بندش۔
۲۸ سر کی بندش۔ سامنے کا رُخ۔
۲۹ سر کی بندش۔ پیچھے کا رُخ
۳۰ گرہ دار بندش۔
۳۱ چار سروں والی بندش۔
۳۲ چار سروں والی بندش بندھی ہوئی۔
۳۳ چار سروں والی پٹی بندھی ہوئی (سر کے اوپر کے حصّہ پر)
۳۴ چار سروں والی گھٹنے کی بندش۔
۳۵ مختلف سروں والی بندش۔
۳۶ مختلف سروں والی بندش۔
۳۷ انگریزی حرف ٹی کی شکل کی بندش۔
۳۸ انگریزی حرف ٹی کی شکل کی بندش بندھی ہوئی۔
۳۹ نرس کی یادداشت کا نقشہ۔
۴۰ ہر چہار گھنٹہ والا عملی نقشہ



فہرست مضامین

باب اوّل	مریض کا کمرہ، کمرہ کی درستی اور فرنیچر
" دوم	مریض کا پلنگ اور بستر
" سوم	مریض کے کمرے کو گرم کرنا۔ ٹھنڈا کرنا۔ روشن کرنا۔ ہوادار کرنا
" چہارم	متعدی یا مُسری امراض۔
" پنجم	دفع ردائت وادویہ دافع ردائت۔
" ششم	نرس اور اُس کی تندرستی۔
" ہفتم	نرس کا لباس۔
" ہشتم	عیادت کے قواعد۔
" نُہم	کمزور اور ناتواں مریضوں کی تیمارداری۔
" دہم	مریض کی غذا۔
" یازدہم	مریض کے لئے کھانا پکانا۔
" دوازدہم	محرکات دماغ اور دیگر مشروبات۔
" سیزدہم	ادویہ اور ان کا پلانا۔
" چہاردہم	مریض کی کیفیت کو بغور دیکھنا۔
" پانزدہم	حرارت اور نبض۔
" شانزدہم	مریض کا غسل۔
" ہفتدہم	مریض بچّوں کی تیمارداری۔

باب ہشتدہم	ڈاکٹر کی آمد۔
؍؍ نوزدہم	خارجی دوائیں۔
؍؍ بستم	ذاتی اور خانگی ہائیجین۔
؍؍ بست ویکم	مرض سے افاقہ کے بعد کا زمانہ۔
؍؍ بست ودوم	عمل جراحی کے قبل اور ما بعد نرس کو کیا کرنا چاہیئے۔
؍؍ بست وسوم	پٹی باندھنا۔
ضمیمہ اوّل	ناگہانی اور اتفاقی ضرورت کے لئے ہر گھر میں ایک الماری ادویہ وغیرہ کی ہونی چاہیئے۔
؍؍ دوم	پرہیزی کھانوں کے پکانے کی ترکیب۔
؍؍ سوم	چھوت لگنے والی بیماریوں کا نقشہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

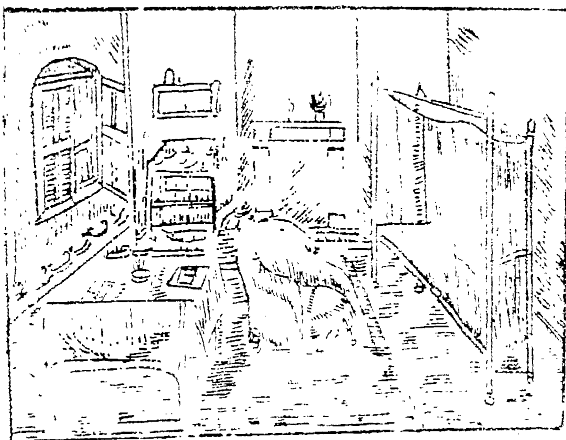
مریض کا کمرہ

کمرہ کی درستی اور فرنیچر

مکان کے طرز تعمیر اور موقع وغیرہ کا اثر انسان کی تندرستی اور بقائے صحت پر بہت پڑتا ہے۔ مریض کا کمرہ کشادہ، ٹھنڈا اور بلند ہونا چاہئے۔ اُس میں ایک شیشہ دار دروازہ یا بڑی کھڑکی کا ہونا ضروری ہے۔ کمرہ کے اندر کافی ہوا کے لئے ہندوستان میں کسی قسم کی کراس وینٹی لیشن Cross Ventilation یعنی مقابل دروازوں یا کھڑکیوں کے ذریعہ سے ہوا کی آمد و رفت کی گنجایش رکھنی چاہئے۔

چند اُمور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو خاص طور پر توجّہ کے مُحتاج ہیں۔

(۱) مریض کے کمرہ کی درستی اور صفائی (۲) فرنیچر (اسباب) (۳) پلنگ (۴) بستر (۵) کمرہ کو سرد کرنا اور گرم کرنا (۶) روشنی



نمبر ۱۔ ہندوستان میں مریض کے کمرہ کی ترتیب۔

(۷) وینٹی لیشن Ventiation ذرائع آمد و رفت ہوا۔

۱۔ کمرے کی درستی اور صفائی | مریض کے کمرہ میں ان باتوں کا ہونا ضروری ہے

(۱) کمرہ مناسب موقع پر ہو (۲) پورے طور پر صاف ہو (۳) ہوا دار اور خشک ہو (۴) سلیقہ کے ساتھ ضروری سامان سے آراستہ ہو (۵) حتی الامکان اسباب و سامان کم ہو۔ دیواریں گرد و غبار سے صاف ہوں اور لکڑی کا بنا ہوا جس قدر سامان ہو اُس کی صفائی اِس طرح کی جائے کہ ایک چمچہ خُرد کریسول Cresol ایک پائنٹ (تقریباً آدھ سیر) پانی میں حل کر لیا جائے اور اِس میں ایک صاف کپڑہ تر کر کے اُس سے تمام سامان کو پونچھ دیا جائے۔

(۱) کمرہ کا موقع | مریض کے لئے جس کمرہ کا انتخاب کیا جائے وہ کمرہ اُس مکان کے دوسرے رہنے والوں کے کمروں سے علیحدہ ہو اور متعدی امراض میں تو اس کا لحاظ نہایت ضروری اور لابدی ہے لیکن دیگر امراض کے مریضوں کو بھی اُسی صورت میں آرام ملتا ہے جبکہ اُن کا کمرہ سب سے علیحدہ ہو۔ لوگوں کے چلنے پھرنے یا بولنے سے مریض کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۲) صفائی | مریض کو جس کمرہ میں رکھنا ہو اُس کی صفائی میں اُمور ذیل کا لحاظ ضرور ہونا چاہیئے۔

الف۔ کمرہ کے اندر کا اسباب۔

ب۔ دیواریں۔

ج - فرش اور چھت -

الف - کمرہ کے اندر کا اسباب | مریض کے لئے جو کمرہ تجویز کیا گیا ہو اُس کو سب سے پہلے بالکل خالی کر دینا چاہئیے - اور جو چیزیں اور سامان غیرضروری ہو اُس کو نکال کر دوسری جگہ رکھ دینا چاہئیے تاکہ کمرہ کے اندر صرف ایک پلنگ اور اُس کے متعلقہ سامان کے سوا کچھ نہ رہے - دیواروں پر اگر تصویریں یا دیگر آرائشی چیزیں ہوں اُن کو بھی اُتار لینا چاہئیے - فرنیچر مثلاً جس قدر خانہ دار الماریاں صندوق وغیرہ جو کچھ کمرہ کے اندر رکھے ہونگے اُسی قدر کمرہ کے اندر ہوا کی مقدار کم ہوگی - دریاں پردے دیگر پارچہ جات جو غیرضروری ہوں اُن کو باہر نکال لیا جاوے - دیوار کی الماریاں جو کمرہ کے باہر نہیں لائی جاسکتی ہیں بالکل خالی کردی جائیں - کپڑے وغیرہ نہ صرف جگہ گھیرتے ہیں بلکہ اُن میں مختلف اقسام کے جراثیم کو چھپنے کا موقع بھی ملتا ہے - اگر مریض کسی متعدی مرض میں مبتلا ہے یا کوئی سنگین جراحی عمل ہونے والا ہے تو دیواروں کی تصویریں یا اور معلق آرائشی سامان اُتار لئے جائیں کیونکہ اُن کے چوکھٹوں میں گرد و غبار جمع رہتا ہے جس میں جراثیم کی پیدائش اور افزائش ہوتی ہے -

ب - دیواریں | دوسرا یہ کام ہے کہ تمام دیواریں نیچے سے اوپر تک خوب صاف کی جائیں جس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک صاف کپڑے کو پانی میں تر کرکے بالنس میں باندھ کر چھت سے لیکر نیچے کی دیواریں کونہ کونہ اور گوشہ گوشہ تک پونچھ دی جائیں - یہ کام محض سرسری طور پر نہ کیا جائے بلکہ

ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ کیا جائے دیواروں کے طاقوں اور
اُن کی الماریوں کے خانوں میں سب پر ایک دوبار کپڑا اینچ جائے
تاکہ کارنس Cornice اور دیگر دیواروں میں جڑی ہوئی اشیائ
یا جن کا منتقل کرنا غیر ممکن ہو پورے طور پر گرد و غبار سے صاف
ہو جائیں دراز دار الماریاں - خانہ دار صندوق ہاتھ منہ دھونے کے
اسٹینڈ (جس پر سلفچی رکھتے ہیں) وغیرہ سب کمرہ کے باہر کر دئے جائیں
اور وہ گیلے کپڑے سے اچھی طرح سے صاف کر دئے جائیں۔

(ج) فرش | مکانات کے فرش کی صفائی نہایت احتیاط سے کرنی
چاہیئے اس کی ترکیب یہ ہے کہ اوّل فرش پر چاو کی گری ہوئی سبز
پتیاں پھیلا دی جائیں بعد ازاں کسی جھاڑو سے ستھرائی کی جائے
مریض اگر متعدّی مرض میں مبتلا ہے تو جس قدر گرد و غبار نکلے ٹن کے
برتن میں اُٹھا کر آگ لگا دی جائے۔

پہاڑی مقامات یا جدید طرز کے بنگلوں کے فرش عمدہ ہوتے ہیں
اُن کی صفائی معمولی طور پر برش پھیر دینے سے ہو جاتی ہے۔ لیکن
جہاں کے فرش بہ آسانی صاف نہ ہو سکتے ہوں یا فرش چٹائی وغیرہ کا
ہو تو روزانہ جھاڑو سے ستھرائی کی جائے۔ اور متعدّی امراض جن کا
تذکرہ کتاب ہذا کے باب چہارم میں کیا گیا ہے اُن کے زائل ہو جانے
کے بعد چٹائی کو تبدیل کر کے سابقہ چٹائی کو جلا دینا چاہیئے۔

۲- فرنیچر | جہاں تک ممکن ہو مریض کے کمرہ میں ضرورت سے زائد

فرنیچر نہ ہو غیر ضروری فرنیچر سب کمرہ کے باہر کر دیا جائے اور جو کمرہ میں ہو وہ ایسا سادہ ہو کہ بہ آسانی اور پورے طور پر وقتاً فوقتاً صاف کیا جا سکے۔

اونی ملبوسات اور اونی پردوں وغیرہ میں بدبو اور متعدی امراض کے ذرّے بہ نسبت سوتی پارچوں کے عرصہ تک رہتے ہیں۔ اس لئے دبیز اونی پردے مریضوں کے کمروں میں نہ لگانے چاہئیں۔ ململ یا کسی دوسرے پارچہ کے پردے جو بہ آسانی دھوئے جا سکیں بہت موزوں ہوتے ہیں۔ پلنگ کے پردے اور جھالریں ہرگز نہ لگائی جائیں ان سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ ہوا کی آمد و رفت رُک جاتی ہے۔ بجائے قالین کے دریاں کمرہ میں بچھائی جائیں تو مناسب ہے ان کے اُٹھانے اور بچھانے میں دقت نہیں ہوتی اور صفائی کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور بمقابلہ قالین کے ایک حیثیت سے دریاں اور بھی بہتر ہوتی ہیں۔ یعنی آسانی سے دھولی جا سکتی ہیں۔

فرش پر کوئی چیز ضرور بچھی ہوئی ہونی چاہئے تاکہ چلنے پھرنے میں آواز نہ ہو اس لئے دریاں بہت موزوں ہوتی ہیں۔

۳۔ پلنگ | مریض کا پلنگ کمرہ میں ایسے موقع سے رکھا جائے کہ تازہ اور صاف ہوا اُس پر ہو کر گذر سکے تاکہ اُس سے کثافت دور ہوتی ہے۔ دیوار سے ملا کر پلنگ نہ بچھایا جائے۔ پلنگ اور دیوار کے درمیان کچھ فصل رکھا جانا ضروری ہے تاکہ ہوا کی آمد و رفت رہے اور تیمارداروں کو پلنگ کے دائیں بائیں آنے جانے میں آسانی ہو

علالت کا سلسلہ اگر عرصہ سے ہو تو سرہانے کی جانب دیوار سے فصل ہونا اور بھی ضروری ہے اس میں یہ فائدہ ہے کہ لاغر اور ناتواں مریض کو سرہی کی جانب سے تیماردار ہاتھ کے سہارے سے اُٹھاتے بٹھاتے یا کروٹ بدلواتے ہیں علاوہ اس کے ہوا کے آنے جانے کے لئے پلنگ کے ہر طرف کافی گنجایش ہونے سے تازہ اور صاف ہوا بلا روک آتی جاتی رہتی ہے۔ اور تیماردار بھی بہ آسانی پلنگ کے چاروں طرف آجا سکتے ہیں۔

پلنگ کی پائینتی کھڑکی کی طرف نہ ہونی چاہیے یعنی مریض کا مُنہ بالکل کھڑکی کے مقابل نہ رکھا جاے تاکہ تیز روشنی اُس کو ناگوار نہ گزرے۔

اگر علالت کا سلسلہ عرصہ سے جاری ہے تو مریض کے کمرہ میں ایک زائد پلنگ بھی رکھا جائے تاکہ جب پلنگ کے صاف کرنے یا بستر بدلنے کی ضرورت ہو تو مریض کو اُٹھا کر فوراً اُس زائد پلنگ پر لٹا دیا جائے اور اُس کو تکلیف نہ ہو۔

متعدی مرض کی حالت میں بید کی بافیدہ کرسیاں مریض کے کمرہ میں رکھی جائیں۔ اِن کرسیوں کا رواج ہندوستان میں بہت عام ہے اِس قسم کی کرسیاں دافع عفونت ادویہ وغیرہ سے بہ آسانی دھوئی جاسکتی ہیں البتہ "نرس" کے آرام کے لئے ایک کرسی گدے دار کم قیمت رکھی جائے تاکہ یہ کرسی علالت کے بعد متعدی مرض میں بغیر

استعمال جلادی جاسکے۔

مریض کے کمرہ میں ایک بڑی میز ہونی چاہیئے اور علاوہ اِس کے چھوٹی میز جس پر صاف باریک کپڑا ہو پلنگ کے قریب رکھی رہے اِس میز پر دواؤں کی شیشیاں وغیرہ وغیرہ رکھی جائیں۔ بڑی میز پر تیمار دار کے لکھنے کا سامان کاغذ پنسل ہو۔ تاکہ وہ معالج کی اطلاع کے لئے مریض کے متعلق ضروری یادداشت لکھ سکے۔

مریض پلنگ پر بیٹھنے کے قابل ہو تو کھانا رکھنے کے لئے بطور ڈیسک Desk کے چھوٹی میز قریباً دو فٹ لانبی اور ایک فٹ چوڑی اور ایک فٹ بلند ہونی چاہیئے۔ یہ میز پلنگ کے اوپر مریض کے سامنے رکھ دی جاتی ہے اور اِس پر مریض کے کھانے چُن دئے جاتے ہیں۔ اگر اِس میز کا سامنے کا حصہ کسی قدر مُدوّر شکل میں تراش دیا جائے تو یہ مریض کے سینہ کے اور بھی قریب رکھی جاسکتی ہے

مریض کے کمرہ میں فرنیچر کی تعداد بلحاظ نوعیت مرض کے مقرر کی جاتی ہے۔ مُتعدّی مرض کی حالت میں مذکورہ بالا فرنیچر سے زائد کمرہ میں نہ ہونا چاہیئے۔ غیر ضروری اور نیز ایسی اشیاء جن کے "ڈس اِن فکٹ" Disinfect یعنی طبی طریقہ پر صاف کرنے سے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو وہ کمرہ میں ہرگز نہ رکھی جائیں

———•✻•———

باب دوم

مریض کا پلنگ اور بستر

آہنی پلنگ ہمیشہ مریض کے لئے استعمال کرنا چاہئے کیونکہ وہ بمقابلہ چوبی پلنگ کے بہ آسانی کھولا اور صاف کیا جاسکتا ہے۔ نواری پلنگ کا رواج ہندوستان میں بہت زیادہ ہے۔ لیکن اس میں صرف یہ خرابی ہوتی ہے کہ جلد ڈھیلا ہو کر باعث تکلیف ہو جاتا ہے۔

پلنگ اور بستر کے متعلق اُمور ذیل کا لحاظ ضرور ہونا چاہئے۔

۱- پلنگ

۲- موقع پلنگ

۳- بستر

۱- پلنگ | پلنگ کی لنبائی ساڑھے چھ فٹ اور چوڑائی تین فٹ ہونی چاہئے چوڑا اور دوہرا پلنگ ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ مریض وسط میں ہوتا ہے اور اس کو نہلانے اور دھلانے کھلانے یا کپڑا پہنانے میں کسی قدر دشواری ہوتی ہے۔ لاسن ٹیٹ Lawson Tait کے طرز کے بنے ہوئے آہنی تاروں کا

پلنگ اس لئے بہت عمدہ ہوتا ہے کہ دیگر اقسام کی بناوٹ کے پلنگوں
کی طرح اس میں گڑھا نہیں پڑتا علاوہ اس کے ایک نفع یہ بھی ہے کہ
بینچدار آہنی چٹائیوں کی طرح اس کی بناوٹ میں کیڑوں مکوڑوں کو چھپنے کا
موقع نہیں ملتا۔ کنوس (یعنی کرمچ) کا ٹکڑا یا کوئی دری آہنی پلنگ پر
بچھا دینی چاہیئے تاکہ گدے کا غلاف زنگ سے خراب نہ ہونے پائے۔

گدے میں ناریل کے جٹے یا روئی بھری ہوئی چاہیئے اور گدے کا
غلاف کسی سوتی کپڑے کا ہو تاکہ وقتاً فوقتاً اس کو دھویا جا سکے۔
گدے کے اوپر ایک باریک کمل بچھا ہونا چاہیئے جس پر ایک سفید چادر ہو۔
اس چادر کو گدے کے نیچے چاروں طرف اس طرح سے موڑ دینی چاہیئے کہ
اس میں سلوٹیں نہ رہنے پائیں تاکہ مریض کو تکلیف نہ ہو۔ اگر چادر تنی ہوئی
نہ ہو یا اس میں سلوٹیں پڑی رہیں تو یہ نہ صرف مریض کے لئے باعث
تکلیف ہوگا بلکہ ممکن ہے کہ پیٹھ میں خراش پڑ کر زخم ہو جائیں چنانچہ تیماردار
کے اوّل فرائض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بستر بالکل ہموار اور تنا ہوا
بلا شکن کے ہو۔ کمل کے اوپر چادر ایسے کپڑے کی ہو کہ جو بآسانی دھوئی
جا سکتی ہو۔ پر کے گدے مریضوں کے لئے اس واسطے موزوں نہیں
ہوتے کہ وہ دھوئے نہیں جا سکتے۔ تکیوں پر سوتی پارچوں کا غلاف
چڑھا ہونا چاہیئے۔ جھالردار گدے یا تکئے بعض گھروں میں استعمال کئے
جاتے ہیں۔ لیکن مریض کے لئے یہ دونوں نامناسب ہوتے ہیں۔ بعض
لوگ پلنگ کے نیچے صندوق۔ جوتے یا دیگر اشیاء رکھ دیتے ہیں اور ان کو

چھپانے کے لئے گدّوں کی جھالریں یا حاشیوں کو نیچے تک لٹکا دیتے ہیں لیکن مریض کے پلنگ کے نیچے کوئی ایسی چیز نہ رکھی جائے۔ مُسہری کے پردے یا گدّے کی جھالریں تازہ اور صاف ہوا کی آمدورفت میں مانع ہوتی ہیں اور جس طرح مریض کے پلنگ کے ارد گرد اور اوپر ہوا کا دَور مُفید ہوتا ہے اُسی طرح نیچے کے لئے بھی ہوا کا دَور ضروری ہے۔

مشرقی ممالک میں چونکہ مچھروں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے وہاں مچھّر دانیاں لوازمات میں سے ہیں وہ مُسہری کے ڈنڈوں کے اندر لٹکی رہنی اور گدّے کے چاروں طرف مُڑی رہنی چاہئیں۔ مچھّر دانیاں فرش تک لٹکی ہوئی نہ ہوں اور پردے کی طرح دبیز نہ ہوں بلکہ جال دار ہونی چاہئیں اُن میں کوئی راستہ یا درز نہیں ہونی چاہیئے اور وہ خاصی تنی ہوئی ہونی چاہئیں تاکہ ہوا داخل ہو سکے۔

تیمار دار کا فرض ہے کہ وہ دیکھتا رہے کہ بستر میں شکن تو نہیں پڑی یا پلنگ میں گڑھا تو نہیں پڑ گیا۔ ہر قسم کے مریض کو ہموار بستر بہت آرام دہ ہوتا ہے۔

فریکچر بڈس Fracture Beds سے مُراد اُس پلنگ سے ہے جس پر ایسے مریض لٹائے جاتے ہیں جن کی ٹانگ وغیرہ ٹوٹ جاتی ہے یا کمر کے جوڑ کھسک جاتے ہیں۔ معمولی پلنگ میں گدّے کے نیچے لکڑی کا تختہ جڑ دیا جاتا ہے یا نواڑ یا تار کی بناوٹ پر رکھ دیا جاتا ہے۔

۲۔ پلنگ کا موقع | پلنگ کو کھڑکی اور آتش دان کے درمیان میں رکھنا چاہیے

تاکہ جب مریض پلنگ پر لیٹے تو اُس کے اوپر ہو کر ہوا گزرے لیکن یہ اُصول اُن مکانوں میں قابل عمل ہو سکتا ہے جن میں آتش دان موجود ہوں۔

علاوہ ازیں بعض اوقات چھوت لگنے کے خیال سے تیماردار کو یہ بھی ہدایت کر دیتے ہیں کہ اُس کو کہاں کھڑا ہونا چاہیئے اور تیمارداری کس طرح کرنی چاہیئے کہ چھوت سے خود محفوظ رہے۔ لیکن یہ سب تیمارداری کے نمایشی طریقے ہیں عملی نرسنگ سے اُس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ نرس کے لئے کسی قواعد و ضوابط کی پابندی کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس کو ہر طرح امکانی صورت میں مریض کی راحت و آرام کی تدابیر جو موقع و محل کے لحاظ سے ضروری ہوں کرنی چاہیں اور چھوت وغیرہ لگنے کا خیال جہاں تک خاص اُس کی ذات سے متعلق ہے اُس کے دماغ میں کبھی نہ آنا چاہیئے۔ مریض کا پلنگ ایسی جگہ رکھنا چاہیئے کہ جہاں تازہ ہوا بلا روک ٹوک آ جا سکتی ہو لیکن پلنگ ہوا کے جھونکوں سے بچا کر بچھانا چاہیئے اور ہندوستان کے لحاظ سے بہترین موقع پلنگ کے بچھانے کا یہ ہے کہ دروازہ اور کھڑکی کے درمیان میں بچھایا جائے البتہ یہ ضرور ہے کہ پلنگ بالکل دروازہ کے سامنے نہ ہو۔ کہ نوکر چاکر یا اور جو کوئی دروازہ کے سامنے ہو کر گذرے اُس کی نظر مریض پر پڑے۔

ما حصل یہ ہے کہ مریض کے پلنگ کا بہترین موقع مندرجہ ذیل

ہونا چاہیئے۔

۱۔ سرہانا دیوار کی طرف ہو۔

۲۔ پلنگ کی پائینتی وسط کمرہ میں ہو۔

۳۔ دیواروں اور پلنگ کے درمیان میں کافی گنجایش تیماردار کے آنے جانے کے لئے ہو۔

۴۔ ایسے موقع سے پلنگ بچھایا جائے کہ دروازہ کھول دینے پر باہر سے مریض دکھائی نہ دے یعنی آڑ میں ہو۔

۵۔ تازہ اور صاف ہوا کی آمدورفت میں کوئی چیز حارج نہ ہو اور ساتھ ہی مریض ہوا کے جھونکوں سے بھی محفوظ رہے۔

۶۔ بستر | روئی ناریل کے جٹے یا ایلوے کے ریشے سے خوب ہموار بھرے ہوئے گدّے بھی بال کے گدّوں کے برابر آرام دہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ہندوستان میں نہایت ارزاں تیاّر ہو سکتے ہیں۔ روئی کے گدّے میں یہ فائدہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے خراب ہو جائے تو وہ بہ آسانی نکال لی جاسکتی ہے اور گدّے کا غلاف دُھلا کر دوسری نئی روئی تھوڑے صرفہ میں اور آسانی سے بھری جاسکتی ہے۔

اوڑھنے کے کپڑے گرم اور ہلکے ہوں رنگین کمّل جن کا ہندوستان میں بہت زیادہ رواج ہے ہرگز استعمال نہ کئے جاویں۔ رنگین ہونے کی وجہ سے میل اور گرد اُن میں جم جاتی ہے جو ظاہرا دکھائی نہیں دیتی۔ بھاری لحاف نہ استعمال کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ موٹے اور دبیز

ہونے کے سبب سے انجزات نہیں نکلتے اور نہ کمّل کے برابر اُن میں گرمی ہوتی ہے۔

گدّے پر جو کمّل بچھایا جاوے وہ طویل اور عریض ہونا چاہیئے تاکہ ہر طرف سے موڑ کر گدّے کے نیچے دبا دیا جائے اگر چھوٹا ہو تو احتمال ہے کہ کروٹ وغیرہ بدلنے میں سکڑ جائے اور مریض کے جسم میں خراش پیدا کر کے زخم ڈالدے اور یہ موسم سرما کے علاوہ استعمال نہ کیا جاوے۔

اکیوٹ رہیوماٹیزم Acute rheumatism وجع مفاصل شدید کے سوا جسم کے نیچے اوّل چادر ہونی چاہیئے وجہ یہ ہے کہ کمّل جب نم ہو جاتا ہے تو اس کا اثر مثل پلٹس کے ہوتا ہے اور اس وجہ سے جلد پر زخم پڑ جاتا ہے۔ پاؤں کو ہمیشہ گرم رکھنا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو سینہ پر لحاف وغیرہ کا بوجھ بہت کم ہو۔

تیمارداروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض اوقات بخار کی آمد کی وجہ سے بھی بدن کانپنے لگتا ہے اور ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جب یہ علامات نمودار ہوں تو لازمی طور پر مریض کو لحاف وغیرہ زائد اُڑھادئے جائیں۔ یا کمرہ خواہ مخواہ گرم کر دیا جاوے بلکہ اکثر حالتوں میں گرم پانی کی بوتل ڈاٹ لگا کر پاؤں کے تلوے سے لگا دینا بہترین طریقہ ہے۔ البتہ لرزہ کے بخار کی حالت میں زیادہ کپڑا اُڑھانے کی ضرورت ہوگی۔

آبی اور بادی بستر بعض قسم کی بیماریوں میں پانی یا ہوا بھرے ہوئے

گدّے استعمال کئے جاتے ہیں جن کے ملایم ہونے کی وجہ سے جسم میں خراش پیدا نہیں ہوتی - ہوادار گدّہ معمولی گدّے کے اوپر بچھایا جاتا ہے اگر ضرورت سے زیادہ ہوا بھردی جائے تو ملائمت جاتی رہتی ہے اور سخت ہوکر تکلیف دہ ہوجاتا ہے مناسب یہ ہے کہ اس پر کمبل کی دو تہہ بچھاکر مریض کو لٹایا جائے -

بعض اوقات فالج اور طویل علالتوں میں مریض کو پانی بھرے گدّوں پر سلاتے ہیں - اس میں نوّے درجہ گرم فہرن ہائٹ Fahrenheit پانی بھرا جاتا ہے - بہت زیادہ گرم پانی نہ بھرنا چاہئے اور جب ہٹانا مطلوب ہو تو پہلے پانی بالکل نکال ڈالنا چاہئے - اور یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا پانی یا ہوا پورے طور پر گدّے میں بھر گئی ہے یا نہیں نرس کو امتحاناً خود لیٹ کر دیکھنا چاہئے -

استعمال کے بعد دونوں اقسام کے گدّوں کو پورے طور پر دھوکر صاف کرلینا چاہئے اور اس بات کی احتیاط رکھنی چاہئے کہ آلپین وغیرہ سے اُن میں سوراخ نہ پڑجائے -

مریض کے بستر کی بالائی چادروں اور نیز اوڑھنے کے کپڑوں کو جلد جلد بدلتے رہنا چاہئے وجہ یہ ہے کہ پسینے کے باعث ان میں نمی آجاتی ہے -



باب سوم

مریض کے کمرے کو گرم کرنا۔ ٹھنڈا کرنا روشن کرنا۔ ہوادار کرنا

۱۔ گرم کرنا۔ ہندوستان میں مریض کے کمرے کو گرم کرنے کے لئے کھُلا ہوا آتشدان بہترین ذریعہ ہے کیونکہ اس سے علاوہ گرمی کے ہوا کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ آہنی چولھے سے گرم کرنے میں بہت سے نقصانات ہیں مثلاً ضرورت سے زائد گرمی پُہنچنے سے کمرہ کی ہوا بہت خشک ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی ہوا میں سمیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ آہنی سگری یعنی انگیٹھی جس میں لکڑی کا کوئلہ جلایا جاتا ہے ہرگز نہ استعمال کی جائے۔ لکڑی کے کوئلوں کا دھواں بند کمروں کے لئے خاص طور پر خطرناک ہوتا ہے۔ اور نیز کھُلے ہوئے کمروں میں اگر جلایا جائے تو دردسر پیدا کرتا ہے۔ انگریزی چولھے جن میں تیل جلایا جاتا ہے وہ بھی مریض کے کمروں کے لئے موزوں نہیں ہوتے ان سے مُضر صحت اجزات پیدا ہو کر ہوا کو کثیف کر دیتے ہیں۔ پتھر کا کوئلہ اور

لکڑی جلانے کے لئے (اگر استعمال کئے جائیں) تو اُن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لئے جائیں تاکہ وہ آسانی کے ساتھ ہاتھ سے اٹھا کر بلا کسی آہٹ کے چنے جا سکیں۔ اور اسی وجہ سے آگ کو لکڑی سے (بجائے آہنی دست پناہ کے) کُریدنا چاہیئے۔

مریض کے کمرے کا ٹمپریچر موسم سرما میں (۶۰) سے (۷۰) درجہ فہرن ہائٹ Eanrenheit ہونا چاہیئے اور موسم گرما میں جہاں تک کم ہو بہتر ہے۔ تیمار دار کو معلوم رہنا چاہیئے کہ تمام دن و رات میں ایک بجے شب سے صبح کے چار بجے تک بمقابلہ دیگر اوقات کے زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے۔ چنانچہ موسم سرما میں ان ہی اوقات میں مریض کے کمرے کو گرمی پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ ٹھنڈا کرنا | ہندوستان میں مریضوں کے کمروں کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے ہمارے اختیاری ذرائع یہ ہیں:۔ کھینچنے کے پنکھے، چرخی کے پنکھے بجلی کے پنکھے، خس کی ٹٹیاں۔ کھینچنے کے پنکھے اس قدر عام ہیں جو کسی مزید تفصیل کی محتاج نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ حرارت کم کرنے کے لئے یہ بہت کار آمد نہیں ہوتے۔ لیکن عموماً یہی ہر جگہ دستیاب ہوتے ہیں تھرمنٹی ڈوٹس Thermantidotes یعنی چرخی کے پنکھے اس کی ہوا کے ذریعہ کمرے کو ٹھنڈا کرنا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ اس کے استعمال کی وجہ سے نرس کو ہر وقت کمرے کی حرارت پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔

خس کی ٹٹیاں بلا شبہ ٹھنڈ پہنچانے کے لئے بہترین ذریعہ ہیں

لیکن یہ اُسی وقت کارآمد ہوسکتی ہیں جبکہ گرم ہوا چلتی ہو خس کی ٹٹیوں میں جو پانی صرف کیا جاتا ہے اُس میں اگر قدرے پرمنگنیٹ آف پٹاش Permenganate of Potash ملا دیا جائے تو ٹٹیوں کو تروتازہ رکھنے کے علاوہ پانی کی کثافت کو کسی قدر دور کر دیتا ہے خوشبو کے لئے قدرے سنی ٹاس Sanitas بھی پانی میں ملایا جا سکتا ہے لیکن یہ کسی قدر گراں ہے۔ بجلی کے پنکھے بہترین ذرائع کمروں کے ٹھنڈا کرنے کے ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہر جگہ مُیسّر آنے دشوار ہیں جاسٹ Jest کے پنکھے بجلی کے پنکھوں کے قائم مقام ہوسکتے ہیں لیکن بعض مریضوں کو اس کی بُو اور ہوا کے گرم جھونکے ناگوار ہوتے ہیں

۳۔ روشنی | مُنعم حقیقی نے سب سے پہلے جو نعمت دنیا کو عطا کی وہ روشنی ہے۔ اور اُس کی تمام نعمتوں میں بڑی نعمت یہی ہے۔

حیات اور روشنی۔ موت اور تاریکی توام ہیں اور اس مقولے کو مریض کے کمرے میں بھولنا نہ چاہئے۔ البتّہ متعدّی چند اقسام کے امراض ایسے ہیں کہ جن میں مریض کو اندھیرے میں رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً آشوب چشم۔ دماغی امراض اور چیچک کے مریضوں کو تاریک کمرے میں رکھتے ہیں چیچک کے بعد آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں بصارت کو روشنی مضر ہوتی ہے صرف یہی چند امراض ہیں کہ جن کی تیمارداری تاریک کمرے میں ہوتی ہے۔ البتہ بعض مُستثنیات بھی ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کو درد شدید ہو رہا ہے تو اُس کو روشنی اچھّی معلوم نہ ہوگی یا اگر شب میں سونا ہے

نہیں ہوا اور نیند سے مخمور ہو رہا ہے تو اُس کو بھی روشنی خوش گوار نہیں معلوم ہو گی اور وہ چاہے گا کہ دن میں کچھ دیر تک سو رہے اس لئے نرس کو لازم ہے کہ کمرے کے دروازوں کو بند کر دے تاکہ مریض کو آرام ملے۔

ہندوستان کے بالائی حصص میں جہاں موسم گرما میں سخت لو چلتی ہے اور سورج کی تپش زیادہ ہوتی ہے تو گرم ہوا سے بچنے کے لئے کمروں کو بند کر دینا ہوتا ہے لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان میں اندھیرا بھی کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے کمرے مریض کے لئے بڑے ہونے چاہئیں۔

۴۔ وینٹی لیشن Ventilation اس سے مراد یہ ہے کہ تازہ اور صاف ہوا کی آمد اور کثیف و گندہ ہوا کا اخراج بلا روک ہوتا رہے۔

ہوا کے ترکیبی اجزا آکسیجن Oxygen اور نائٹروجن Nitrogen ہوا کے دو بڑے جزو ہیں۔ اوّل الذکر ⅕ حصّہ سے کچھ زیادہ اور آخر الذکر ⅘ حصّہ سے کچھ کم ہوتا ہے۔ علاوہ ان دونوں کے دیگر اجزا بھی بہت خفیف مقدار میں پائے جاتے ہیں مثلاً چار حصص فی دس ہزار میں کاربونک ایسڈ گیس Carbonic Acid Gas اور خفیف مقدار میں آبی بخارات وغیرہ ہوتے ہیں۔

بند کمرے کی ہوا بہت جلد کثیف ہو جاتی ہے مریض اور تیماردار دونوں ہر وقت سانس لیتے رہتے ہیں۔ سانس کے ساتھ جسم کے اندر آکسیجن جذب ہو کر کاربونک ایسڈ گیس اور دیگر کثیف مادے نکل کر شامل ہو جاتے ہیں اور اس طور سے باہر کی صاف ہوا میں گندگی پیدا کرتے ہیں۔ مریض کے

جسمانی فضلات اور گندے زخموں کی پیپ آلودہ پٹیوں سے بھی ہوا کثیف ہوتی رہتی ہے۔ علاوہ بریں کمرے کے اندر کے ہر ایک لیمپ سے جو آکسیجن صرف ہوتا ہے وہ انسان کے تنفس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ مریض کی جسمانی صفائی کا لحاظ کس قدر مقدم ہے۔ اور اس قابل ہے کہ ہمیشہ اس کو مد نظر رکھا جائے اور جو فضلات خارج ہوں یا پٹی وغیرہ جو آلودہ ہو جائیں وہ بغیر کسی توقف کے مریض کے کمرے سے باہر کر دی جائیں۔ علاوہ ازیں کثیف اور گندہ ہوا کے نکاس اور تازہ اور صاف ہوا کی آمد کا انتظام ہر وقت کرتے رہنا چاہئے۔

وینٹی لیشن کے اصول | تازہ ہوا کی آمد و رفت کے اصول یہ ہیں:-

(۱) مریض کے کمرے کی ہوا قریباً اُسی قدر صاف ہونی چاہئے جیسی باہر کی ہوا ہو۔ البتہ یہ لحاظ ہونا ضروری ہے کہ زیادتی ہوا کے باعث کمرہ کی حرارت کم نہ ہو جائے۔

(۲) مریض کے کمرے کا ٹمپریچر ہندوستان میں (۶۵) سے (۸۰) درجہ فہرن ہائٹ Fahrenhit تک مقامی لحاظ سے رکھا جائے تو مریض کو آرام ہوتا ہے۔

(۳) ذرائع آمد و رفت ہوا موزوں اور اختیاری ہوں تاکہ ایک گھنٹہ کے اندر کم از کم تین بار کمرہ کی کثیف ہوا خارج ہو کر بجائے اس کے تازہ ہوا آ جائے ان اُصول پر کاربند ہونے کے لئے دو تین قابل یاد رکھنے کی ہیں (۱) ہوا گرم ہونے پر پھیلتی ہے یعنی زیادہ جگہ گھیر لیتی ہے۔ اور کچھ حصہ اُس کا

دروازوں اور کھڑکیوں کی جوفوں میں ہوکر کمرے کے باہر ہو جاتا ہے۔

(۲) نتیجہ زیادہ جگہ گھیرنے کا یہ ہوتا ہے کہ گرم ہوا بمقابلہ سرد ہوا کے زیادہ ہلکی ہو جاتی ہے چنانچہ گرم ہوا اوپر اور سرد ہوا وزنی ہونے کی وجہ سے نیچے ہو جاتی ہے۔

ہوا کے مخارج | ہندوستان کے مکانات میں کثیف ہوا کے نکلنے کے لئے تین راستے عموماً ہوتے ہیں۔ ایک چمنی دار آتش دان۔ دوسرے کھڑکیاں۔ تیسرے دروازے۔ چونکہ بمقابلہ صاف ہوا کے خراب ہوا ہلکی ہوتی ہے اس لئے وہ کمرے کے بالائی حصّے میں پھیلتی رہتی ہے چنانچہ چھت کے قریب کی کھڑکیاں جو ہمارے ہندوستان کے بنگلوں میں بالعموم بنائی جاتی ہیں ہر وقت کھلی رکھی جائیں۔ اور نہ صرف موسم گرما میں بلکہ موسم سرما میں بھی کھلا رکھنا مناسب ہے تاکہ گرم وخراب ہوا برابر نکلتی رہے۔

دودکش انگیٹھیوں کا اگرچہ ہندوستان میں استعمال کرنے کا بہت کم موقع ہوتا ہے لیکن جب کبھی استعمال ہوتی ہوں اُن کی چھتی کے ذریعہ سے خراب ہوا بخوبی نکل جاتی ہے۔ رات کو مریض کے کمرے کا لیمپ دودکش انگیٹھی کے نیچے رکھا جائے تو بہترین موقع ہے بشرطیکہ اُس کا دیگر استعمال نہ ہو۔

ہوا کے مداخل | ہندوستان کے مکانات میں ہوا کے داخل ہونے کے صرف دو ہی ذرائع ہیں۔ ایک دروازہ۔ دوسرے کھڑکیاں۔

قبل ازیں بتلایا گیا ہے کہ خراب ہوا کھڑکیوں کے ذریعہ سے خارج ہوتی رہتی ہے اور صاف و تازہ ہوا بھی انہیں کے ذریعہ سے داخل ہوتی ہے چنانچہ اِن کو کسی وقت بند نہ کرنا چاہیئے۔ جب کمرے کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو معاً تازہ ہوا کمرے کے اندر آنا شروع ہو جاتی ہے اور بند ہونے پر بھی کچھ نہ کچھ ہوا دروازوں کی درازوں میں ہو کر آتی رہتی ہے لیکن اگر مریض کے کمرے کا دروازہ وسط عمارت میں ہو تو وہ صاف ہوا کی آمد و رفت کے لئے ناکافی ہو سکتا ہے۔

کھڑکیاں کھلی رکھے جانے پر اکثر مریضوں کو ہوا کے سرد جھوکوں کی شکایت ہوتی ہے۔ نرس کو لازم ہے کہ وہ مریض کے راحت و آرام کا خیال رکھے اور جب مریض کو ٹھنڈک یا ہوا کے جھوکوں کی شکایت ہو تو وہ اُس کو کوئی گرم پانی کی بوتل یا ایک اَور اوڑھنے کا کمل دیکر اُس کی تکلیف رفع کرے لیکن ساتھ ہی ہوا کی آمد و رفت کی بابت معالج کی ہدایت پر عمل جاری رکھے۔

تازہ اور صاف ہوا کا مسئلہ بقائے صحت کے لئے ایسا ضروری ہے کہ تیمارداروں اور نرسوں کو ہر وقت اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے اگر اس میں کوتاہی کی گئی تو مرض میں زیادتی اور اندمال زخم میں تعویق اور صحت ہونے میں تاخیر ہوگی۔ خراب اور صاف ہوا کا موازنہ بآسانی اس طرح ممکن ہے کہ تیماردار باہر کھلی ہوئی جگہ میں جائے اور پھر مریض کے کمرے کے اندر واپس آئے تو اُس کو قدم رکھتے ہی ایک قسم کی ناگوار بو محسوس ہوگی۔

باب چہارم

مُتعدّی یا مُسری امراض

زمانہ سابق میں مُتعدّی امراض دو قسم کے شمار کئے جاتے تھے۔ ایک وہ امراض جو بلا واسطہ براہ راست ایک انسان سے دوسرے میں بذریعہ چھوت منتقل ہوتے ہیں اور دوسری قسم سے مُراد اُن مُسری امراض سے تھی کہ جن کے زہریلے مادّے ہوا کے ذریعہ سے مریض کو بغیر چھوئے منتقل ہوتے تھے۔ لیکن فی زمانہ اطبا نے اس تقسیم کو ترک کردیا ہے کہ یہ امر بہت مُشکل بلکہ قریب قریب محالات کے ہے کہ اس بات کا امتیاز کیا جاسکے کہ فلاں مرض نے کن ذرائع سے سرایت کی ہے۔ چنانچہ تمام امراض جو وبائی صورت اختیار کرلیتے ہیں اور ایک انسان سے دوسرے میں چھوت کے ذریعہ سے منتقل ہوتے ہیں وہ سب عموماً متعدّی شمار کئے جاتے ہیں۔

یہ امراض مختلف طریقوں سے پھیلتے ہیں۔

(۱) ہوا (۲) پانی اور غذا (۳) خراش یا کسی دوسرے زخم میں زہریلا مادہ داخل ہوجائے (۴) کپڑے مکوڑے (۵) پارچہ جات یا فضلات۔

(۱) امراض ذیل ہوا کے ذریعہ سے منتقل ہوتے ہیں۔

(۱) اسکارلٹ فیور Scarlet fever تپ سُرخ

(۲) انفلوانزا Influenza تپ نزلی

(۳) چکن پاکس ChicKen-pox چھوٹی چیچک

(۴) ٹائیفس فیور Typhus fever تپ محرقہ ہذیانی

(۵) میزلس Measles خسرہ

(۶) ممس Mumps کرن مول یا گلسوئے

(۷) جرمن میزلس German Measles جرمن خسرہ

(۸) ہوپنگ کاف Whooping-cough کالی کھانسی

(۹) کروپ اینڈ ڈفتھیریا Croup and Diphtheria

(۱۰) اسمال پاکس Small-pox چیچک

(۱۱) کنزمپشن آر ٹوبرکلوسس Consumption or Tuberculosis

سل یا تپ دق

(۱۲) اسپاٹیڈ فیور Spotted fever چتی دار بخار

(۱۳) لپرسی Leprosy جذام یا کوڑھ

(۲) امراض ذیل غذا اور پانی کے ذریعہ سے پھیلتے ہیں۔

(۱) ڈیسنٹری Dysentry پیچش

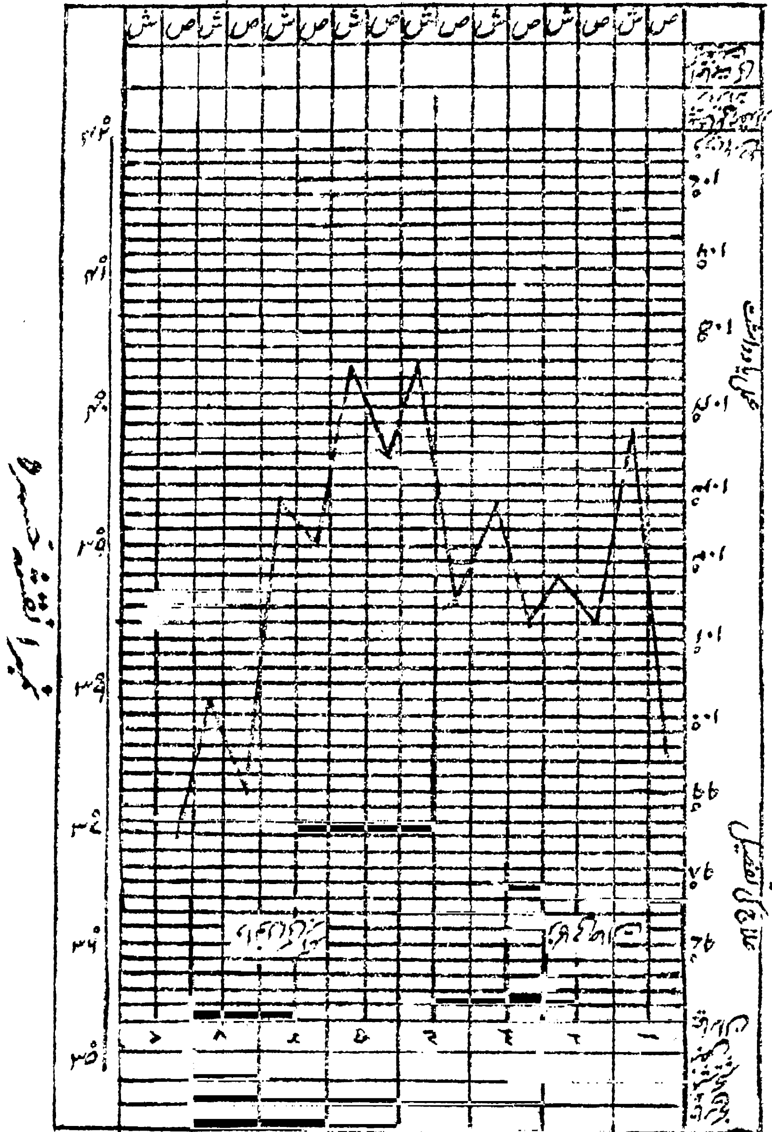
(۲) ڈائیریا Diarrhoea - اسہال

(۳) کالرہ Cholera ہیضہ

(۴) انٹرک فیور Enteric fever محرقہ بطنی

(۵) اسکارلٹ فیور Scarlet-fever or Scarlatina

(۶) ڈفتھیریا Diptheria جھلی دار ورم گلو



ہر ایک مسری یا متعدی مرض کے پھیلنے کے تین طریقے ہیں۔

(۱) انڈیمک Endemic لغوی معنی اس لفظ کے "اشخاص کے اندر" ہے۔ لہذا اُن وبائی امراض سے مُراد ہے کہ جو ایک مقام خاص میں واقع ہوں اور اُس مقام میں ہمیشہ کچھ لوگ اُن امراض میں مبتلا ہوتے رہیں اور عام طور پر باہر پھیلنے کا احتمال نہ ہو مثلاً ملیریا اور زرد بخار۔

(۲) اپیڈیمک Epidemic لغوی معنی "اشخاص کے اوپر" ہے۔ لہذا مُراد اُس وبا سے ہے کہ جس میں زیادہ لوگ دفعتہً مبتلا ہوں۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر پھیلنے کا مادہ ہو مثلاً پلیگ اور ہیضہ۔

(۳) اسپوراڈک Sporadic (یعنی منتشر) اُن مُتعدی امراض سے مُراد ہے جس میں معدودے چند مریض مبتلا ہوتے ہیں بلکہ ایک دو کو ہوا اور جاتا رہا۔

جملہ متعدی امراض مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "پلیگ" کسی خاص محلہ یا شہر میں واقع ہو۔ اور وہاں چند آدمی ہمیشہ مبتلا ہوتے رہیں اور آگے متجاوز نہ ہو۔ یہ صورت انڈیمک Endemic کہلاتی ہے۔ اور کبھی کسی خاص مقام پر دفعتہً بہت سے آدمیوں پر واقع ہو کر تمام شہر و اطراف میں پھیل جاے اِس صورت کو اپیڈیمک Epidemic کہتے ہیں۔ اور کبھی کسی شہر

میں دو چار مریض اِس مرض میں مبتلا ہو کر مرض دفع ہو جاے اِس صورت کو اسپوراڈک Sporadic کہتے ہیں۔

بخار اقسام ذیل میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) کنٹی نیوڈ فیورس Continued fevers یعنی دائمی قسم کے بخار مثلاً انٹرک فیور Enteric fever ٹائیفس فیور Typhus Eever ریلیپسنگ فیور Relapsing fever افلو اینزا Infiuenza یلو فیور Yellow fever ڈنگیو Dengue

(۲) پی ریاڈیکل فیورس Periodical Eevers انٹرمیٹنٹ فیور Intrmittent fever ریمی ٹنٹ فیور Remittent fever پرنی شس ملیریل فیور Pernicious Malarial Fever

(۳) اریپٹو فیورس Eruptive Fevers بثور دار یا دانہ دار بخار مثلاً اسکارلٹ فیور Scarlet-fever میزلس Measles جرمن میزلس German Measles اسمال پاکس Smell Pox چکن پاکس ChicKen-Pox

(۴) بخار معہ شدید مقامی علامات مثلاً رہیومیٹک فیور Rheumatic Fever نمونیا Pneumonia سربرو اسپائنل Cerbro-spinal Fever ڈفتھیریا Depntheria

پلیگ Plague

بخار کے مدارج

ہر مُسری و مُتعدّی امراض کے پانچ درجے ہوتے ہیں۔

(۱) انکیوبیشن اسٹیج Incubation stage درجہ سرایت یعنی

یہ وہ وقفہ ہے کہ مُتعدّی یا مُسری مرض کے جراثیم جسم انسان میں داخل ہوتے اور کچھ عرصہ تک جراثیم مذکور جسم میں نشوونما پاتے اور بڑھتے رہتے ہیں اور کوئی علامات ظاہر نہیں ہوتے اس کو انکیوبیشن اسٹیج Incubation stage یا زمانۂ ابتدائی کہتے ہیں۔ یہ زمانہ ہر مرض کے لئے یکساں نہیں ہوتا بلکہ مرض کی نوعیت اور انسان کی حالت کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

(۲) انویژن اسٹیج The stage of Invasion یعنی زمانہ غلبہ۔ اِس درجہ میں مرض کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور تغیرات نمایاں ہونے لگتے ہیں، حرارت بڑھتی جاتی ہے۔

(۳) درجہ ارپشین The stage of Eruption یعنی جلدی علامات کا ظاہر ہونا۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ ہر مُتعدّی مرض میں جلدی علامات ضرور ظاہر ہوں لیکن جن امراض میں جلدی علامات ظاہر ہوا کرتی ہیں اُن میں اِن کا نہ ہونا خطرناک سمجھا جاتا ہے۔

(۴) چوتھا درجہ ڈیفروسین The stage of Defervcence

یعنی زمانۂ انحطاط۔ اِس میں حرارت اُتر کر قدرتی حدود میں آجاتی ہے۔

بچہ جس قدر بڑا ہوتا جاتا ہے اُسی قدر یہ قوت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ متقدمین کا جو خیال تھا کہ خسرہ۔ کالی کھانسی وغیرہ امراض بچوں میں ہونا ضروری ہیں لہٰذا اُن کی نسبت کسی احتیاط کی ضرورت نہیں نہ صرف غلط بلکہ نہایت ہی خطرناک خیال ہے۔ بچے کی اوائل عمر میں اس طرح سے حفاظت کرنے سے نہ صرف وہ ان امراض کے حملے سے بچ جاتا ہے بلکہ بڑا ہو کر اگر وہ کسی وجہ سے اِن امراض میں مبتلا بھی ہو جائے تو بھی اُن کا اثر خفیف ہوتا ہے۔

بخار کے "انکیوبیشن پی ری اڈ" Incubation Period

یعنی ابتدائی حالت میں جملہ علامات عموماً خفیف ہوتی ہیں لیکن جب وہ سب ملکر واقع ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہیں تب بخار کی آمد بیّن ہو جاتی ہے وہ علامات یہ ہیں مثلاً طبیعت میں سستی اور کسی کام کرنے کو جی نہ چاہنا، بھوک کا غائب ہو جانا، دن میں طبیعت کا نڈھال ہونا، اور شب میں بے خوابی، بے چینی وغیرہ۔

اِن ابتدائی علامات کے بعد اکثر یکایک بخار کی آمد معلوم ہوتی ہے جس سے بڑے آدمیوں کو سردی سے کپکپی چڑھتی ہے اور بچوں کو عموماً قے آتی ہے اور کبھی اُن کو تشنج ہونے لگتا ہے اور اس قدر بظاہر بیمار ہو جاتا ہے کہ طبیب کا بُلانا لازمی ہوتا ہے۔

نقشہ میں متعدی اور مسری امراض کا زمانہ حضانت وغیرہ دیا گیا ہے ان ایام کے بعد جلد ہی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ حرارت بڑھ جاتی ہے۔

[illegible] تیز چلنے لگے [illegible] لبوں پر پپڑی پڑتی، زبان خشک ہوتی ہے اور [illegible] مریض کا سر گھومنے لگتا ہے اور بعض دفعہ بہرا بھی ہو جاتا ہے۔ بے چینی عموماً سب بخار کے مریضوں کو ہوتی ہے، مریض آنکھیں بند کئے ہوئے گُم صُم پڑا رہتا ہے۔

اگر صحت ہونے والی ہے تو ان علامات میں انحطاط رونما ہوگا اور طبیعت رد بصحت ہو گی افاقہ بتدریج ہوگا صبح و شام حرارت میں فرق معلوم ہوگا یعنی روز بروز حرارت کا چڑھاؤ گذشتہ دنوں سے کم اور اُتار زیادہ ہوتا جاتا ہے اس قسم کے بتدریج اُتار کو لائی سس lysis کہتے ہیں بخلاف اس کے اگر تیز حرارت یک لخت چند گھنٹوں کے اندر یا رات بھر میں اُتر جائے تو اس کو کرائی سس Crisis یعنی نازک وقت کہتے ہیں ایسی حالتوں میں بعض مریضوں کو پسینہ بکثرت آتا ہے یا دست جاری ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی اُس کا قلب ساکت ہو جاتا ہے۔

مرض کے زائل ہونے سے صحت کامل حاصل ہونے تک کا زمانہ کانویلی سنس Convalescence کا زمانہ تصور کیا جاتا ہے۔

کتاب ہذا میں عُسری و متعدی بیماریوں کی ابتدا و انتہا کا نقشہ دیا گیا ہے جس سے مختلف مدارج کی مدت معلوم ہو گی۔

جب کوئی بچہ اسکارلٹ فیور Scalet Fever یا ٹائیفائڈ فیور Typhoid میں مبتلا ہو اور والدین میں استطاعت تیمارداری

کی نہ ہو اور ہر وقت ڈاکٹر و نرس کو نہ بلا سکیں [illegible] یہ ہے کہ اگر
مریض بچے کو اسپتال میں بھیجدیں وہاں اس کی [illegible]
گھر کے عمدہ ہوگی۔ اور دوسرے بچے بھی محفوظ رہیں گے اگر یہ ممکن نہ ہو
تو مریض کو علیحدہ کمرے میں کر دیا جائے اور جیسا کہ باب اوّل میں بتلایا
گیا ہے اُس کمرے کے سامان و دری وغیرہ اُٹھا دی جائے اور اُس کی
درستی و صفائی کر دی جاوے۔ کمرے میں ہوا کی آمد و رفت کا انتظام ہو
کمرے کے دروازوں پر کسی ہلکے پارچہ کے پردے پڑے ہوں اور پردوں
پر ایک فی صدی سائلن Cyllin یا پانچ فیصدی کاربالک ایسڈ
کا لوشن Carbolic acid Lotion. چھڑک دیں۔ لیکن
یہ چھڑکنا کچھ بہت زیادہ مفید نہیں ہوتا صرف ایک تدبیر حفظ ماتقدم
کی سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ پردوں میں چھن کر ہوا نکلے
بلکہ بھیگے ہونے کی وجہ سے اُس کے جوڑ ایک دوسرے سے مل جاتے
ہیں۔ اس لئے لامحالہ پردے کے نیچے اوپر ہو کر یا دوسرے راستوں سے
ہوا نکلے گی۔ بعض ڈاکٹروں کی یہ رائے ہے کہ دروازے کے سامنے
ایسے انداز سے برادہ یہ دافع جراثیم ڈس انفکٹینٹ Disinfectant
ڈالنی چاہیئں۔

مریض کے کمرے میں علاوہ نرس کے اَور کسی کو نہ آنے دیا جاوے اور
مریض کے کمرے کے متصل ایک اور کمرہ نرس کے لئے ہونا چاہیئے تاکہ جب
ہوا خوری کے لئے باہر جائیں تو اُسی میں اپنے تیمارداری کے کپڑے اُتار کر

دوسرے کپڑے بدل سکیں۔

اگر ممکن ہو تو مریض کے کمرے کو بطور اسپتال کے بنا لینا چاہئے اور کمرے کے باہر ایک میز رکھ دی جائے تاکہ نوکر وغیرہ اُس پر مریض کا کھانا وغیرہ رکھ دیا کریں اور وہاں سے نرس لا کر مریض کو کھلا دیا کرے۔

اگر خدانخواستہ کسی گھر میں کوئی متعدّی مرض پھیل جائے تو اچھے اور متاثر شدہ بچّوں کو اسکول نہ جانے دیا جائے۔

ذیل میں ہر مرض کی مدّت دی جاتی ہے جس کے بعد احتمال چھوت کا نہیں رہتا۔

میزلس Measles خسرہ .. .. .. ۱۶ دن

اسکارلٹ فیور Scarlet Fever تپ سرخ۔ ۱۴ دن

چکن پاکس Chicken-pex چھوٹی چیچک۔ ۳۰ دن

اسمال پاکس Small-pox چیچک۔ ۱۶ دن

جرمن میزلس German Measies جرمن خسرہ۔ ۲۰ دن

ڈفتھیریا Diphtheria جھلی دار ورم گلو۔ ۱۲ دن

ہوپنگ کاف Whooping cougn کالی کھانسی۔ ۲۱ دن

ممس Mumps کن سوَل یا گلسوے۔ ۲۴ دن

ٹائیفائیڈ یا انٹرک فیور Typhcid or Enteric Fever
تپ محرقہ معوی۔ ۳۰ دن



باب پنجم

دفع ردائت - وادویہ دافع ردائیت

جملہ متعدی امراض کے بعد تمام اشیاء جو مریض کے برتاوے یا اُس کے استعمال میں ہوں اُن کی کثافت اور گندگی نہایت ہوشیاری و احتیاط سے ڈس انفکٹ Disinfect کرکے دور کرنی چاہیئے۔
ہم اس موقع پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ڈس انفکشن Disinfection کے نام سے کتنی ہی غلطیاں کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ اس کے لئے کوئی قانونی روک تھام نہیں رکھی گئی ہے کہ آیا کون کون ادویہ واقعی دافع ردائیت ہیں۔ کیفیت یہ ہے کہ ایسی ادویہ کہ جن میں بہت کم یا کچھ بھی خاصیت ردائیت کے دفع کرنے کی نہیں ہوتی وہ بھی ڈس انفکٹنٹ Disinfectant یعنی دافع ردائیت کے نام سے بازاروں میں فروخت اور گھروں میں استعمال کی جاتی ہیں اور ان سے خلاف اُمید نتائج پیدا ہوتے ہیں ڈس انفکٹ Disinfect کرنے کی علت غائی یہ ہے کہ وبائی سجراثیم ضایع ہو جائیں۔ لیکن افسوس ہے

کہ تین مختلف قسم کی اشیاء کو ایک ہی زمرہ میں شامل کرنے سے کسی قدر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

۱۔ اینٹی سپٹکس Antiseptics | یہ ادویہ متعدی امراض کے جراثیم کو ہلاک نہیں کرتیں۔ ان کی تولید اور افزایش کو صرف روکتی ہیں مثلاً "براسک ایسڈ" Boraci acid

۲۔ ڈیوڈرینٹس Deodcrants | دافع عفونت۔ یہ ادویہ عفونت اور بدبو کو صرف دور کرتی ہیں مثلاً "کوئلہ" "سرکہ" اور بہت سی وہ اشیا جو ڈس انفکٹنٹ Disinfectant بتلائی جاتی ہیں۔

۳۔ ڈس انفکٹنٹ Disinfectants | وہ ادویہ ہیں کہ جو متعدی امراض کے جراثیم کو ہلاک کر کے قطعی طور پر نیست و نابود کر دیتی ہیں۔ مثلاً کاربولک ایسڈ Carbolic acid

۱۔ اینٹی سپٹکس Antiseptics | ان ادویہ سے کسی چیز کی تخمیر یعنی سڑاہند روکی جاتی ہے اور اُن کا استعمال اُن اشیاء اور مقامات میں کیا جاتا ہے کہ جن کا ضایع کرنا یا منتقل کرنا منظور نہ ہو۔

اِس کے لغوی معنی بھی مانع تخمیر کے ہیں۔ اِن کا اثر صرف اُن جراثیم کی پیدائیش کو روکتا ہے جو کہ سڑاہند یا عفونت پیدا کرتے ہیں۔ یہ ادویہ اُن کو ضایع نہیں کرسکتیں۔

۲۔ ڈیوڈرنٹس Deodorants | عفونت یا سڑاہند غیر جمادی چیزوں پر جراثیم کے اثر سے پیدا ہوتی ہے۔ جس سے وہ ٹوٹ کر

بے ضرر اجزا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس دوران تبدیلی میں اُن میں سے بدبو دار بخارات خارج ہوتے ہیں۔ ادویہ دافع عفونت صرف اُن بخارات کو مغلوب کرکے یا جذب کرکے یا اُن کے اجزاء کو منتشر کرکے اپنا اثر کرتی ہیں۔ سڑنے والی چیزوں پر اُن کا اثر تقریباً کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بدبو صرف غلاظت کا پیش خیمہ ہے۔ اور اُس کو محض ڈھانک دینا نہایت ہی خلاف اُصول تدبیر ہے جو کہ کہیں بھی اور خاصکر ہندوستان میں استعمال کے قابل نہیں۔

۴۔ ڈس انفکٹنٹس۔ Disinfectants اصلی دافع جراثیم محدود اور صحیح معنوں میں ڈس انفکشن Disinfection سے یہ مُراد ہے کہ وہ جراثیم جن سے متعدی امراض پیدا ہوتے ہیں بالکل ضایع کردئے جائیں۔ خوش قسمتی سے علاوہ سختی کے ساتھ صفائی رکھنے کے جس سے جراثیم ضایع ہو جاتے ہیں ہمارے پاس کتنے ہی سچے ڈس انفکٹنٹ Disinfectants موجود ہیں۔ جو مفصلہ ذیل تین صفتوں میں منقسم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ قدرتی اسباب دافع ردائت۔ قُدرتی ڈس انفکٹنٹس۔

۲۔ اسباب طبعی۔ طبعی ڈس انفکٹنٹس۔

۳۔ اسباب کیمیاوی۔ کیمیائی ڈس انفکٹنٹس۔

۱۔ قدرتی ڈس انفکٹنٹس۔ مثلاً تازہ وصاف ہوا اور آفتاب کی شعاعیں ان سے اکثر اقسام کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ تمام زندہ جراثیم ان کے

ذریعہ سے کچھ دنوں میں اپنے مضر اثر کو کھو دیتے ہیں اور آخر میں خشک ہو کر مر جاتے ہیں۔ چنانچہ ایشیائی ہیضہ کے جراثیم مطابق درجہ خشکی کے تین گھنٹہ سے لیکر دو دن تک میں ضایع ہو جاتے ہیں۔

انٹرک فیور Enteric fever کے جراثیم ڈیڑھ گھنٹے سے لیکر دو گھنٹے میں آفتاب کی تمازت سے ہلاک ہو جاتے ہیں اور پانچ گھنٹہ میں محض روشنی بھی اُن کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

ڈفتھیریا Diphtheria کے جراثیم کم از کم نصف گھنٹہ اور زاید سے زاید ایک گھنٹہ تک آفتاب کی شعاعیں پہنچتی رہیں تو زندہ نہیں رہ سکتے۔ سل کے جراثیم مطابق اپنے مادہ کی مقدار کے چند منٹ سے لیکر چند گھنٹوں کے اندر دھوپ میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ خشکی کا اثر جراثیم کی افزایش پر جو ہوتا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ اُصول حفظان صحت کے لحاظ سے کس قدر ضروری ہے کہ ہندوستانی مکانات مرطوب مقامات میں نہ بنائے جائیں۔ جلد جلد بستر و گدّوں وغیرہ کو دھوپ دکھاتے رہنا نہایت ہی مفید ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہوا میں جو آکسیجن کا جزو ہوتا ہے اور سورج کی روشنی بھی ایسے چھوٹے چھوٹے جراثیم جو بستروں اور پلنگوں وغیرہ میں چھپے یا لپٹے رہتے ہیں اُن کو ہلاک کرنے میں حصہ لیتی ہے۔ اور مزید برآں تیز ہوا جب اُن پر پہنچتی ہے تو اُس سے نہ صرف وہ جھڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں بلکہ اُن میں سے چند اقسام کی افزایش ان حالتوں میں بند ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قدرتی

ڈس انفکٹنٹ تازہ ہوا، تیز ہوا اور دھوپ ہیں۔

۲۔اسباب طبعی | اس میں مختلف طریقوں سے گرمی یا حرارت کا پہنچانا شامل ہے۔

الف۔آگ۔

ب۔ گرم ہوا۔

ج۔ پانی میں جوش دینا۔

د۔ بھاپ

الف۔آگ | آگ سے جلا دینا بہترین طریقہ وبائی امراض کے جراثیم ہلاک کرنے کا ہے۔اور کم قیمت اشیاء کو تو جلا ہی ڈالنا چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو پہلے مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے تاکہ پورے طور پر جل جائیں بند آتش دانوں میں جلانا زیادہ مناسب ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی جگہ پر اگر چیزیں جلائی جاتی ہیں تو اُن میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ تند ہوا کے جھونکوں سے بلا جلی ہوئی چھوٹی چھوٹی چیزیں اُڑ کر اپنے ساتھ جراثیم کو نہ لیجائیں۔چونکہ یہ طریقہ آج کل قابل اطمینان نہیں پایا گیا اس لئے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

ب۔گرم ہوا | ہوا کو گرم کرکے کسی چیز یا کمرے کو ڈس انفکٹ کرنا قابل اطمینان نہیں ہوتا۔اس لئے محض اس پر اکتفا نہ کرنا چاہئے۔

اس کے فوائد یہ ہیں:۔ (۱) خرچ کم ہوتا ہے (۲) معمولی چولھے سے بھی ضرورت کے وقت کام چل جاتا ہے (۳) نازک اشیاء مثلاً

Fir یعنی سموری اشیاء، چرمی سامان، ربڑ کی چیزیں کتابیں وغیرہ خراب نہیں ہوتی ہیں۔

اس کے نقصان یہ ہیں:- (۱) گرم ہوا چیزوں کے اندر بڑی مشکل اور دیر سے اثر کرتی ہے (۲) بعض چیزوں پر دھبہ پڑ جاتا ہے۔ (۳) بعض اشیاء میں ہوا کی گرمی سے کرختگی آ جاتی ہے۔ بعض اشیاء خراب ہو جاتی ہیں۔

ج۔ پانی میں جوش دینا | ڈس انفکٹ کرنے کے بہترین طریقوں میں سے یہ بھی ایک ہے۔ بہت کم جراثیم ایسے ہیں کہ جو چند منٹ بھی جوش دیا جانا برداشت کر سکیں اور اگر کوئی زندہ بھی رہ گئے تو صابون اور گرم پانی سے دھونے پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ نقصان اگر ہے تو صرف اس قدر کہ جوش دینے سے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ اگر کپڑوں کو جوش دینا ہے تو اوّل ٹھنڈے پانی میں تر کئے جائیں اور صابون اور سوڈا مل دیا جائے بعد ازاں نصف گھنٹہ تک گرم پانی میں جوش دیا جائے اُس پانی کو بھی جس میں یہ چیزیں دھوئی جائیں یا بھگو دی جاویں جوش دیکر ڈس انفکٹ کر لینا چاہیئے۔

د۔ بھاپ | اس کے ذریعہ سے ڈس انفکٹ کرنے کے لئے خاص قسم کے آلات بنائے گئے ہیں اور گرم ممالک میں بستر و کپڑے وغیرہ کے صاف کرنے میں استعمال کئے جاتے ہیں اس کو گرم ہوا پر بوجوہ ذیل ترجیح دی جاتی ہے۔

(۱) بھاپ کی بہت چھپی ہوئی حرارت کی قوت | جب بھاپ منجمد ہوتی ہے تو اُس کے اجزا سے وہ چھپی ہوئی حرارت نکلتی ہے جو ڈس انفکٹ کرنے کے لئے کارآمد ہوتی ہے۔

(۲) اِس کے سرایت کرنے کی قوت | بھاپ کے منجمد ہونے کے ساتھ ہی اُس کا حجم بھی گھٹتا ہے جس سے چیزوں کے ذرّوں کے اندر کسی قدر خلا پیدا ہوتا ہے اِس خلا کے اندر نئی بھاپ داخل ہو کر ذرے کو ڈس انفکٹ کر دیتی ہے۔

(۳) اگر تھوڑی دیر تک بھی بھاپ پہنچائی جائے تو ڈس انفکٹ کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

(۴) آگ سے جلنے یا دھبّے وغیرہ کے اثر سے بھی اشیاء محفوظ رہتی ہیں۔

۳۔ کیمیائی ڈس انفکٹنٹس | یعنی ادویہ دافع ردائت۔ اِس قسم کی بازاروں میں ہزارہا دوائیں فروخت ہوتی ہیں جو مفصل ذیل اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔

الف۔ بخور۔

ب۔ سیال۔

ج۔ جامد

(الف) بخور | اِس قسم کی مشہور چیزیں جلتی ہوئی گندھک کا دھواں فارمل ڈی ہائیڈ Formaldehyde اور کلورین Chlorine

ہیں۔

گندھک جلانا | صدیوں پہلے سے گندھک جلاکر ڈس انفکٹ کرنے کا رواج تمام ممالک میں جاری ہے، کیونکہ یہ ڈس انفکٹ کرنے کا ایک آسان طریقہ ہے۔ قبل گندھک سُلگانے کے جن اشیاء میں اُن کا دُھواں پہنچانا ہو اُن کو کسی قدر نم کر دینا چاہئے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ صرف اُن ہی چیزوں میں اثر کرتی ہے جن میں کچھ نمی پائی ہے گندھک کی قلمیں خاص طور پر بنائی جاتی ہیں جو بمقابلہ معمولی سفوف کے زیادہ خالص ہوتی ہیں۔

ایک ہزار مکعب فٹ جگہ کی صفائی کے لئے دو پونڈ (قریب سیر بھر کے) گندھک کافی ہوتی ہے۔

فارمل ڈی ہائیڈ Formaldehyde | یہ ایک خاص قسم کی گیس ہوتی ہے اس کی ٹکیاں ایک خاص قسم کے لیمپ میں جلائی جاتی ہیں۔ فی زمانہ بجائے گندھک کے اِس سے ڈس انفکٹ کرنے کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔

"پرمنگنیٹ آف پٹاش" Permanganate of Potash پر "فارملین" Formalin ڈال دینے سے یہ گیس پیدا ہوتی ہے۔

دو ہزار مکعب فٹ کو ڈس انفکٹ کرنا ہو تو دس اونس پرمنگنیٹ آف پوٹاش Permanate of Potash چوڑے مُنہ کے آہنی ظرف میں رکھ کر اوپر سے ایک پائنٹ فارملین Formalin ڈال دینا کافی ہوتا ہے۔ چھ گھنٹہ کی مدّت میں ڈس انفکٹ کر دیتی ہے۔ ساٹھ سے ستّر درجہ تک کی حرارت ہونی چاہئے اور گرمی کا موسم ہو تو کمرہ کی ہوا کو

کسی قدر کم کر دینا مناسب ہوتا ہے۔

یہ طریقہ بہت آسان اور جلد ہو جانے والا اور کم خرچ کا ہوتا ہے۔ اس کا سامان کچھ زیادہ قیمتی نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کو زیادہ ترجیح دی جانے لگی ہے۔

کلورین Chlorine | اس کام کے لئے یہ بھی ایک کارآمد دوا ہے۔ اگر نقصان ہے تو صرف اس قدر کہ اس سے چیزوں کے رنگ اُڑ جاتے ہیں اس لئے اس کا استعمال اُسی حالت میں کیا جائے جبکہ مذکورہ بالا دونوں اقسام کی گیس میں سے کوئی بھی دستیاب نہ ہو سکے۔ دو پونڈ "کلورینیٹڈ لائم" Chlorinatedline میں اگر نصف پونڈ "ہائیڈرو کلورک ایسڈ" Hydrochloric acid یا کوئی دوسرا معدنی تیزاب ڈال دیا جائے تو ڈس انفکٹ کرنے کے لئے کافی گیس تیار ہو جاتی ہے۔

ایک بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جو مکانات وبائی مادہ سے متاثر ہو چکے ہوں اُن کی ہوا بہت آسانی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ لیکن وبائی امراض کے جراثیم بمقابلہ ہوا کے چھت۔ فرش اور دیواروں میں زیادہ لپٹے ہوتے ہیں اُن کا ڈس انفکٹ کرنا ضروری اور لابدی ہوتا ہے۔

ب۔ سیال ادویہ | گرم ملکوں میں عموماً پانچ قسم کے سیال ادویہ مکانات وغیرہ کے ڈس انفکٹ کرنے میں استعمال کی جاتی ہیں۔

(۱) پرکلورائڈ آف مرکری Perchloride of Mercury

اس سے ڈس انفکٹ کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ یہ بہت سریع الاثر اور کم

قیمت ہوتی ہے۔ نقصان یہ ہے کہ انسان کے لئے زیادہ اور کیڑے
مکوڑوں کے لئے کچھ کم مُضر ہے دھات کی چیزوں کو خراب کر دیتی ہے
اِس کے سلوشن میں نہ کوئی رنگ ہوتا ہے اور نہ کوئی بو ہوتی ہے۔

(۲) کاربولک ایسڈ Carbolic Acid یہ ڈس انفکٹ کرنے کے
لئے ایک عمدہ چیز ہے۔ لیکن خرچ زیادہ ہے اور اس میں سمیت ہوتی
ہے۔ فی زمانہ بجائے اس کے کول ٹار Coaltar کی بنی ہوئی دوائیں
جو خرچ اور سمیت میں کم ہوتی ہیں استعمال کی جاتی ہیں۔

(۳) سیپونی فائڈ کری سول Saponified Cresol بازاروں
میں جتنے اقسام کول ٹار کی بنی ہوئی ادویہ فروخت ہوتی ہیں اُن سب پر
اِس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ گورنمنٹ ہند کا فوجی ڈیپارٹمنٹ اِسی کو
استعمال کرتا ہے۔ بہ نسبت کاربولک ایسڈ کے زیادہ کارآمد اور کم خرچ
ہے۔ اور علاوہ اِس کے سمیت بھی بہت کم ہوتی ہے۔

(۴) فارملین Formalin اِس میں تیز بو ہوتی ہے علاوہ لوہے کے
اور کسی دوسری دھات کی بنی ہوئی چیزوں یا کسی رنگ کو خراب نہیں کرتی
ایک فیصدی طاقت کا سلوشن بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ ارزاں اور
سریع الاثر ہونے کے علاوہ پورے طور پر قابلِ اطمینان ہوتی ہے۔

(۵) فنائل Phenyle یہ بہت مروج ہے لیکن کمزور اور گراں قیمت
ہے۔ کاربولک ایسڈ سے کسی قدر زائد طاقت رکھتی ہے۔

ج۔ جامد ادویہ | اس تحت میں ہم صرف چار ڈس انفکٹ کرنے والی

چیزوں کا بیان کریں گے یعنی

۱-چونہ-

۲-پرکلورائڈ آف لائم- Chloride of Lime

۳-پرمنگنیٹ آف پوٹاش Permanganate of Potash

۴-صابون-

۱-چونہ | تازہ چونہ کارآمد اور کم قیمت اور مہلک جراثیم ہوتا ہے۔ہندوستان میں عموماً مکانات کی سفیدی کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے اگر بطور ڈس انفکٹنٹ دوا کے کام میں لانا ہے تو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ تازہ ہو کیونکہ بہت دنوں رکھے رہنے سے اس کی ڈلیاں ہوا کے اثر سے کسی حد تک کھریا مٹی میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور اس کی ڈس انفکٹ کرنے کی خاصیت جاتی رہتی ہے۔ بعض ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ علاوہ سل اور جانوروں کی بیماری اینتھریکس Anthrax کے دیگر امراض کے جراثیم سفیدی کرنے سے ہلاک ہو جاتے ہیں-

قبل سفیدی کرانے کے دیواروں کو اچھی طرح رگڑ دینا چاہئے تاکہ مضر صحت جراثیم سے پاک ہو جائیں۔ایسا نہ کیا جائے کہ اوپر سے سفیدی پھیر کر اُن کو اُسی میں دفن کر دیا جائے۔

۲-کلورائڈ آف لائم Chloride of Lime | اگرچہ اس میں بو بہت ہوتی ہے۔ لیکن ڈس انفکٹ کرنے کی قوت اس میں معقول ہوتی ہے۔یہ چونہ میں حل شدہ کلورین Chlorine ہوتا ہے-

لیکن اس کی طاقت کو قیام نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ دھاتوں کو خراب کر دیتی ہے اور موریوں کو بند کر دیتی ہے۔

بدبو چھپانے کے لئے اس کا استعمال پہلے بہت ہوتا تھا جو کہ اس کا محض بیجا صرف ہے۔ ہندوستان میں اس کا جائز استعمال صرف مکھیوں کا دفع کرنا ہے۔ لیکن بہ نسبت اس کے خام مٹی کا تیل زیادہ مفید اور ارزاں ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ اس ملک میں اصلی حالت میں زیادہ دنوں تک نہیں رکھا جا سکتا۔

۳۔ پرمنگنیٹ آف پوٹاش. Permanganate of Potash

پانچ فیصدی طاقت کا سلیوشن بہت کارآمد سریع الاثر اور دافع رد ائت دوا ہے۔ لیکن نصف فیصدی طاقت کا سلوشن جیسا کہ عموماً استعمال ہوتا ہے ایک محض کمزور دافع عفونت دوا ہے۔ اس کے نقصانات حسب ذیل ہیں۔

(۱) خرچ زیادہ

(۲) کپڑوں پر دھبہ ڈال دیتا ہے۔

(۳) اثر جلد زائل ہو جاتا ہے اور اسی لئے چاہات صاف کرنے میں اس کا استعمال زیادہ کیا جاتا ہے۔

۴۔ صابون | کیمیاوی دافع رد ائت اشیاء میں سے یہ بھی بہت کارآمد چیز ہے۔ معمولی قسم کے صابون جو گھروں میں استعمال ہوتے ہیں ان میں کھار کا جزو ہوتا ہے۔ جس سے نہ صرف جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں

بلکہ اُن کے انڈوں کے بیرونی غلاف بھی گل جاتے ہیں اِس سے وہ چکنائی بھی صاف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات جراثیم آفتاب کی دھوپ اور آکسیجن کے اثر سے محفوظ رہجاتے ہیں۔ اِس لئے صفائی کے لحاظ سے نہایت قابل قدر چیز ہے۔

جب کوئی شخص کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو تو ہدایات ذیل پر کاربند ہونا ضروری ہے۔

۱- وبائی مرض کے مریض کا لباس۔ بستر۔ پردے وغیرہ اور دیگر سامان جن کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اسٹیم ڈس انفکٹر Steam Disinfector سے اچھی طرح گرم کرلئے جائیں۔

۲- اگر ڈس انفکٹ کرنے کا تنور دستیاب نہ ہو تو نصف گھنٹہ تک سوتی کپڑوں کو کھولتے ہوئے پانی میں جوش دیا جائے۔ کمل اور دیگر اونی ملبوسات اور ناریل وغیرہ کی بنی ہوئی اشیاء کو سیپونی فائڈ کری سول Saponified Cresol میں دو گھنٹے تک بھگو دیا جائے۔ کپڑوں میں پانچ فیصدی طاقت کا کاربولک ایسڈ کا لوشن چھڑک کر تین چار دن تک برابر دھوپ دکھادی جائے چرمی سامان کو ایک فیصدی طاقت کے فارملین Formalin کے سلوشن سے پونچھ دینا چاہئے۔

۳- کھانے اور پینے کے ظروف پندرہ منٹ تک کھولتے ہوئے پانی میں جوش دے لئے جائیں اکثر متعدی امراض میں بیس فیصدی

طاقت والے سوڈے کے سلوشن سے دھو دینا کافی ہوتا ہے لیکن مرض سل کے جراثیم کو دفع کرنے کے لئے یہ سلوشن کافی نہیں ہوتا۔ کانٹے چھریاں اور ایسی چیزیں کہ جن کو زیادہ گرم کرنے میں احتمال خراب ہونے کا ہو ان کی صفائی اِس طرح کی جائے کہ فارملین Formalin کے سلوشن میں دو گھنٹے تک بھگوئے رکھے جائیں۔

۴۔ جس کمرے میں مریض ہو اُس کی دیواریں کھُرچ دی جائیں اور ازسرِنو سفیدی کرا دی جائے۔

۵۔ فرنیچر۔ فرش اور لکڑی کے دیگر سامان گرم پانی اور صابون سے رگڑ کر دھو دئے جاویں۔

۶۔ زمین پر دافع ردایت ادویہ چھڑک دئے جاویں جن میں مٹی کا تیل صابون کے پانی میں ملا کر چھڑکنا بہتر ہے۔

۷۔ چوکی یا کموڈ جو مریض کے استعمال میں ہو اُس کو ایک فی ہزار طاقت والے کلورائڈ آف مرکری Chloride of Mercury کے سلوشن سے دھو دیا جاوے اور فرش پر بھی وہی سلوشن خوب چھڑکنا چاہئے۔

کرموں کا ہلاک کرنا

یہ لازمی نہیں ہے کہ جو دوائیں دافع ردایت ہوں وہ مُہلک کرم بھی ہوں مثلاً کلورائڈ آف مرکری Chloride of Mercury اگرچہ بہت طاقتور ڈِس انفکٹنٹ ہے لیکن کرم پر کچھ کم اثر رکھتی ہے۔

حتیٰ کہ پانسو میں ایک طاقت کے تیزابی سلوشن کے اندر دس منٹ تک رہ کر بھی پسّو بے ضرر نکل آتے ہیں۔ علاوہ بریں ہندوستانی جھونپڑوں اور مکانات کے فرش پر (جو کہ گوبر سے لپے ہوئے ہوتے ہیں) غیر جمادی مادّہ سے ملکر اس کا کیمیائی اثر بدرجہا زائل ہو جاتا ہے۔

پسٹرین Pesterine اور مٹی کے تیل کا ایملشن Emulsion بہترین مہلک کرم ادویہ ہیں۔

عام طور پر دھونی کی قسم کی ڈس انفکٹنٹ ادویہ کرموں کے دفع کرنے کے لئے استعمال کرنی چاہئیں اور جس کمرے میں ان کا استعمال کرنا منظور ہو تو اُس کے دروازوں اور دریچوں کو احتیاط سے بند کر دینا چاہئے لیکن گرم ممالک کے مکانات میں (جہاں ہوا کی آمد و رفت کے لئے بہت سے راستے رکھے جاتے ہیں) اس کا انتظام کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

جو مقدار جراثیم کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے اُس سے بہت کم مقدار میں بھی یہ مچھروں اور دیگر کاٹنے والے چھوٹے کیڑوں کے مارنے کے لئے کافی ہے۔ جو کہ مکانات کے گوشوں میں سال بسال چھپے رہتے ہیں۔

۱۔ پسٹرین Pesterine یہ ایک قسم کا خام مٹی کا تیل ہوتا ہے ہلاکت کرم کے لئے نہایت تیز اثر رکھتا ہے اور کھٹمل، پسّو، اور دیگر کیڑے مکوڑے اس سے لگتے ہی فوراً ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس کے استعمال کا

طریقہ بہت سادہ اور آسان ہے۔ فرش اور دیواروں پر تین تین فٹ برش سے لگا دی جاتی ہے اور بہت ارزاں ہے۔ یعنی معمولی وسعت کے کمرے کے لئے ایک روپیہ کی کافی ہوتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ نفاست نہیں ہوتی۔ اِس لئے اچھے مکانات میں اِس کا استعمال کرنا اعتراض سے خالی نہیں ہے۔

۲۔ ٹرپن ٹائن Turpentine مچھر و مکھی کے دور کرنے کے لئے نہایت کارآمد چیز ہے۔ لیکن گراں قیمت اور کسی قدر اس کی بو تیز ہوتی ہے۔

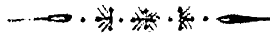
۳۔ مٹی کے تیل کا ایملشن اِس کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ معمولی صابون ۳ حصہ۔ پانی پندرہ حصہ اور مٹی کا تیل ۸۲ حصہ۔ پانی میں صابون حل کیا جاتا ہے اور مٹی کا تیل ڈال کر آگ پر گرم کیا جاتا ہے اور کسی چیز سے گھونٹ کر اچھی طرح حل کر دیا جاتا ہے۔

تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اِس کا ہزار میں ایک کی طاقت کا سلوشن دو منٹ میں پسّو کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اِس کو عموماً بیس ۲۰ گنا پانی میں ملا کر استعمال کرنا چاہیئے۔

مکانوں میں سے مچھروں کے دور کرنے کی ایک بہت آسان تدبیر جو ذیل میں بتلائی جاتی ہے اور مصنّف کتاب ہذا کے دوست مسٹر جمیس رابرٹ صاحب اِس تدبیر کے بہت معترف تھے۔

مغرب کے وقت کمرے کے سب دروازے کھڑکیاں اور روشندان

کھول دئے جائیں اور آفتاب غروب ہونے کے بعد کچھ دیر تک لمپ وغیرہ روشن نہ کئے جائیں۔ کمرے کے اندر جس قدر مچھّر ہوں گے وہ سب کمرے کے باہر چلے جائیں گے۔ اور چاندنی رات ہوئی تو اور بھی زیادہ روشنی میں جانے کی ترغیب ہوگی۔ قبل لیمپ روشن کرنے کے چلمنیں اور پردے وغیرہ گرا دئے جائیں۔ تین چار روز تک برابر اگر اس طرح کیا گیا تو یقیناً مچھّر بہت کم ہو جائیں گے اور کمرہ اِن سے صاف ہو جائیگا بشرطیکہ احاطۂ مکان میں اُن کی تولید اور افزایش کے اسباب نہ ہوں۔



باب ششم

نرس اور اُس کی تندرستی

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ہر عورت پیدائشی نرس ہوتی ہے حالانکہ یہ خیال کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ مثل دیگر فنون کے یہ بھی ایک فن ہے۔ اور جس طرح عدم واقفیت اور لاعلمی سے دیگر فنون میں غلطیاں ہوتی ہیں اُسی طرح اِس کی بھی کیفیت ہے۔ اگر نرس اپنے فن کی تعلیم یافتہ اور واقف کار نہیں ہے تو اُس سے تیمارداری کی خاطر خواہ اُمید نہیں ہوسکتی۔ ہر عورت کو اپنی عمر میں کبھی نہ کبھی مریض کی تیمارداری کرنی ہوتی ہے۔ اِس لئے ہر عورت کو لازم ہے اور ہندوستانی عورتوں کو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے کہ فن نرسنگ سے واقفیت حاصل کریں۔ اگر اُنھوں نے اِس فن کو حاصل کر لیا تو نہ صرف مریض کو آرام پہنچا سکیں گی بلکہ جلد صحت یاب ہونے میں معاونت کریں گی۔

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ نرس خواہ کتنی ہی زیادہ اس فن کی ماہر کیوں نہ ہو جائے وہ صرف ڈاکٹر کی مددگار ہوگی۔ صرف ڈاکٹر کے ملاحظہ سے قبل وہ خود مختاری سے کارروائی کر سکے گی۔

ڈاکٹر اور مریض کے مُفید مطلب وہی نرس ہو گی جس میں مندرجۂ ذیل صفات ہوں گے۔

(۱) ڈاکٹر کی واپسی اور آنے کے قبل تک کے واقعات اور مریض کی کیفیت من وعن بیان کر سکے۔ (۲) معمولی اور آسان قسم کی مرہم پٹی کر لیتی ہو۔ (۳) دوائیں بنانے اور استعمال کرانے کے طریقوں سے واقف ہو۔ (۴) سادہ قسم کے پرہیزی کھانے پکا لیتی ہو۔ (۵) ڈاکٹر جن باتوں کو بتائے اُن کو یاد رکھتی ہو اور احتیاط کے ساتھ لفظاً بلفظاً اُنہی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتی ہو۔

نرس کا یہ منصب نہیں ہے کہ ڈاکٹر جو کچھ تشخیص و تجویز کرے اُس سے وہ ہمہ جہت ضرور واقف کر دی جاسے۔ جب ڈاکٹر کو ثابت ہو جائے گا کہ نرس اطاعت شعار اور قابل اعتماد ہے تو وہ خود بخود ڈاکٹر کے دل میں جگہ کر لے گی اور وہ اُس کی امداد کا طالب ہو گا۔

اچھّی نرس کو صفات ذیل سے متصف ہونا چاہیئے۔ (۱) نیک مزاج (۲) خندہ پیشانی۔ (۳) تحمّل۔ (۴) جفا کش۔

زمانہ علالت میں مریض بہ اعتبار اپنی جسمی اور اکثر دماغی حالت کے بالکل نرس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اُس کا آرام و تکلیف سب نرس پر ہی منحصر ہے۔

نرس کو اپنی ہوشیاری اور خبر گیری کی وجہ سے بے شمار مواقع مریض کی جسمانی اور قلبی تکالیف کو دور کرنے کے ملتے ہیں اور علیٰ ہٰذا اپنی

بدمزاجی یا غفلت یا بے شعوری کی وجہ سے مریض کا مزاج خراب کر دینے کا بھی موقع ملتا ہے، بوجوہ بالا نرس کی متعلقہ خدمات کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) ڈاکٹر کے احکام و ہدایات کی بے کم و کاست تعمیل کرنا۔

(۲) مریض کی حالت کو وقتاً فوقتاً بغور دیکھتے اور نوٹ کرتے رہنا کہ ڈاکٹر کے دوبارہ آنے پر ہو بہو پوری حالت بیان کر سکے۔

(۳) مریض کی ضروریات کو پوری کرنا۔

(۴) اپنے محبت آمیز برتاؤ اور باخبری سے مریض کی مدد کرنا۔

ڈاکٹروں کا عام قاعدہ ہے کہ اُسی نرس کو منتخب کرتے ہیں کہ جس میں اطاعت شعاری کی صفت ہوتی ہے اور اُن کی ہدایات کی تعمیل بلا چون و چرا کرتی ہے اگر کوئی بات مرض کے متعلق کہنی ہوتی ہے تو صرف ڈاکٹروں سے کہتی سنتی ہے اور مریض سے اس لئے کچھ نہیں کہتی کہ مبادا مریض پریشان اور گھبرا نہ جائے۔ جو نرس ڈاکٹر کی عدم موجودگی میں اُس کی بابت رائے زنی کرتی ہو یا مریض سے مرض کے متعلق باتیں یا بحث مباحثہ کرتی ہو اُس کو ڈاکٹر لوگ تجربہ ہو جانے کے بعد پھر مقرر نہیں کرتے۔

یہ صفات کم و بیش اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہیں اگر ہوشیاری کے ساتھ اس فن کی تعلیم دی جائے تو بلاشبہ اچھی نرس تیار ہو سکتی ہے لیکن ان صفات کے بغیر کوئی سند تیمارداری کے لئے کارآمد نہیں۔

(۱) اوسان کا درست رہنا | نرس میں اگر یہ صفت موجود ہے کہ اوسان اُس کے درست رہتے ہیں تو سمجھ سکے گی کہ نازک وقت میں کیا کرنا چاہیئے۔

(۲) نیک مزاجی | اگر نرس نیک مزاج اور رحم دل ہے تو مریض کی ہر چھوٹی و بڑی بات کا لحاظ کرے گی اور اپنی دلسوزی سے اُس کی خفیف سی خفیف تکلیف کو بھی دور کرنے کی کوشش کرے گی۔

(۳) پیش بینی | اگر نرس میں پیش بینی کا مادہ ہے تو اپنے مریض کی ضروریات کو پہلے ہی سے محفوظ کرلے گی اور مانگنے کی تکلیف گوارا کئے بغیر اُس کی خواہشوں کے مطابق تعمیل کرے گی۔

(۴) حافظہ | حافظہ کا اچھا ہونا نرس کی بہترین صفات میں سے ہے۔ لیکن نرسوں کو لازم ہے کہ خواہ کیسا ہی اچھا حافظہ اُن کا کیوں نہ ہو کبھی محض اپنی یاد کے بھروسہ پر نہ رہیں ڈاکٹر جو ہدایات بتائے اُن کو کاغذ پر لکھ لینا چاہیئے۔ اور اُن کو حرف بحرف عمل کرنے کے لئے یاد رکھنا چاہیئے اور اگر وہ بھول جائے تو اُس میں اس بات کے اقبال کے لئے جُرأت ہونی چاہیئے۔

(۵) غور | نرس میں غور کا مادہ بھی ضروری ہے۔ اُس کو لازم ہے کہ جو باتیں ایسی ہوں جن کو ڈاکٹر دریافت کرے اُن کو بغور دیکھتی اور اپنے دل میں یا کاغذ پر لکھتی رہے تاکہ ڈاکٹر کے آنے پر وہ بتا سکے کہ فلاں دوا پلانے کا یہ اثر ہوا کہ مریض اس قدر سویا وغیرہ وغیرہ۔

(۶) راست بازی | نرس کو پورے طور پر راست باز ہونا چاہیئے۔ مریض کے متعلق جو کچھ ڈاکٹر سے رپورٹ کرے وہ ہو بہو درست اور ٹھیک ہو اپنی طرف سے نہ کوئی بات گھٹائے نہ بڑھائے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر ہر وقت مریض کے پاس موجود نہیں رہتا۔ ڈاکٹر کی تجویز اور ایک معنی کر کے مریض کے صحت یاب ہونے کا انحصار بہت کچھ نرس کی رپورٹ پر ہوتا ہے۔

نرس کو لازم ہے کہ ایک نقشہ جس کو نرسنگ چارٹ Nursing Chart کہتے ہیں مرتب رکھے، نرس کو مریض کے کمرے میں بہت آہستہ آہستہ پاؤں دبا کر چلنا چاہیئے۔ لیکن پنجوں کے بل چوروں کی طرح بھی نہ چلے اس سے بعض اوقات مریض چونک جاتا ہے۔

نرس کی تندرستی | نرس کا تندرست اور صحیح المزاج ہونا نرس اور مریض دونوں کے لحاظ سے بہت ضروری ہے، نرسوں کو علاوہ جسمانی محنت کے قلبی تکلیف بھی تیمارداری میں پہنچتی ہے جس کا اثر اُن کی عام صحت پر پڑتا ہے۔ ماسوا اس کے نرسوں کو اور بھی بہت سے کام دوران تیمارداری میں ایسے کرنے ہوتے ہیں کہ جن کو کوئی نفاست پسند عورت بطیب خاطر کرنا ہرگز پسند نہ کرے گی۔ چنانچہ انہیں وجوہ سے خود نرس کی تندرستی خراب ہو جانے کا بھی زیادہ احتمال ہوتا ہے۔

کسی عزیز یا دوست کی تیمارداری کا سلسلہ بعض اوقات ہفتوں تک جاری رہتا ہے، اور شبانہ روز تیمارداری میں مصروف رہنا

ہوتا ہے ایسی حالت میں نرس کو جاننا اور یاد رکھنا لازمی ہے۔ کہ کن صورتوں سے وہ اپنی تندرستی قائم رکھ سکتی ہے اور یہ کہ بقائے صحت کی حفاظت صرف اپنے ہی خیال سے نہیں بلکہ مریض کے لحاظ سے بھی ضروری ہے۔

کھلے ہوئے میدان میں بلاناغہ روزمرہ ورزش کرنی چاہیئے اور کم از کم نصف گھنٹہ صبح و شام تیزی کے ساتھ چہل قدمی ضرور کرنی چاہیئے۔

نرس کی غذا ہلکی اور مقوی ہونی چاہیئے اوقات مقررہ پر اس کو غذا کھانی چاہیئے۔ لیکن کسی حالت میں بھی مریض کے کمرے میں بیٹھ کر نہ کھائے اور بشرط ممکن گھر والوں کے ساتھ ایک میز پر کھائے وجہ یہ ہے کہ تنہا کھانے میں اس بات کا احتمال رہتا ہے کہ وہ جوں توں کر کے جلدی سے نگل لیا جائے۔

نرس کو خیال رکھنا چاہیئے کہ قبض نہ ہونے پائے۔ تمام شکایات اسی سے ہوتی ہیں، چلنے پھرنے کا اتفاق کم ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ یہ شکایت ہو جائے اس لئے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

تیز مسہلات کے ذریعہ سے امعاء کی صفائی نہ کی جائے بلکہ کوئی ہلکی ملین دوا مثلاً کیس کارا Cascara یا مرکب ایلوے کی ٹکیاں جو دوا فروشوں کے یہاں سے بہ آسانی دستیاب ہو سکتی ہیں استعمال کرتی رہے۔

بعض اوقات مسلسل اور طویل تیمار داری میں نرسوں کے حلق میں خراش ہو جاتی ہے اگر اس قسم کی کچھ بھی شکایت ظاہر ہو تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے، اگر نرس بہت تھک گئی ہو اور بغیر مقویات کے اپنا کام نہ کر سکتی ہو تو یہ سمجھا جائیگا کہ وہ کام کی زیادتی کر رہی ہے۔ اور اس کو چاہیئے کہ وہ چھٹی لے لیوے۔

نرس کو روزانہ غسل کرنا ضروری ہے۔ صبح و شام بالوں میں کنگھی اور پندرھویں دن بالوں کو ضرور دھو ڈالنا چاہیئے۔

کھانے کے بعد نرسوں کو لازم ہے کہ اپنے دانت خوب اچھی طرح صاف کر لیا کریں تاکہ سانس کے ساتھ کھانے کی بو مریض کو نہ معلوم ہو اور اس کی خواہ مخواہ اذیت کا باعث نہ ہو۔

نرس کو خوب ہوادار کمرے میں سونا چاہیئے اور رات میں جس وقت مریض کے کمرے میں آنے جانے کی ضرورت ہو تو خوب اچھی طرح سردی سے بچاؤ کی فکر کر کے اٹھنا چاہیئے خواہ وہ کام کتنا ہی جلدی کا کیوں نہ ہو۔

کسی زخم یا پھوڑے کی مرہم پٹی کرنی پڑے تو اگر نرس کے ہاتھ میں کوئی خراش یا زخم ہو تو نہایت احتیاط کے ساتھ کلوڈین Collodion لگا کر اس کو محفوظ رکھنا چاہیئے اور مرہم پٹی کرنے کے بعد بلا اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھوئے ہوئے نہ کوئی کھانے کی چیز چھوئے اور نہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو ہاتھ لگائے۔ نرس کو لازم ہے کہ اپنے مریض کی کوئی چیز مثلاً تولیا، صابون، کنگھی وغیرہ وغیرہ ہرگز نہ استعمال کرے۔

باب ہفتم

نرس کا لباس

لباس | جب تیمار داری میں مصروف ہو تو نرس کا لباس سفید یا کسی ہلکے دھاری دار کپڑے کا ہونا چاہیئے اور جہاں تک سادہ اور ستھرا ہو تو بہتر ہے۔

امور ذیل کا لحاظ ضروری ہے

(۱) لباس ایسے پارچہ کا ہو جو بہ آسانی دھویا جا سکتا ہو۔

(۲) جہاں تک ممکن ہو ایسے پارچہ کا ہو کہ جس میں کسی دوسری چیز کے جذب کرنے کی قابلیت بہت کم ہو ورنہ متعدّی امراض کے جراثیم اور بدبو وغیرہ کے لپٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(۳) پارچہ کی بناوٹ ایسی نہ ہو کہ چھونے میں کھُردری ہو جو مریض کے اُٹھانے بٹھانے میں اس کو ناگوار گذرے۔

(۴) لباس ایسے پارچہ کا ہو کہ چلتے پھرتے کھڑکھڑاہٹ کی آواز نہ ہو۔

ذیل کے پارچہ جات موزوں نہیں ہوتے۔

(۱) اونی پارچہ جات چھونے میں گرمتے ہیں اور ان میں قوت جاذبہ

زیادہ ہوتی ہے، بہت جلد جراثیم اور فضلات وغیرہ کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور جلد جلد دھونے میں دشواری ہوتی ہے۔

(۲) ریشمی کپڑے چلنے میں کھڑکھڑاتے ہیں اسی لئے ناموزوں ہوتے ہیں۔

(۳) سوتی پارچے جن میں کلف زیادہ دیا گیا ہو مناسب نہیں ہوتے، چلنے میں آواز ہوتی ہے۔

نرسوں کے لباس کے لئے حسب ذیل پارچہ جات موزوں ہیں۔

(۱) زین، براؤن ہالینڈ | Brownholland | لٹھا اور سوتی پارچے ہندوستانی نرسوں کے لباس کے لئے بہت موزوں اور کارآمد ہوتے ہیں اور بہت آسانی کے ساتھ دھوئے جا سکتے ہیں۔ دیکھنے اور چھونے میں بھی ناگوار نہیں معلوم ہوتے، ملایم ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے میں بھی کوئی آواز نہیں ہوتی اور علاوہ ان فائدوں کے یہ جراثیم و عفونت کو آسانی سے جذب نہیں کرتے۔

(۲) ایپرن | The Apron | معمولاً جس طرز اور ساخت کا ایپرن اسپتالوں میں استعمال ہوتا ہے اُسی طرز کا ہونا چاہیے جس میں چُست بیٹھنے والا سینہ کا کپڑا اور بڑی بڑی جیبیں ہونی چاہئیں۔

(۳) ٹوپی | اس خیال سے نہیں کہ ٹوپی دیکھنے میں اچھی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس خیال سے کہ سر پر ٹوپی ہونے کی وجہ سے بال گرد آلود ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور وہ جسمانی صفائی رکھنے میں اس طرح مدد کرتی ہے۔

(۴) کالر اور کف | ان دونوں کو بالکل صاف اور چُست ہونا چاہیئے۔

(۵) جوتے | بہت پتلے نوکدار جوتے نہ ہوں اور نہ اُن کی ایڑیاں زیادہ اونچی ہوں ورنہ اگر فرش خالی ہوا تو چلنے میں کھٹ پٹ کی آواز ہوگی۔

(۶) زیورات | اسپتالوں میں زیورات پہننے کی ممانعت مریضوں کے خیال سے عموماً رکھی گئی ہے۔ بروچ، کمرپیٹی اور گھڑی جو پن کے ذریعہ سے سینہ پر لگائی جاتی ہے یا لباس میں پن وغیرہ کا لگانا اس بنا پر ممنوع ہے کہ مبادا کسی ناتواں مریض کو اُٹھانے بٹھانے میں نہ چبھ جائے۔

کام یعنی نرسنگ کرتے وقت انگوٹھیاں اس لئے اُتار دینی چاہئیں کہ اُن میں مَیل اور جراثیم کے چھپنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(۷) زیرین لباس | بیرونی پتلے لباس کے نیچے سردی سے بچنے کے لئے کافی دبیز کپڑے کا کوئی دامن ہونا چاہیئے۔

(۸) اُوور کوٹ | پیشہ ور ہو یا غیر پیشہ ور ہر نرس کے پاس کوٹ ہونا چاہیئے تاکہ سردی میں باہر آنے جانے کے وقت ڈال لیا کرے۔

نرسوں کے لئے سادے اور ستھرے لباس کا ہونا اور زیورات کے استعمال کی ممانعت مریض کے آرام و راحت کے لحاظ سے رکھی گئی ہے کسی مذہبی نقطۂ خیال پر یہ ممانعت مبنی نہیں ہے۔

چنانچہ انہیں وجوہ کو لحاظ کرکے "سینٹ جان امبولنس بری گیڈ" St. John Ambulance Brigade کے نرسنگ ڈویژن Nursing Division یعنی (صیغۂ تیمار داری) کی پوشاک میں حتی الامکان اسپتالوں کی مجوزہ وردی کی تقلید کی گئی ہے۔

باب ہشتم

عیادت کے قواعد

شدید بیماریوں میں نرس کو لازم ہے کہ مریض کے کمرے میں عیادت کے لیئے لوگوں کے آنے جانے کے متعلق ضروری ہدایات حاصل کرے۔

عام قاعدہ یہی ہے کہ جہاں تک کم لوگ آئیں جائیں اسی قدر اچھا ہوتا ہے اور متعدی مرض میں تو نرس کا فرض عین ہونا چاہیئے کہ بہت کم لوگوں کو مریض کے پاس آنے دے۔ جو لوگ آئیں اُن کو لازم ہے کہ مریض سے دور رہیں اور رخصت ہونے کے وقت اپنے ہاتھوں کو صابون اور دیگر دافع رداعت ادویہ سے دھولیں، دیگر معمولی بیماریوں میں مریض کی راحت و آرام کو دوستی اور رشتہ داری کے تعلقات پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ جب کوئی دوست یا عزیز و قریب باہر سے آئے تو اِس کو بلا اطلاع یکایک مریض کے کمرے میں نہ چلے آنا چاہیئے۔ اور علی الخصوص اُس حالت میں جب کہ یہ گمان ہو کہ اُس کو دیکھ کر مریض کے جذبات میں ہیجان ہو جائے گا۔ آنے والے کو پہلے اطلاع کرانی چاہیئے۔ اِس کے بعد پھر مریض کے پاس آئے اطلاع کے بعد زیادہ

توقف بھی نہ کرے۔ بعض اوقات انتظار کی تکلیف کا بھی اثر ناتواں مریض پر خراب ہوتا ہے۔ عیادت کرنے والے کو لازم ہے کہ مریض کے سامنے بیٹھے تاکہ مریض اپنا سر اِدھر اُدھر تکیہ پر پھیرے بغیر اُس سے بات چیت کر سکے۔ مریض کے بستر پر ہرگز نہ بیٹھے اور نہ اُس پر جُھکے۔ اور جب رخصت ہونا چاہے تو فوراً اُٹھ جائے۔ عیادت والے کو مریض کے نزدیک عرصہ تک بیٹھنا نہ چاہئے۔[۵۷]

ملاقاتی کے چلے جانے کے بعد مریض کی حالت کو بغور دیکھ لینا چاہئے دوران ملاقات میں بات چیت کرنے کی وجہ سے مریض بمقابلہ پہلے کے کسی قدر ہشاش بشاش معلوم ہوتا ہے لیکن اس عارضی کیفیت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کا اثر نصف گھنٹے کے بعد مریض کی حالت سے ٹھیک ٹھیک ظاہر ہو سکتا ہے، اگر تکان کے آثار رونما ہوں تو سمجھنا چاہئے کہ ملاقات کا اثر اچھا نہیں ہوا۔

اضطرابی حالت میں دل بہلانے کے لئے مریض کے پاس دوست احباب کا آنا مفید ہوتا ہے۔

جب مریض بہت کمزور ہو اور اُس کے جذبات کو ملاقات کے باعث

---

[۵۷] مسلمانوں میں از روئے احکام مذہب جو آداب عیادت قرار دئے گئے ہیں اُن میں مریض کے پاس سے جلد اُٹھ کھڑا ہونا نہایت ضروری ہے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ افضل العیادۃ سرعت القیام۔ یعنی بہترین عیادت کی وہ عیادت ہے کہ اس میں جلد اُٹھ کھڑا ہو۔

اشتغال ہوتا ہو تو بیف ٹی Beef tea یا کوئی دوسری طرح چیز ملاقات کے بعد پلانی چاہیئے۔

ملاقات کے لئے جو لوگ آئیں اُن کو لازم ہے کہ مریض کے کھانے میں مخل نہ ہوں اور جب مریض سوتا ہو یا آرام کر رہا ہو تو اس وقت اُس کو تکلیف نہ دیں۔



باب ۸

کمزور اور ناتواں مریضوں کی تیمارداری

ہاتھ مُنہ[1] دُھلانا، بستر درست کرنا، مریض کو اُٹھانا

بستر کی چادر بدلنا، جھولنا، بیڈرسٹ Bed-Rest یعنی (بستر یا چارپائی پر سہارا بنا ہوا۔

واش Wash جسمانی صفائی ۔ روزمرّہ کم از کم ایک بار مریض کی جسمانی صفائی کر دینی چاہیے۔ تاکہ مسامات کھُل جائیں اور جلد اپنا فعل پورے طور پر کر سکے۔ اس قسم کی صفائی کا بہترین وقت علی الصباح ہے اسلئے کہ اوّل صبح کے وقت مریض بمقابلہ دیگر اوقات کے زیادہ قوی رہتا ہے۔ اور دوسرے یہ کُلیہ ہے کہ صبح کے وقت ٹمپریچر کمی پر ہوتا ہے۔

اعضا کے دُھونے میں یہ چیزیں ضرور موجود ہوں (۱) گرم پانی (۲) صابون (۳) لنٹ Lint یا فلالین کا ٹکڑا (۴) تین بڑے تولئے۔

اسفنج بوجوہ ذیل استعمال نہ کرنا چاہیے (۱) گراں قیمت ہوتے ہیں

[1] مُراد ہاتھ مُنہ دھونا اور جسم پر تولیا پھیرنا

(۲) اِن کا صاف رکھنا دشوار ہوتا ہے (۳) جذب شدہ پانی کی مقدار کا اندازہ ٹھیک ٹھیک نہیں ہو سکتا اور علاوہ اِن کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اگر غلطی سے دہ دب جاوے تو بستر نم ہو کر خراب ہو جاتا ہے پانی کا ظرف بستر پر نہ رکھا جائے بلکہ پلنگ سے ملا کر کوئی تپائی یا کوئی کرسی رکھ دی جاوے جس پر پانی کا ظرف رکھا رہے۔ صابون کی ٹکیہ پانی کے ظرف میں نہ ہو بلکہ صابون دان میں علیحدہ رکھی ہو۔ مریض کے اعضا مثلاً (۱) سر و گردن (۲) ہاتھ پاؤں (۳) جسم کے دھونے میں ہدایات ذیل کی پابندی لازم ہے۔

(۱) سر و گردن | تکیہ پر دو تہہ کر کے ایک تولیہ بچھا دیا جاوے اور چہرہ کان اور گردن دھوئی جائے۔ اگر مریض مرد ہے تو ہفتہ میں دو تین بار سر کے بال دھو دئے جائیں۔ لیکن احتیاط ہمیشہ رکھی جاوے کہ دھونے کے بعد پورے طور پر بال خشک کر لئے جائیں۔ ہر قسم کی علالت میں دن میں کم از کم ایک بار بالوں میں برُش یا کنگھی ضرور کی جاوے۔ بعض امراض میں سر کے سب بال اُتروا دینے لازمی ہیں۔ ڈاڑھی اور مونچھ صابون کے پانی سے دھوئے جائیں اور کھانے کے بعد کنگھی کر کے برُش پھیر دیا جاوے ورنہ کھانے کے ٹکڑے اُس میں اُلجھ کر رہ جائیں گے اور تعفن پیدا کر دیں گے۔

نرس کو لازم ہے کہ ایک حصہ سفوف گندھک میں وسں گنی بورک ایسڈ Boric acid ملا کر ہر تیسرے دن مریض کے سر میں

مالش کردی جائے۔ اِس میں فائدہ یہ ہے کہ صحت ہونے پر بال گرنے سے محفوظ رہ جاتے ہیں۔

بخار والے امراض مثلاً انٹرک فیور Enteric fever تپ محرقہ جن کا سلسلہ عرصہ تک قائم رہتا ہے۔ اگر ان کے ابتدائی زمانہ میں سر کے بال ترشوا دئے جائیں تو کوئی ہو عورت ہو یا مرد بچہ ہو یا بوڑھا صحت ہونے پر سب بال گر جاتے ہیں۔ خاص کر مرد تو ہمیشہ کے لئے بالوں سے فارغ البال ہو جاتے ہیں۔

(ب) اعضاء | ایک وقت میں صرف ایک عضو دھویا جائے۔ اور بقیہ کو ڈھکا رکھا جائے تاکہ ٹھنڈ سے محفوظ رہے۔ بازو دھونے کی حالت میں اُس کو کندھے تک برہنہ کر لیا جائے اور نیچے ایک خشک تولیہ بچھا دیا جائے تاکہ بستر تر نہ ہو اور پھر اس کو دھو دیا جائے دھونے کے بعد فوراً خشک کر کے کوئی کپڑا اُڑھا دیا جائے۔ ٹانگیں دھونے میں اِس امر کا لحاظ ضرور کیا جائے کہ بال اچھی طرح خشک کئے جائیں اور خاص کر انگلیوں کے بیچ میں سے خشک کیا جائے۔ اگر ضرورت ناخون تراشنے کی ہو تو بخلاف ہاتھ کی اُنگلیوں کے پاؤں کی اُنگلیوں کے ناخون مربع کی صورت میں تراشے جائیں اور گولائی میں نہ تراشے جائیں۔

(ج) جسم | اگر دھڑ کو دھونا ہے تو گردن سے لیکر کمر تک سینہ کو برہنہ کیا جائے اور گردن اور دھڑ کے اوپر کا حصہ کسی کپڑے سے ڈھکا

رکھا جائے تاکہ سردی سے محفوظ رہے۔ اور مریض کے دھڑ اور نیچے کی چادر کے درمیان دونوں جانب ایک تولیہ لگا دیا جائے۔ اس کے بعد دھڑ کو دھو دیا جائے اور دھونے کے بعد فوراً خشک کر لینا چاہیئے۔

پشت دھونے کے لیئے مریض کو ایک کروٹ کر دیا جائے اور پشت کو برہنہ کیا جائے اور جسم کے دیگر اعضاء اور اگلے حصّہ کو بستر کی چادر سے احتیاط سے ڈھانک دیا جائے اور پھر ایک تولیہ دھڑ اور چادر کے درمیان میں لگا دیا جائے۔ اس کے بعد پشت کو دھو کر خوب اچھی طرح سے خشک کر لی جائے۔ پشت کی جلد کی کیفیت سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ بعض بیماریوں میں جب مریض بہت لاغر اور ناتواں ہو جاتا ہے یا فالج اور استسقاء کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو جلد رگڑ کھا کر چھل جاتی ہے۔ یا عرصہ تک لیٹے رہنے سے دباؤ پڑ کر بعض پیٹھ میں بیڈسور Beds ore (یعنی پڑے رہنے سے جو زخم پڑ جاتا ہے) ہو جاتا ہے۔ بیڈسور Beds ore زیادہ تر ریڑھ یا پیٹھ کو لھے کی ہڈی پر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں پشت خوب اچھی طرح دھوئی جائے اور پھر خشک کر کے وائن Wine اسپرٹ Spirit لگا دی جائے اور اوپر سے بورک پوڈر Boric Powder اچھی طرح بورک دیا جائے اگر بورک پوڈر Boric Powder جوڑوں میں مثلاً بغل۔ پیٹھ اور ٹانگوں کے درمیان کبھی کبھی بورک دیا جایا کرے تو نہایت مفید ہوتا ہے اور بد بو کے پیدا ہونے میں مانع ہوتا ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ ضرورت سے زائد نہ چھڑکا جائے۔

سونے کے کپڑے بدلنا ۱ مریض کے رات کی صاف اور ستھری پوشاک پہننے کا وقت وہ ہے جب کہ اُس کے جسم کی صفائی کی جاتی ہے۔ اگر مریض اپنے پلنگ پر آسانی کے ساتھ کروٹ بدل سکتا ہے تو کپڑوں کے بدلنے میں کچھ بھی دقت نہیں ہوگی۔ لیکن جب ہاتھ پاؤں کا ہلانا ناممکن ہو یا تکلیف ہوتی ہو تو اُس کی ترکیب یہ ہے:-

پہلے لباس کی آستینوں کو بغل کی سیون تک چُن لو۔ بعد ازاں گریبان کو سامنے کی جانب شانے پر ہوتا ہوا گردن میں ڈالو۔ اِس رات کے لباس کی سیون کو اُسی جانب نیچے سے بغل کے اوپر کے حصّہ تک اور شانہ کے اوپر سے ہوتے ہوئے سامنے کی سیون پر لاکر کھول دو اور کھلی ہوئی جانب یعنی آستینوں اور شانوں اور پیٹھ کے ایک طرف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر فیتے ٹانک دو تاکہ جب یہ پہنے جائیں تو فیتے لگا دیئے جائیں اور لباس بدن میں فٹ ہو جائے۔[1]

کپڑے پہنانے میں اوّل کھلے ہوئے بازوؤں کو آستینوں میں ڈالا جائے بعد ازاں آہستہ آہستہ لباس کو مریض کی پیٹھ اور سینہ پر بلا مریض کو حرکت دیئے ہوئے لایا جائے اور فیتے باندھ دیئے جائیں۔

[1] ہندوستانی لباس میں زیادہ تکلیف نہیں ہوتی البتہ اِس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ لباس ڈھیلا ہو۔ اگر گریبان یا آستینیں تنگ ہوں گی تو مریض کو تکلیف پہنچیگی چوڑی دار یا تنگ مُہری کا پاجامہ بھی تکلیف دیگا۔

اگر مریض مرد ہے اور حرکت نہیں کر سکتا تو کوٹ پیٹھ کی جانب سے پہنانا چاہیئے۔ اور پاجامہ ایسا لباس ہے کہ ناتواں اور ناقابل حرکت مریض کو بھی بہ آسانی پہنایا جا سکتا ہے۔

سونے کا لباس صبح و شام دونوں وقت بدلنا نہایت مُفید ہوتا ہے۔

مریض کی زبان کی صفائی کی ضرورت اکثر ہوتی ہے اور بہترین تدبیر یہ ہے کہ نرس اپنی اُنگلی میں کپڑا لپیٹ لے اور لیموں اور گلیسرین Glycerine کے مُرکب سلوشن Solution میں یا بورکس Boric کے گلیسرین Glycerine میں تر کر کے رگڑ دیا کرے۔

زمانہ علالت میں مریض کے دانتوں اور مُنہ کی صفائی پر خاص توجہ ہونی چاہیئے اور صبح و شام دانتوں میں برُش کرنا چاہیئے اور ہر کھانے کے بعد مُنہ دھلوا دینا چاہیئے۔

بستر لگانا | مریض کا بستر جب کبھی ممکن ہو دن میں ایک مرتبہ ضرور جھاڑ کر بچھانا چاہیئے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مریض کے کمرے میں دو بستروں کا ہونا باعث سہولت ہے۔ مریض کو ایک بستر سے دوسرے بستر پر اُٹھا کر لٹایا جائے یا آرام چوکی پر لٹایا جائے اور احتیاط کے ساتھ مریض کو ڈھانکا جائے اُس وقت تک جب تک کہ بستر کو ہَوا لگائی جا رہی ہے۔

جس حالت میں کہ صرف ایک ہی بستر ہو تو کام چلانے کے لئے عارضی چیئر بیڈ Chair-bed (یعنی کرُسی کا بستر) مریض کے لئے

بنا لینا چاہیئے۔ ترکیب یہ ہے کہ پلنگ سے ملا کر تین چار کرسیاں اس طرح رکھی جائیں کہ اُن کی نشست تو بستر کی جانب ہو اور پُشت دوسری جانب ہو۔ اگر کرسیوں کی سطح پلنگ کے برابر نہیں ہے تو کئی تہہ کرکے کمّل یا تکیئے وغیرہ ان پر رکھ دئے جائیں۔ بعد ازاں اُن پر ایک کمّل اس طرح سے ڈال دیا جائے کہ اُن کی پشت پر سے لٹکا رہے۔ بعد ازاں مریض یا تو اپنی طاقت سے یا نرس کے سہارے سے آہستہ آہستہ بستر کی جانب کرسیوں کے پاس چلا جائے اور کمّل کرسیوں کے پیچھے کا پڑا ہوا اُس پر اُڑھا دیا جائے مریض کے سر کے نیچے ایک تکیہ بھی رکھ دیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو گرمائی کے لئے ایک اور کمّل بھی اُڑھا دیا جائے۔ اس کے بعد اصلی بستر کے کمّل اور چادریں اُٹھا لی جائیں۔ اس میں سے ایک کمّل کو بستر کے نیچے کی جانب لٹکایا جائے اور دوسرا کرسیوں کے اوپر لٹکایا جائے مگر وہ کسی طور سے اکھٹے یہ پھیلائے جائیں ورنہ اُن کو ہوا یا دھوپ نہ لگے گی۔ بعد ازاں گدا اُلٹ دیا جائے۔ اور چادریں اور تکیے وغیرہ بدل دیئے جائیں۔ تکئے کو ہوا دینے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو خوب ہلایا جائے اس کے ہر ایک سرے کو پکڑ کر کئی بار موڑا اور ہلایا جائے اور اس عمل کو بار بار دُہرایا جائے جیسے "دوکمر ٹھنیا" concertina باجے کے بجانے میں عمل کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں تکیہ کو بیچ سے پکڑ کر جلد ہی جلدی دبایا اور کھینچا جائے

اس سے گرم ہوا جو اُس کے اندر پہلے سے جمع ہوگی نکل جائے گی۔ اور بجائے اُس کے تازہ اور ٹھنڈی ہوا بھر آئے گی۔ اِس طرح عمل کرنے سے نہ صرف کثیف ہوا نکل جائے گی بلکہ تازہ ہوا بھر جانے کی وجہ سے تکیہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ عموماً سب کو اور خاص کر بخار والے مریضوں کو اِس سے بہت آرام ملتا ہے[لے]

گدّے کا تبدیل کرنا اگر گدّا خراب ہو گیا ہے اور مریض میں حرکت کرنے کی طاقت باقی نہیں ہے یا ہڈی وغیرہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے اُس کا اُٹھنا غیر ممکن ہو تو دونوں جانب سے کمّلوں کو لپیٹ کر مریض کے جسم تک لانا چاہیے۔ بعد ازاں چار آدمی چاروں کونوں کو پکڑ کر مریض کو کسی قدر اُٹھائیں اور دوسرے لوگ نیچے سے سابقہ گدّے کو کھینچ لیں اور نیا گدّا بچھا دیں۔

چادر کا تبدیل کرنا اوپر والی چادر بدلنے میں سب کمّلوں کو اُٹھا لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک کمّل جو اُس کثیف چادر سے ملا ہوا ہے رہنے دینا چاہیے۔ بعد ازاں صاف چادر کسی دوسرے صاف کمّل سے لگا کر اُس کمّل کے اوپر لگا دی جائے جو کمّل کہ میلی چادر کے اوپر ہے اور کثیف چادر مع کمّل کے ایک ہاتھ سے کھینچی جائے اور دوسرے ہاتھ سے نرس صاف چادر اور کمّل کو مریض کی ٹھوڑی کے

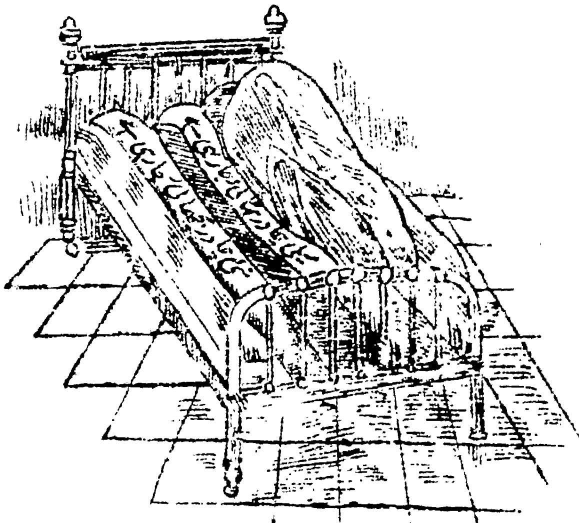
[لے] جہاں تک ممکن ہو تکیہ صاف تازہ روئی کا ہو۔ ڈاکٹر پرانی روئی جو لحاف اور توشک وغیرہ سے نکال کر تکیے بنا لیتے ہیں وہ مضر صحت ہوتے ہیں۔

نیچے تک لے جایا جائے اور پھر کثیف چادر معہ کمبل کے پیروں کی جانب سے آہستہ آہستہ کھینچی جائے۔

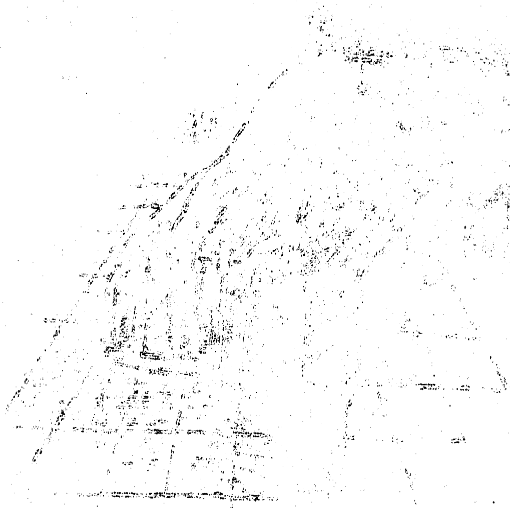
اگر مریض کے نیچے کی چادر اُٹھانی منظور ہو تو اوّل اِس کے بند گدے سے جُدا کئے جائیں بعد ازاں ایک صاف چادر کو لمبائی میں نصف عرض تک لپیٹ لیا جائے۔ مریض کو ایک جانب کر دیا جائے اور جو چادر بچھی ہوئی ہے اُس کو اُسی طرح رہنے دیا جائے۔ جس جانب مریض نہیں ہے اُس جانب سے وہاں تک جہاں تک کہ مریض کا جسم ہے چادر کو لپیٹا جائے اور تکئے اُٹھائے جائیں اور پھر لپٹی ہوئی صاف چادر بستر کے اُس جانب پر لگائی جائے جہاں کا گدا خالی ہے اور اُس کے کنارے مضبوطی کے ساتھ گدے کے نیچے لگا دئے جائیں۔ اِس کے بعد اِس صاف چادر کے حصّہ پر مریض کو کروٹ بدلوا دی جائے (دیکھو نقشہ)

کثیف چادر اب دور کی جائے اور گدّے کے اوپر ایک صاف چادر بچھا دی جائے اور اِس کو سرہانے اور پائینتیوں اور دونوں جانب سے اچھی طرح پر اندر کو کر دی جائے۔

اگر مریض کروٹ بدلنے سے مجبور ہے تو صاف چادر کو بجائے طول میں لپیٹنے کے چوڑائی میں لپیٹا جائے اور پاؤں کی جانب سے بچھانی شروع کی جائے اور کثیف چادر کو لپیٹا جائے اور مریض کے پاؤں، ٹانگیں اور کولھے، شانے، اور سر کو اُٹھاتے ہوئے صاف



نمبر۴ نیچے کی چادر بدلی جا رہی ہے



چادر کو نیچے سے اوپر کی طرف بچھاتے جائیں۔ اور میلی کثیف چادر کو لپیٹتے جائیں۔

ڈراشیٹ Dzaw Sheet پسینہ جب زیادہ آتا ہو یا نیچے والی چادر کے خراب ہوجانے کا اندیشہ ہو تو ایک چادر بڑی چادر پر بچھادی جائے یہ چادر شانہ سے لیکر گھٹنے تک لانبی ہو اور اس کے بچھانے کی ترکیب یہ ہے :—

کہ کسی معمولی چادر کو لنبان میں تہہ کرلو اور ایک طرف سے اُس کو گول بنالو اور اس کو بستر کے ایک جانب گدّے کے نیچے لگادو۔ چادر کے دوسرے جانب مریض کو لٹادو اور لپٹی ہوئی چادر کو بستر کے دوسری جانب پھیلادو اور جو کپڑا لٹکا ہوا ہو اُس کو جس طرف وہ لٹکا ہو گدّے کے نیچے دبادو۔ اور جب نیچے کی چادر خراب ہوجائے تو اُس کو دونوں جانب کھولدو اور پھر مریض کے نیچے سے نکال لو حتیٰ کہ وہ ایک صاف حصّہ چادر پر پڑا رہے۔ اور بعد کو چادر کا زیادہ حصہ دونوں طرف دبادو۔ جب مواد بہت زیادہ ہو جیسے کہ ولادت کی حالت میں تو ایک موم جامہ کا ٹکڑا اس نیچے کی چادر پر بچھادینا چاہیئے اور اوپر سے یہ چادر لگادی جائے۔ ایسی حالتوں میں چادر مذکور کی جگہ پر دوسری صاف چادر بچھادینی چاہیئے جب کہ موخرالذکر خراب ہوجائے۔

بیڈسور Bedsore نحیف اور لاغر مریضوں کی تیمارداری میں

اِس بات کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اُن کے بستر پر پڑے رہنے سے بیڈسور Beasore (یعنی زخم فراش) نہ ہوجائے۔ فالج یا ریڑھ کی ہڈی کی ضرب میں اِس سے بچنا محال ہے۔ لیکن اگر اور امراض میں یہ نمودار ہوجائے تو نرس کے لئے شرم کی بات ہے۔

بیڈسور کے اسباب یہ ہیں :-

(۱) جہاں پر جلد کے نیچے ہڈی بالکل نزدیک نمودار ہوتی ہے۔ ایسی جگہ پر متواتر دباؤ کا پڑنا۔

(۲) رگڑ۔

(۳) نمی۔

(۴) نیچے کی چادر یا قمیص میں شکن پڑنا۔

(۵) بستر کے اندر کسی چیز کے ٹکڑے وغیرہ کا پایا جانا۔

(۱) جب عرصہ تک ریڑھ، کولھا۔ شانہ، یا ایڑی پر دباؤ پڑتا ہے تو بیڈسور Bedsore ہوجاتا ہے۔

(۲) رگڑ کھانے سے ٹخنوں گھٹنوں اور کہنیوں کے نیچے کا چمڑہ اور سر کا وہ حصہ جو تکیہ سے لگا رہتا ہے چھل جاتا ہے۔

اگر امور ذیل کا لحاظ کیا جائے تو یہ شکایت نہیں ہونے پاتی

(۱) انتہا صفائی (۲) دباؤ نہ پڑنے دینا۔ صبح و شام پشت اور شانہ کو صابون سے دھوتے رہنا چاہئے اور احتیاط کے ساتھ خشک کرلینا چاہئے۔ دھونے کے بعد اسپرٹ Spirit برانڈی Brandy

یا یوڈی کلون Eou-de-cologne کی مالش کردی جائے
اور چار حصہ بورک پوڈر Boric Powder ایک حصّہ اوکسائڈ
آف زنک Oxice of zinc میں ملا کر چھڑک دیا جائے۔
پانی یا ہوا بھرے ہوئے اور ربڑ کے بستر اور تکئے اور گدّے اور گول
گدّے ان زخموں کو روکنے کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں۔ زانو۔ ٹخنوں
اور کہنیوں کی حفاظت کے لئے روئی کا گالا رکھ کر باندھ دینا مفید
ہوتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو دو گھنٹے سے زائد ایک کروٹ مریض کو نہ لیٹنے
دیا جائے۔ پہلے ایک کروٹ بعد ازاں دوسری کروٹ تکئے کا سہارا
لگا کر کر دینا چاہئے۔

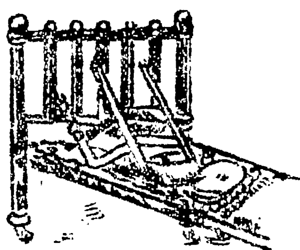
نرس کو لازم ہے کہ جب ہڈی کی اوپر کی جلد سرخ ہو جائے تو
فوراً ڈاکٹر کو بتا دے۔

بیڈ ریسٹ Bed Rest یعنی بستر پر بیٹھ جانے کے لئے
سہارے۔ یہ اس واسطے بنائے جاتے ہیں کہ مریض بستر میں اپنے
سہارے سے بیٹھ جائے۔ یہ سہارے اس طور سے بنائے جاتے ہیں
کہ پلنگ پر ایک کرسی اُلٹ کر رکھ دی جائے اور کرسی کی پشت پر
کوئی گدّا یا کوئی دوسری ملائم چیز رکھ دی جائے۔ اور اس کے سہارے
سے مریض کو بٹھا دیا جائے (دیکھو نقشہ)

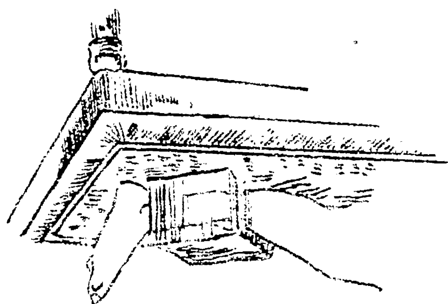
اُٹھنے کے لئے اگر پلنگ کی پائینتی میں کوئی تولیا باندھ دیا جائے
تو اس کو پکڑ کر کھسکنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اگر خوف ہو کہ مریض

بستر پر سے پھسل کر فرش پر گر جائے تو گدّے کے نیچے کوئی لکڑی کا تختہ یا بانس رکھ دیا جائے جو کہ گدّے کو مریض کے گوشے کے نیچے ذرا اُٹھائے رکھے یا پلنگ کے پایوں کے نیچے کوئی ہموار لکڑی کے ٹکڑے وغیرہ رکھ دئے جائیں - اِس سے مریض کے نیچے کو پھسلنے کا احتمال نہیں ہوگا -

بیڈ کریڈل Bed-cradles | جب زخمی ٹانگ کے حصّہ کو بستر کے لگنے سے بچانا ہو تو بیڈ کریڈل Bed-Cradle کی ضرورت ہوتی ہے - ایک خالی Whisky یا شراب کا بکس جس کے دونوں جانب کے حصّے نکال دئے جائیں یا تیل کا کنستر جس کا ڈھکن نہ ہو تو یہ چیزیں بیڈ کریڈل Bed-Cradle کے طور سے استعمال ہو سکتی ہیں - اور یہ ایسی ہیں کہ ہندوستان میں آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں -



نمبر ۵ - ترمیم شدہ بستر کا سہارا



نمبر ۱۴ - ترمیم شدہ جھولا

باب ۵

مریض کی غذا

غذا کے پرورشی اجزا حسب ذیل پانچ قسموں میں سے کسی نہ کسی قسم کے ضرور ہوتے ہیں۔

(۱) نائٹروجینس Nitrogenoos اجزائے لحمی۔ ان میں انڈے، گوشت، مچھلی، پرند، اور بعض اقسام کی ترکاریاں مثلاً مٹر، سیم، اور لنٹل Lentils یعنی پھلیاں شامل ہیں۔

(۲) فیٹی فوڈس Fatty-Foods اغذیہ مسمنہ۔ ان میں مکھن بالائی، گھی، اور جمیع جانوروں کی چربی شامل ہے۔

(۳) کاربوہائیڈریٹ Carbohydrate نشاستہ دار۔ اس قسم کی اغذیہ میں شکر، آلو، ٹےپی کو Tapioca ساگودانہ، چاول وغیرہ شامل ہیں۔ پاؤ روٹی میں بھی نشاستہ کا جزو ہوتا ہے۔ لیکن باسی ہوجانے یا ٹوسٹ Toast بنانے یا ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد بمقابلہ دیگر ہم قسم اشیا کے نشاستہ کی ثقالت کچھ کم ہوجاتی ہے۔ علاوہ نشاستہ کے روٹی میں خفیف مقدار میں نائٹروجن Nitrogen اور

دہنیت ہوتی ہے۔ (۴) منرل فوڈس Mineral Foods
معمولی نمک گندھک اور فاس فیٹس Phosphates اور کاربونیٹس
Csrbcnates شامل ہیں۔ (۵) غذا کا جزو اعظم پانی بھی ہے اور
بقائے حیات کے لئے مثل ہوا کے یہ بھی ضروری ہے۔

علاوہ ان پانچ ضروری اجزا کے چند اور چیزیں مثلاً چائے، قہوہ
مٹھائیاں بھی ہیں جو کھائی جاتی ہیں۔ سوائے پانی اور ہوا کے غذا
میں جزو لحمی یعنی (۱) نیٹروجن Nitrogen کا ہونا ضروری ہے
تاکہ عضلات عروق، اور اعظام اور اعصاب بڑھیں اور پرورش
پائیں۔ (۲) نمکیات بھی بقائے صحت کے لئے ضروری ہیں۔ خون
اور استخواں کی ساخت میں ان سے مدد ملتی ہے۔ (۳) اجزائے
دہنیہ۔ اگرچہ جسم کے اندر پروٹینس Proteins (اجزائے دودھ
و مکھن) سے کسی قدر روغن یا چربی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن نہ اس قدر
نامکہ جو ضروریات صحت کے لئے کافی ہو اس لئے خواہ چربی خواہ
کاربوہائیڈریٹ Carbohydrate خوراک میں ہونی چاہیے۔

عمر، جنس، آب و ہوا، موسم اور اختلاف طبائع کا لحاظ مقدار
اور نوعیت غذا پر بہت کچھ ہوتا ہے۔

غذائیں ہندوستانی ہوں یا انگریزی پچاس سے اسی اونس
تک فی صدی پانی کا جزو ہوتا ہے۔ انسان روزانہ اپنے وزن کا
قریباً سوواں بلا حصہ خشک غذا اور غذا کا سے گنا پانی اپنے جسم کے اندر

داخل کرتا ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کون کون چیزیں زیادہ کھائی جاتی ہیں۔

اغذیہ لحمی

لحم ۱ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سُرخ دوسرا سفید۔ سرخ گوشت میں بکری، بھیڑ، گائے۔ اور سور کے گوشت شامل ہیں۔ اور سفید میں پرندوں۔ بیرو وغیرہ کے گوشت شمار کئے جاتے ہیں۔ پرند اور طیور کے گوشت بمقابلہ اوّل الذکر کے زیادہ زود ہضم ہوتے ہیں ان میں نائیٹروجن Nitrogen البتہ کم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پرورشی مادہ زیادہ نہیں ہوتا۔

مچھلی بمقابلہ اُن گوشتوں کے جو قصّاب فروخت کرتے ہیں۔ مچھلی میں پانی زائد اور چربی کم ہوتی ہے اور اخراجی مادہ کم ہوتا ہے یہ خیال کرنا کہ مچھلی مقوی دماغ ہے سراسر غلط ہے۔

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مچھلی میں فاسفورس Phosphorus کا جزو زیادہ ہوتا ہے اور دماغ کے لئے فاسفورس Phosphorus مفید ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی رائے درست نہیں ہے اب تک یہ نہیں ثابت ہو سکا کہ آیا مچھلی میں فاسفورس Phosphorus زیادہ ہوتا ہے اور فاسفورس Phosphorus دماغ کے لئے مفید بھی ہے یا نہیں۔

ہندوستان میں مریضوں کو مچھلی بہت احتیاط کے ساتھ دینی چاہئے کیونکہ یہ بہت جلد سڑ جاتی ہے۔

انڈے اس میں نائیٹروجن Nitrogen یعنی جزو لحمی زیادہ ہوتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ یہ سب سے بہتر غذا ہے۔ سفیدی میں البیومن Albumen اور پانی کا جزو زیادہ ہوتا ہے خام اور نیم برشت حالت میں نہایت سریع الہضم ہوتا ہے۔ البتہ اگر دیر تک ابالا جائے تو ثقالت آجاتی ہے۔ اس کی زردی میں جزو مدہنہ اور فاس فیٹ Phosphate زیادہ ہوتا ہے۔ انڈے میں حیوانی اور نباتی دونوں اجزا پائے جاتے ہیں۔ شکر اور نشاستہ بالکل نہیں ہوتا۔

دودھ زیادہ دودھ جو ہم استعمال کرتے ہیں وہ گائے کا ہوتا ہے۔ بھینس، بکری، بھیڑی کے دودھ اور گائے کے دودھ کے اجزا یکساں نہیں ہوتے بلکہ خواص میں ہر ایک کے فرق ہوتا ہے لیکن کم و بیش مفید ہوتے ہیں سب یکساں ہوتے ہیں۔

دودھ کا شمار بہترین غذاؤں میں سے ہے۔ اس کے اجزا میں پرورشی مادہ زیادہ ہوتا ہے اور نہایت سریع الہضم غذا ہے چونکہ نوزائیدہ بچوں کی بھی غذا ہے اس لئے قادرمطلق نے اس میں پانی کا جزو اور نیز دہنیت اور پرورشی مادہ زیادہ رکھا ہے اور نشاستہ و شکر کا جزو کم ہوتا ہے۔ اس لئے علاوہ بچوں کے جوانوں کے لئے

کامل غذا ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بچوں اور مریضوں اور کمزور دل وناتواں لوگوں کے لئے دودھ بدرجۂ غایت مفید غذا ہے۔ ایک پائنٹ Pint اچھے اور خالص دودھ میں قریباً ڈھائی اونس پانی کا جزو ہوتا ہے۔ اور ایک پونڈ گوشت میں قریباً چار اونس ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب اجزا پورے طور پر ہضم نہیں ہوتے۔ برخلاف اس کے دودھ کے اجزائے مذکور سب ہضم ہو جاتے ہیں۔

دودھ کے استعمال کا عام قاعدہ یہ ہے کہ اُبال کر یا پاسچیرائز Pasteurised کر کے صاف کر لیا جائے۔ اُبلا ہوا دودھ بہ نسبت تازہ دودھ کے زیادہ سریع الہضم ہوتا ہے۔ اگرچہ پرورشی مادہ اُبالنے سے کچھ کم ہو جاتا ہے۔

مریضوں کے لئے بالائی اُتارا ہوا دودھ اور "دہی" Whey بہت مفید خوش ذائقہ اور سریع الہضم ہوتا ہے۔

"روغنی اشیا"

مکھن | عمدہ اور خالص مکھن کا رنگ زرد ہونا چاہئے۔ اگرچہ اگاہ جہاں دودھ دار مویشی چرائی جاتی ہیں خوب شاداب اور سرسبز ہے تو مکھن کا رنگ بھی زیادہ شوخ ہوتا ہے۔ جو گائیں مکانوں میں رکھی جاتی ہیں اور اُن کو خشک گھانس یا بھوسہ کھلایا جاتا ہے۔ اُن کا نہ دودھ اچھا ہوتا ہے اور نہ مکھن۔ بھینس کے دودھ کی بالائی

کا رنگ ہلکا سفید ہوتا ہے۔

حیوانات کی غذا کا اثر اُن کے مکھن یا گھی کے رنگ پر بہت ہوتا ہے۔ مکھن کے زردی مائل ہونے کے لئے اکثر لوگ اپنے مویشیوں کو مختلف چیزیں کھلاتے ہیں۔

اگر مکھن اچھا اور خالص ہے تو مریضوں کے لئے بہت مفید ہوگا۔ تازہ اور عمدہ مکھن نہایت خوش ذائقہ اور سریع الہضم ہوتا ہے۔

ہندوستانی لوگ بجائے مکھن کے گھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بھی مقوی اور عمدہ ہونے میں کلام نہیں۔ لیکن بوجہ خاص ذائقہ کے انگریزوں کو مرغوب نہیں۔

"نباتی غذائیں"

مریضوں کو چند خاص نباتی غذائیں حسب ذیل دیجاتی ہیں۔

۱۔ روٹی | یہ مختلف طریقوں سے پکائی جاتی ہے۔ سب طریقوں کی غرض یہی ہوتی ہے کہ پانی ملاکر آٹا گوندھا جائے اور قریباً ساڑھے چارسو فہرن ہائٹ Fahrenheit ٹمپریچر میں پکائی جائے۔

عمدہ روٹی وہ ہوتی ہے کہ جو ہلکی ہو اور اندر سے مثل اسپنج کے خانہ دار ہو۔ اس کا مزہ نہ ترش اور نہ تلخ ہو اور نہ خشک ہو۔ ہر طرف سے اس طرح پک جائے کہ آگ سے اُتار لینے پر نیچے کا حصہ

پیسیج نہ جائے۔

۲-اوٹ میں Oatneal دلیا تمام غلّوں میں اوٹ میل Oatmeal سے زیادہ کسی دوسرے غلہ میں پرورشی اجزا نہیں ہوتے۔اس میں جزو مدہنہ بھی بہت ہوتا ہے۔اس کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ اوٹ Oat کو پیسا نہ جائے بلکہ دل لیا جائے۔چنانچہ بہ نسبت معمولی اوٹ میں Oatneal کے دلی ہوئی زیادہ زود ہضم اور آسانی سے گل جانے والی ہوتی ہے۔اس طریقہ سے بنا کر تاجر لوگ مختلف نام رکھ کر فروخت کرتے ہیں۔

۳-گرودیل Gruel پانی یا دودھ میں اوٹ میل Oatneal اوبال کر بنایا جاتا ہے۔اور پورج Porridge کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ کھولتے پانی میں میل Neal ڈالکر یہاں تک چلاتے رہیں کہ آخر میں مثل پڈنگ Pudding کے ہو جائے۔

۴-کارن فلاور Cornflour مٹر یا جو سے بنایا جاتا ہے، ایلکلائن سلوشن Alkaline solution سے دھوکر لحمی اور مدہنہ جزو نکال دیا جاتا ہے اور اس طرح نشاستہ کا جز بہت کم رہجاتا ہے۔

۵-چاول لحمیت اور دہنیت اور نمکیات بمقابلہ دوسرے غلّوں کے چاول میں بہت کم ہوتی ہے برخلاف اس کے ۷۰ فیصدی نشاستہ کا جزو ہوتا ہے اُبالنے پر قریباً پنج گونہ پانی جذب کرتا ہے اور بعض نمکیات اُبالنے سے دور ہو جاتے ہیں۔اس لئے مناسب یہ ہے کہ چاول

کو بھاپ[۵] سے پکایا جائے۔

چونکہ لحمیت اور دہنیت چاول میں بہت کم ہوتی ہے اِس لئے پرورشی مادہ بھی کم ہوتا ہے خالی چاول پر کامل غذا کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس لئے اِس کو دودھ یا انڈوں کے ساتھ کھانا چاہیے تاکہ لحمیت وغیرہ کی کمی کی کچھ تلافی ہو جائے۔

۶۔ آلو | اِس میں شکر نشاستہ اور کسی قدر پرٹیڈ Protera ہوتا ہے۔ خوب پکایا ہوا آلو سریع الہضم ہوتا ہے۔ اِس کے عرق میں جو نمکیات ہوتے ہیں وہ مرض "گوشت خورہ" کے لئے حفظ ماتقدم ہوتے ہیں۔

۷۔ سبز ترکاریاں | ان میں پانی کا جزو بہت زیادہ ہوتا ہے اور ریشہ اور خفیف مقدار میں شکر اور گوند وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ خوش ذائقہ کرنے کے لئے ترکاریاں عمدہ غذا ہیں اور ان سے امراض متعدی متعلقہ لب، دنداں، مسوڑھے، حلق وغیرہ کے بھی نہیں ہوتے۔

۸۔ چوسنے والے پھل | بہت تھوڑی غذائیت رکھتے ہیں۔ مگر نباتی سالٹ Salt اُن میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بھی اینٹس کاربیٹک

---

[۵] بھاپ سے پکانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولھے پر رکھ دیا جائے اور دیگچی کے مُنہ پر موٹا اور صاف مگر سفید کپڑا باندھ کر اس میں چاول ڈال دئے جائیں اور اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ اب پانی میں گرم ہونے کے بعد جو بھاپ نکلے گی وہ اِن چاولوں کو پکا دے گی۔

Antiscorbatic اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔

غذا کا چبانا

لعابِ دہن کا اثر ہضم کرنے کے فعل پر بہت ہوتا ہے۔ روٹی اور نشاستہ والی اغذیہ میں اگر لعابِ دہن کی امداد نہ ہو تو زیادہ ثقالت پیدا کرتی ہیں چنانچہ غذا کے پورے طور پر ہضم کرنے کے لئے نہ صرف چبانے کی ضرورت ہے بلکہ کچھ دیر تک مُنہ میں بھی رکھنا اور پھراتے رہنا چاہیئے۔ مریضوں کی غذاؤں پر بدرجۂ خاص لعاب دہن کا اثر ہونا ضروری ہے۔ روٹی۔ دودھ۔ چاول۔ ساگودانہ۔ پوڈنگ Pudding یہ سب ایسے کھانے ہیں کہ ان کو زیادہ چبانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن فوراً نہ نگل جانا چاہیئے کچھ دیر تک مُنہ میں رکھے جائیں تاکہ لُعابِ دہن پورے طور پر ان میں مل جاوے۔ جب کوئی شخص لعابِ دہن خالی نگل جاتا ہے۔ تو معدہ میں پہنچنے پر اس کی قوت ہاضمہ زائل ہو جاتی ہے۔



باب یازدہم

مریض کے لئے کھانا پکانا

کھانا پکانے میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) پکنے پر غذا دیکھنے میں خوشنما معلوم ہو اور خوش ذائقہ۔

(۲) پکانے میں ثقالت دور کی جائے اور اس مناسبت کے ساتھ اجزا اُس میں ملائے جائیں کہ جن سے وہ دیر تک خراب نہ ہو۔

یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ جس قدر دیر تک چیز پکائی جائے گی اُسی قدر جلد ہضم ہو جائے گی البتہ ترکاریوں کی نسبت یہ خیال صحیح ہو سکتا ہے۔ گوشت اگر زیادہ پکایا جائے تو اُس میں ثقالت آجاتی ہے یہ بات دوسری ہے کہ زیادہ پکا ہوا گوشت دیکھنے میں آنکھوں کو بھلا معلوم ہو اور اُس کی وجہ سے ہاضم لعاب زائد مقدار میں پیدا ہوں کہ جس سے وہ ہضم اچھی طرح پر ہو جائے۔

کھانے کی چیزیں مختلف طریقوں سے پکائی جاتی ہیں مثلاً پانی میں اُبالی جاتی ہیں۔ بریاں کی جاتی ہیں۔ تنور میں پکائی جاتی ہیں۔ آگ پر سینک کر پکائی جاتی ہیں۔ ماہی توے میں مکھن یا گھی ڈال کر بھونی

جاتی ہیں۔

۱-اُبالنا | پرورشی مادہ قائم رکھنے کے لئے گوشت کی بوٹیاں نہیں بنائی جاتیں بلکہ پارچہ کا پارچہ کھولتے ہوئے پانی میں اُبالا جاتا ہے۔ اور چند منٹ میں گوشت کے پارچہ پر البیومن Albumen کی ایک تہہ جم جاتی ہے۔ بعدازاں آنچ دھیمی کرکے ۱۶۰ درجہ فرن ہائٹ ٹمپریچر Fahrenheft tenperature پر پکایا جاتا ہے۔ پرورشی مادہ نکالنے کے لئے گوشت کو قیمہ کرلیا جاتا ہے اور ٹھنڈا پانی ڈالکر دھیمی آنچ پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ شروع میں آنچ دھیمی اور بعد میں کسی قدر تیز کردی جاتی ہے۔ اگر یخنی بنانی ہو تو ایک بار اِس قدر آگ تیز کردی جائے کہ پانی کھولنے لگے اور بعدازاں دم پر دیدیا جائے۔

۲-بریاں کرنا | بریاں کرنے میں البیومن Albumen کا جُز اوپر آجاتا ہے۔ شروع میں آگ کے قریب رکھنا ہوتا ہے اور پھر اُس سے قدرے ہٹا کر رکھا جاتا ہے۔

۳-تنور میں پکانا | تنور میں پکانے اور بھوننے میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ تنور بند ہوتا ہے اور ایک بار خوب تیز آنچ سے گرم کردیا جاتا ہے۔ اور اُس کے اندر چیز رکھدی جاتی ہے۔ اور بریاں کرنے میں جو خوشبودار مادہ مثلاً شکر کے جلانے سے پیدا ہوتا ہے اور جو کھانے کی چیز پر بطور تہہ کے جم جاتا ہے وہ اِس میں نہیں جمتا۔

۴-اسٹوئنگ Stewing | بعض اوقات قدرے پانی ڈال کر

اور بعض اوقات بلا پانی کے آگ پر پکانا ہوتا ہے۔ کسی چیز کے اُبالنے
کے لئے جس قدر آنچ کی ضرورت ہوتی ہے اُسی قدر آنچ اسٹو Stew
بنانے کے لئے نہیں ہوتی۔ اسٹو Stew کرنے میں آنچ کا ٹمپریچر ۱۸۰
درجہ فرن ہایٹ Fahrenheit ہونا چاہیئے۔

۵۔ برائیلنگ Broiling وہ ہے جبکہ کوئی چیز "گرڈائرن" Grid-iron کے اوپر بہت جلد بریاں کی جاتی ہے۔

۶۔ فرائینگ Frying ماہی توا میں تیل یا مکھن ڈال کر چیز بھونی جاتی ہے۔ فرائینگ Frying کرنے میں پانی نہیں استعمال کیا جاتا
ایک بار آنچ زیادہ تیز ہونی چاہیئے۔

مچھلی یا جو چیز تلی جائے اُس کو خوب اچھی طرح گلا کر تلنی چاہیئے۔
تاکہ نیچے اوپر ہر طرف سے گل جائے۔

تلنے اور بھوننے میں فرق ہوتا ہے۔ بھوننے میں بہت خفیف مقدار
میں چربی یا کوئی دوسری چکنی چیز اِس غرض سے استعمال کی جاتی
ہے کہ ماہی توے میں چیز لپٹ نہ جائے۔ اور تلنے میں چربی یا مکھن
وغیرہ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

ہدایات ذیل کی پابندی مریضوں کی غذا تیار کرنے اور کھلانے
میں ہونی چاہیئے۔

۱۔ صفائی سب سے مقدّم یہ ہے کہ غذا خوب پکی ہوئی خوش ذائقہ
اور خوش نما ہو۔ علی الخصوص مریض کی غذا تیار کرنے میں صفائی کا

لحاظ بدرجۂ غایت ہونا ضروری ہے۔ غذا صاف اور ستھرے برتنوں میں
نکالی جاوے۔ اگر کھانے پینے کے برتن صاف اور ستھرے نہ ہوئے
تو یقیناً بدہضمی ہوگی اور اُن کو دیکھکر اشتہا بھی غائب ہو جائے گی
کھانا کچھ نہ کھایا جائے گا۔ ہر چیز کو بہت صاف اور خوش نما ہونا چاہئے
دسترخوان یعنی جو پارچہ کہ ٹرے Tray (کشتی) میں بچھایا جاتا ہے
وہ صاف ہو دھبّے وغیرہ نہ ہوں اور نہ اُس میں کھانوں کی بو آتی
ہو چمچے، کانٹے اور چھُری بھی علیٰ ہذا چمکدار اور صاف ہوں۔

۲۔ مقدار | مریضوں کے لئے کھانے ایک ساتھ زیادہ پکا کر نہ رکھے جائیں۔ بلکہ ہر وقت تازہ کھانا پکا کر دینا چاہئے۔

مریض کے سامنے زیادہ مقدار میں کھانے نہ لائے جائیں کیونکہ
دیکھکر بھوک جاتی رہتی ہے اگر ایک قدح بھر کر بیف ٹی Beef-Tea
(یعنی لحمی چائے) سامنے لائی جاوے تو پینا تو درکنار دیکھکر ہی طبیعت
بھر جاتی ہے اور وہی چائے اگر پیالیوں میں لائی جائے تو خواہش کو
اَور مشتعل کرتی ہے۔

۳۔ غذا تیار رہنا چاہئے | مریضوں کے لئے غذا ہر وقت تیار موجود ہونی چاہئے۔ بعض اوقات پکنے میں توقف ہونے سے علاوہ انتظار کی تکلیف کے بھوک غائب ہو جاتی ہے۔

۴۔ سامان خوردنی | کھانے کی چیزیں خواہ پکی ہوں یا کچی مریض کے کمرے میں ہرگز نہ رکھی جائیں بلکہ صرف کھانے کے اوقات میں

مریض کے سامنے لائی جائیں اور اگر مریض نہ کھائے تو وہ فوراً وہاں سے علیحدہ کر دی جائیں۔ پینے کا پانی کمرے کے باہر رکھا جائے ورنہ احتمال ہے کہ ہوا کے ذریعہ سے جراثیم اُس میں سرائت نہ کر جائیں۔

۵۔ غذا کا کھلانا اگر ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مریض کو غذا دی جائے اِس لئے اگر وہ سوتا ہو تو جگا دیا جائے کیونکہ کمزوری و نقاہت سونے میں بڑھتی رہتی ہے۔

یہ اکثر ہوتا ہے کہ بعض مریض صبح کے وقت اوّل اوّل کوئی چیز نہیں کھا سکتے اور اگر نہ کھلایا جائے تو بھوک مر جاتی ہے۔ اِس لئے خشک چیز کھلانے سے قبل کوئی سیال چیز کھلا دی جائے تاکہ اشتہا کھُل جائے۔

۶۔ غذا کا پکانا کوئی غذا مریض کے کمرے کے اندر نہ پکائی جائے۔

صبح کے وقت اگر کچھ ناشتہ کر لیا جائے تو ضعف نہیں معلوم ہوتا اور وقت مقررہ پر دن کا کھانا بہت لطف کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

سیال غذائیں دینا ہوں تو پیمانہ سے ناپ کر دی جائیں۔ کیونکہ بعض مریض اور بالخصوص بچے پینے کے دوران میں سانس نہیں لیتے اِس لئے ممکن ہے کہ کم و بیش نہ پی جائیں۔ اِس موقع پر یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جس قدر گلاس چھوٹا ہو گا اُسی قدر شئے کی مقدار زیادہ معلوم ہو گی۔

اگر مریض بہت لاغر اور کمزور ہے تو غذا کھلانے اور پلانے کے لئے اُٹھانے میں تکیہ کے نیچے سے ہاتھ لیجا کر مریض کے سر اور شانوں کو سہارا

دیکرا ُٹھانا چاہیئے۔ اگر گردن زیادہ جُھک گئی ہے تو چیز کے نگلنے میں مریض کو تکلیف ہوگی۔ اگر سر سیدھا نہیں اُٹھا سکتا تو رقیق چیزیں منہ کے دونوں کناروں سے بہہ جائیں گی۔

ہرعیال دار صاحب خانہ کو ایک "فیڈنگ کپ"[ا] Feeding-cup ضرور مکان میں رکھنا چاہیئے۔ اگر فیڈنگ کپ Feeding-cup موجود نہ ہو تو چائے دانی سے کام لیا جا سکتا ہے۔

[ا] ایک قسم کا پیالہ ہوتا ہے۔

باب دوازدہم

محرکات دماغ اور دیگر مشروبات

ٹمپریچر یعنی حرارت غریزی پیدا کرنے کے لئے خفیف مقدار میں شراب دی جا سکتی ہے۔ لیکن اُسی کے ساتھ شرط یہ ہے کہ مقدار محض خفیف ہو تمام دن اور رات میں زائد سے زائد دو اونس ہونی چاہیئے۔ جب کسی وجہ سے غذا کم دی جاوے تو شراب کا استعمال اکثر مفید ہوتا ہے۔ لیکن جب غذا کافی دی جائے تو بالکل بے ضرورت ہے۔[ل۹]

الکحل[ل۹] Alchohol اِس کا استعمال حسب تجویز ڈاکٹر بطور دوا کے کرنا چاہیئے اور علاج کا ایک جزو ہونا چاہیئے۔ جس طرح نرس کو قطعی ممانعت اپنی مرضی سے دوا تجویز کرنے کی ہے۔ اُسی طرح بلا استمزاج ڈاکٹر نرس کو اجازت نہیں ہے کہ مریض کو برانڈی Brandy دے اتفاقی اور ناگہانی صورتوں کے علاوہ بلا اجازت ڈاکٹر کے مریضوں کو ہرگز

ل۹ مسلمانوں میں شراب حرام ہے اگرچہ اس میں نفع ہے لیکن سخت گناہ ہے اس لئے شراب کا بدل دوسری چیزوں سے ہو سکتا ہے اور ان چیزوں کو طبیب یا ڈاکٹر تجویز کر سکتا ہے

ت الکحل کی بابت بھی میری یہی رائے ہے جو نمبر ا میں درج ہے۔

برانڈی نہ دی جائے۔ اور اتفاقی اور ناگزیر حالتوں سے مراد اُن اوقات سے ہے کہ جب مریض کے آخر وقت کا خطرہ ہو جیسے ڈوب جانا یا قلب کی حرکت بند ہو جانا۔ اگر ایسی حالت میں برانڈی تجویز کی جائے تو مقدار مجوزہ سے ہرگز تجاوز نہ ہونا چاہیئے۔

کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ اگر ڈاکٹر نے ایک بار برانڈی دی ہے تو افاقہ ہونے پر بھی دی جائے دراں حالیکہ جس ضرورت سے کہ دی گئی تھی وہ ضرورت بھی اب باقی نہ رہی ہو۔

سیلان خون کی حالت میں شراب دینا ممنوع ہے کیونکہ اُس کے دینے سے اگر قلب کو حرکت ہوئی تو خون کا دوران سرعت کے ساتھ ہونے لگے گا اور خون زیادہ نکلے گا۔ جب کوئی شخص بے ہوش یا سکتہ میں ہوتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ اس کو برانڈی دینا چاہیئے۔ لیکن اگر بے ہوشی دماغ سے خون آنے کی وجہ سے ہے یا دیگر وجوہات سے ہے تو برانڈی بجائے فائدہ کے نقصان کرتی ہے۔

جب کسی مریض کو دل و دماغ کی حرکت کے لئے برانڈی دی جائے تو اس میں زیادہ پانی نہ ملایا جائے۔ جوانوں کے لئے ایک حصہ برانڈی میں دو چند پانی اور کم عمر بچوں کے لئے پانچ یا چھ گونہ پانی ملانا چاہیئے برانڈی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے دی جائے تاکہ دل و دماغ کی تحریک کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ ورنہ تحریک دیرپا نہیں ہوگی اور اضمحلال شروع ہو جائے گا۔ اور چونکہ اُس کو جلد جلد دینا ہوگا۔ اس لئے تھوڑی

تھوڑی دی جائے تمام دن اور رات میں تین اونس سے زیادہ نہ دی جائے اور مریض کی حالت اور مرض کے لحاظ سے اِس مقدار کو تقسیم کر کے ایک ایک خوراک میں دینی چاہیئے۔

تین اونس برانڈی ۲۴ ڈرام Drechms کے برابر ہوتی ہے اِس لئے ایک ڈرام فی گھنٹہ کے حساب سے نرس کو چاہیئے کہ مریض کو پلاتی رہے۔ یا دو ڈرام ہر دو گھنٹہ کے بعد یا علیٰ ہذا اِسی مناسبت سے لیکن معمولی مریضوں کو اگر ہر چار گھنٹے کے بعد نصف اونس برانڈی دی جائے تو مناسب ہے۔

محرّک مشروبات کی مقدار تجویز کرنے کا کام ڈاکٹروں کا ہے لہٰذا اُنہیں کی رائے سے اِن اشیاء کے پلانے کا وقت بھی مقرر کرنا چاہیئے۔ کھانے کے بعد شراب کے پینے کا عام قاعدہ ہے۔ لیکن اگر کھانے کے دوران میں ضرورت ہو تو قبل پینے کے انڈے کی سفیدی ملا کر خوب اچھی طرح پھینٹ دی جائے۔ عموماً چار سے چھ اونس تک پورٹ وائن Port Wine دیا جانا مریضوں کو ڈاکٹر تجویز کرتے ہیں اور اُس سے زائد مقدار میں ایک وقت میں نہ دی جائے۔ جو مریض اچھی طرح غذا نہیں کھاتے اُن کو انڈا اور برانڈی ملا کر دی جاتی ہے۔

نمونیا Pneumonie چونکہ مہلک اور چند روزہ بیماری ہوتی ہے اِس لئے برانڈی اِس کے مریضوں کو زیادہ مقدار میں دی جاتی ہے

لیکن ایسے امراض جن کا سلسلہ تین چار ہفتے تک جاری رہتا ہے مثلاً ٹائیفائڈ Typhoid وغیرہ یا دیگر امراض جن کا سلسلہ تین چار مہینہ تک رہتا ہے اُن میں اگر ڈاکٹر نے اِس کا دینا تجویز کیا تو تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے۔ ایک سے دو اونس تک تمام دن رات میں دینی چاہیئے۔ اور مفید ثابت ہونے پر چھ سے آٹھ اونس تک بھی دی جا سکتی ہے۔ اِس سے زائد مقدار ڈاکٹر لوگ شاذ و نادر ہی تجویز کرتے ہیں۔ شیم پین شراب Champagne دو تین گھنٹہ یا کچھ کم وقفہ سے ایک اونس سے زائد ایک وقت میں نہیں دی جاتی۔

نرس کو لازم ہے کہ دیکھتی رہے کہ مریض پر شراب کا اثر کیا ہوا ٹمپریچر اور نبض کی کیا حالت رہی۔ مریض کو نیند آئی اور بے ہوشی رفع ہوئی یا نہیں۔

چاء اور قہوہ۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلا اُبالے ہوئے پانی کے بُرے نتائج سے محفوظ رہنے کے لئے چاء و قہوہ کا استعمال جاری ہوا ہے۔ گرم ممالک کے رہنے والوں کو تجربہ نے پانی کو جوش دیکر پینا بتلایا اور چونکہ ناواقف لوگ جوش دینے کی علت غائی سے واقف نہ تھے اور اُبلا ہوا پانی بدمزہ بھی ہوتا ہے اِس لئے خوش مزہ کرنے کے لئے چاء کی پتیاں ملائیں اور یہ رواج اب عام ہو گیا ہے۔

چاء اور کافی میں ایسے اجزا شامل ہیں کہ جو عصبی عضلات میں

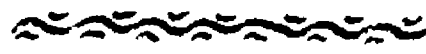
تحریک پیدا کرتے ہیں۔ اگر چاء یا قہوہ کو خفیف مقدار میں استعمال کیا جائے تو اُن کا اثر قلب پر بطور مقوی چیز کے ہوتا ہے لیکن زیادہ مقدار میں یا جلد جلد پی جائے تو اس سے قلب میں کمزوری اور اُسکی حرکت میں خلل واقع ہوتا ہے۔

قہوہ اور چاء کی زیادتی سے دل دھڑکنے لگتا ہے اور مزاج وہمی ہو جاتا ہے۔

کوکو۔ اور کوکا Cocoa and coca | کوکو کے مفرح اور خوش ذائقہ ہونے میں کلام نہیں اور مریض اکثر برغبت اس کو پسند کرتا ہے لیکن مختلف اقسام کی مقوی شرابوں میں کوکا اور کولا Coca and Kola کے اجزا ملانے کی جہاں تک برائی کی جائے بجا ہے۔ ان اشیاء میں تحریک پیدا کرنے والے خواص ہوتے ہیں۔ اُن کا اثر انسان کے اعصاب پر اچھا نہیں پڑتا۔ اور خواہش بڑھتی جاتی ہے۔ تسکین نہیں ہوتی۔ بالآخر انسان بالکل عادی ہو جاتا ہے اور ایک دیوانگی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ جس کو کوکین کھانے کا خبط کہتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہندوستان اور دیگر گرم ممالک میں اس کے استعمال کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بلا ڈاکٹر کی نگرانی کے ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔ ورنہ عادت ہو جانے پر گلو خلاصی مشکل ہوتی ہے۔

لیمنڈ و سوڈا وغیرہ Aeratea-waters | علاوہ مذکورہ بالا

مشروبات کے دیگر اقسام کے مشروبات بھی استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً لمینڈ۔ سوڈا۔ وغیرہ اِن میں پانی کے علاوہ نمکیات یا شکر ملائی جاتی ہے۔ اِن کے سوا خوش ذائقہ کرنے کے لئے دوسری چیزیں بھی ملا دیتے ہیں کاربونک ایسڈ گیس Carbonic aoid Gas کے ذریعہ سے اِن اقسام کے پانی بوتلوں میں بھرے جاتے ہیں۔ پانی نہایت شفاف ہوتا ہے۔ مریض لوگ بہت رغبت کے ساتھ اِن کو پیتے ہیں مزہ درست کرنے کے لئے دودھ میں بھی ملا کر سوڈے کا استعمال کیا جاتا ہے۔



بابـــ سیزدہم

"ادویہ اور اُن کا پلانا"

نرس کے اہم ترین فرایض میں سے دوا کا پلانا ہے۔ بہت زیادہ سلیقہ اور تمیز کی اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ اکثر مریض دوا کے پینے میں بہت مُنہ بناتے ہیں۔

دوا ناپنے کے پیمانے | صرف دوا ساز ہی کا کام نہیں ہے کہ نسخہ باندھنے کے وقت ہر ایک جزو کو وزن کر لیا کرے بلکہ نرس کو بھی لازم ہے کہ دوا وزن کرکے اور پیمانے سے ناپ کر مریض کو پلاسلے۔ نرس کو لازم ہے کہ مختلف اوزان اور پیمانے جن کا رواج اور استعمال ہے اُن سے پورے طور پر واقف ہو۔

انگریزی دواؤں کے خاص اوزان منم Minim یعنی قطرہ۔ ڈرام Drachm اونس Oune پائنٹ Pint اور گیلن Galloh ہیں اور ذیل کے نقشہ میں ان کے مساوی خانگی اوزان و پیمانے بتلادئے گئے ہیں۔

ڈاکٹری اصطلاح میں منم قطرہ کو کہتے ہیں۔ سیال اشیاء وزن میں ہلکی بھاری ہوتی ہیں اسلئے قطرہ کی مقدار کا انحصار شے کی نوعیت پر

ہوتا ہے مثلاً روغن زیتون یا روغن ارنڈی کے قطرہ سے پانی یا شراب کا قطرہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ ڈاکٹری نسخوں میں عموماً خانگی اوزان لکھے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ چمچے اور گلاس چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ نسخہ نویسی میں قدامت پرستی کی جاتی ہے نرس کو لازم ہے کہ سیال ادویہ کے ناپنے کے لئے پیمانہ والا گلاس استعمال کیا کرے۔

ذیل میں ڈاکٹری اوزان کے مساوی خانگی اوزان درج کئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹری اوزان	خانگی اوزان
ایک منم	ایک قطرہ
ساٹھ منم	ایک ڈرام
دو ڈرام	ایک ڈیزرٹ اسپون Des ert-spoon یعنی ایک میانی چمچہ
۸ ڈرام	ایک اونس Ounce
۱۶ اونس	ایک پاونڈ Pound
۲۰ اونس	ایک پائنٹ Pint
۲-۰ اونس	ایک شراب کا گلاس
۱-پائنٹ	ایک ٹمبلر Tumbler
۲-پائنٹ	ایک کوارٹ Ouart
۴-کوارٹ	ایک گیلن Callon
۵-۰ اونس	ایک چار کی پیالی

۸-اونس　　　ایک چاء کی پیالی صبح کے کھانے کا پیالا

۱۰-اونس　　　چھوٹا ٹمبلر

چاء کی پیالیاں بھی چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔معمولاً انگریزی یا جاپانی چاء کی پیالیاں جن میں عموماً چاء پی جاتی ہے۔مقدار مذکورہ بالا کے قریب ان میں گنجائش ہوتی ہے۔شیری Sherry کے گلاس ڈھائی اونس کے پورٹ Port کے گلاس تین اونس کے۔اور کلرٹ Claret کے گلاس پانچ اونس کے ہوتے ہیں۔

جنگلوں میں یا مکان سے دور جہاں کہیں وزن کرنے کا سامان دستیاب نہ ہوسکے تو وہاں کے لئے معمولی اشیاء کی مقدار حسب ذیل طریقوں سے معین کی جا سکتی ہے۔

۱-ایک بڑے چمچہ (ٹیبل اسپون Tablespoon) میں قریباً نصف اونس کے کھانے کا نمک آتا ہے۔ایک پنچ Pinch یعنی چٹکی باریک پسا ہوا نمک جس قدر ایک چوٹی کے اوپر ٹھیر سکے پانچ گرین Grain ہوتا ہے۔

۲-شکر کا بڑا اٹکڑا قریباً ایک چہارم اونس ہوتا ہے۔کاسٹر Castor شکر کا ایک ٹیبل اسپون ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

۳-ایک ٹیبل اسپون فل چاول کا وزن قریباً ایک اونس کے ہوتا ہے

داخلی یعنی پینے کی ادویہ حسب ذیل صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔

۱۔ مکسچر Mixtures عرق مرکب ادویہ۔

۲۔ گولی۔

۳۔ سفوف۔

۴۔ ٹکیہ۔

۵۔ کاشے Cachets

۶۔ روغن۔

۷۔ شیافت

۱۔ مکسچرس Mixtures ان سے مراد اُس مرکب دوا سے ہوتی ہے جس میں مختلف دوائیں رقیق صورت میں ملائی جاتی ہیں۔ اس کو ٹھنڈی جگہ میں خوب کارک لگا کر اور بچوں کے دسترس سے دور رکھنا چاہئے۔ ڈاکٹر نے جو اوقات اُس کی خوراکوں کے مقرر کر دیئے ہیں اُنہیں میں دیا جائے۔ جس مکسچر کے لئے ڈاکٹر نے ہر چار گھنٹے کے بعد دیا جانا تجویز کیا ہو اُس کو بلا خیال دن رات کے وقت معینہ پر دینا چاہئے اگر مریض سو گیا ہے تو محض مکسچر پلانے کے لئے جگانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر نے جگا کر بھی پلانے کی اجازت دی ہو تو مضائقہ نہیں۔ اگر کوئی ایک خوراک پلانا سہواً بھول گیا ہے یا کوئی خوراک کسی وجہ سے ملتوی کرنی پڑی ہے تو دوسری بار دو خوراک ایک ساتھ نہ پلا دی جائیں۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ سابقہ کمی کی تلافی ہو جائے گی۔ اندھیرے میں ہرگز دوا نہ پلائی جائے۔ ہر مرتبہ خوراک کا

نشان دیکھکر دوا نکالی جاے۔ خواہ اُسی دوا کو دن میں کئی بار کیوں نہ پلانے کی نوبت آئی ہو۔ تاوقتیکہ ڈاکٹر ہدایت نہ کردے۔ کھانے کے قبل کوئی دوا مریض کو نہ کھلائی پلائی جائے۔

خواب آور۔ ادویہ ہرگز دیگر ادویہ کے ساتھ نہ رکھی جائیں۔ برانڈی اور دیگر اقسام کی منشی اور محرک اشیاء بمنزلہ ادویہ کے تصور کی جائیں جیساکہ باب گذشتہ میں بیان کیا گیا ہے۔

داخلی ادویہ سے علیحدہ خارجی ادویہ مثلاً لیپ اور مرہم وغیرہ رکھے جائیں۔ ان کی بوتلیں یا شیشیاں دوسرے رنگ اور ساخت کی ہوں تاکہ چھونے میں امتیاز ہو جاے کہ کس قسم کی دوائیں رکھی ہوئی ہیں۔

۲۔ گولی | مریض کو گولی کھلانے کا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ زبان کی پُشت پر گولی رکھ کر ایک گھونٹ پانی سے حلق کے نیچے اُتار دی جائے۔

۳۔ سفوف | اکثر سفوف اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اگر عرصہ تک پانی میں پڑے رہیں تو بجائے سطح پانی پر تیرنے کے تہہ نشین اور پانی میں معلق ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے سفوف بہت آسانی کے ساتھ مریض نگل جاتا ہے گرے گری کے پاوڈر Gregory s poudeT کی بو بعض مریضوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے قبل پلانے کے اُس کو پانی میں چند گھنٹوں تک بھگا دیا جائے۔ جب پورے طور پر جذب ہو جائے تو بڑے چمچہ میں رکھ کر پانی کے ساتھ

حلق کے نیچے اُتار لیا جائے۔

۴۔ٹکیاں | یہ مثل گولیوں کے نگلی جاسکتی ہیں۔

۵۔کاشے Cachets | اس کے دونوں جانب کو اچھی طرح تر کردینا چاہیئے اور بڑے چمچہ میں پانی رکھ کر اُن کو ڈال دینا چاہیئے بعد ازاں فوراً حلق میں چمچہ سے اُتار کر نگل جانا چاہیئے۔ بلا تر کئے ہوئے خشک "کاشے" Cachets زبان پر نہ رکھے جائیں۔ ورنہ پانی کے گھونٹ لینے کے ساتھ احتمال ہے کہ مُنہ میں نہ ٹوٹ جائیں۔

۶۔روغن | ارنڈی کا تیل اکثر بدمزاج مریضوں کو مرغوب نہیں ہوتا۔ حالانکہ اکثر امراض میں بہت ضروری اور مفید دواؤں میں سے ہے۔ اس لئے "نرسوں" کو آسان تدبیر اس کے پلانے کی بتلائی جاتی ہے۔ اس تدبیر سے پلانے میں مُنہ کا مزا خراب نہیں ہوتا چھوٹے "وائن گلاس" Wine Glass میں نصف لیموں نچوڑ لیا جائے گلاس کو اس طرح ہلایا جائے کہ عرق مذکور چاروں طرف گلاس کے پھیل جائے بعد ازاں گلاس میں تیل ڈال دیا جائے تو بہت آسانی کے ساتھ تیل پی لیا جاسکتا ہے اور زبان کا ذائقہ خراب نہیں ہوتا۔ لیموں کا مزہ تیل کی بدمزگی پر غالب آجاتا ہے۔

۷۔شیافات | چھوٹی چھوٹی گاؤدم مخروطی شکل کی قریباً ایک انچ لانبی اور چوتھائی انچ چوڑی بتیاں مختلف ادویہ میں مرکب کرکے بنائی

جاتی ہیں اور میبرز میں رکھ کر آہستہ آہستہ اندر کی جانب پہنچا دی جاتی ہیں۔ اندر پہنچکر بتیاں گل جاتی ہیں۔ اور اِس کے اجزا جذب ہو جاتے ہیں۔

خارجی استعمال کے لئے حسب ذیل طریقوں سے ادویہ استعمال کی جاتی ہیں

۱۔ مرہم

۲۔ لینی منٹ Limment (مالش کی دوا)

۳۔ لوشن Lotion

۴۔ غرغرہ

۵۔ آنکھ دھونے کا لوشن۔

۶۔ پلاسٹر Plaster

۱۔ مرہم | بعض اقسام کے مرہم صرف بطور ادویات کے جلدی امراض کے لئے خارجی طور پر استعمال کئے جاتے ہیں اور دیگر اقسام کے مثلاً بلیو اینٹ مینٹ Blue ointment (نیلے مرہم) کی مالش کی جاتی ہے تاکہ وہ دوا جوکہ اُن میں ہوتی ہے بالعموم رسکپور۔ جلد کے ذریعہ خون اور رگ وریشہ میں جذب ہو جائے۔

۲۔ لینی منٹ Liniments | روغن یا اسپرٹ Spirit سے یہ سیّال ادویہ بنائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات جلد پر اس کو لگا دیا جاتا ہے لیکن عموماً ان کی مالش کی جاتی ہے۔ آخر الذکر صورت میں تھوڑا سا ہتیلی میں لے لیا جائے اور جگہ ماؤف پر زور سے ملا جائے

مگر اس قدر سختی کے ساتھ نہ ہو کہ جس سے درد یا تکلیف محسوس ہو اعضا کی مالش کرنے میں ہمیشہ مالش نیچے سے اوپر کی جانب کرنی چاہیئے۔ شانے کی جانب کو یا کولھے کی جانب کو۔ اور اُس مقام پر مالش نہ کی جائے جہاں پر جلد کے نیچے ہی ہڈیاں ہوں مثلاً تھوڑی۔ مالش کے بعد اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھو ڈالنا چاہیئے۔

۳- لوشن Lotion یہ سیال ادویہ ہیں ان کو یا تو لنٹ پر ڈال کر استعمال کیا جاتا ہے اور یا مقام ماؤف پر لگا دیا جاتا ہے۔ اگر ٹھنڈک ڈالنے والا یا بصورت تبخیر اُڑ جانے والا لوشن استعمال کیا گیا ہے تو وہ کپڑا جس پر یہ ڈالا جائے بہت باریک ہونا چاہیئے اور صرف ایک تہہ سے زیادہ دبازت نہ ہو اس کو ہوا لگتی رہے اور جوں جوں یہ خشک ہوتا جائے اور لوشن اُس پر چھڑکا جائے یا لنٹ کا ٹکڑا بدل دیا جائے اور وہ پہلا ٹکڑا لوشن میں تر کر کے استعمال کے لئے تیار رکھنا چاہیئے۔

۴- غرغرہ یہ محلل ادویات ہوتی ہیں اور سوزش گلو کے علاج میں استعمال کی جاتی ہیں۔ غرغرہ کرانے کی عمدگی مریض کی حالت کے اوپر منحصر ہے۔ بچوں کو غرغرہ نہیں کرایا جا سکتا۔

۵- آئی واش Eye-wash آنکھ دھونے کی دوا۔ آئی باتھ Eye-bath کے ذریعہ سے لوشن سے آنکھیں بہت آسانی کے ساتھ دھوئی جاتی ہیں۔ جو کہ ایک دواساز کے یہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے

لیکن اِس کے بجائے ایک چھوٹا وائن گلاس (شراب پینے کا پیالہ) یا" اگ کپ"
Egg-cup (یعنی وہ چینی کا پیالہ جس میں انڈا رکھکر کھایا جاتا ہے)
استعمال کیا جا سکتا ہے لبعض لوشن پیالہ میں ڈالا جاتا ہے اور پیالے
کے کنارے آنکھ کے چاروں طرف ملائے جاتے ہیں اور سر پیچھے کو ایسے
طریقہ سے ڈال دیا جاتا ہے کہ لوشن آنکھ پر سے بہہ جائے اُس حالت میں
جبکہ آنکھ کُھلی ہوئی ہو- اگر آنکھوں کا صرف دھونا ہی مقصود ہے تو تھوڑے
سے لوشن کو ایک بالکل صاف پیالہ میں ڈال دیا جائے اور ناتھوں کو
بہت اچھی طرح سے دھو کر صاف کپڑے یا لینٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں
سے دھویا جائے لنٹ یا کپڑوں کی کترنیں دوسری مرتبہ استعمال نہ کی جائیں
تاوقتیکہ اُن کو گرم پانی میں جوش نہ دے لیا گیا ہو-

۶- پلاسٹر Plaster کسی زمانہ میں طبیب علاج کے طور پر پلاسٹر کو
بہت استعمال کیا کرتے تھے لیکن اب شاذونادر ہی اِس کا نسخہ تجویز کیا جاتا
ہے - بعض طبقات سوسائٹی میں ابھی تک مختلف اقسام کے پلاسٹروں کا رواج
جاری ہے مثلاً پورمینس پلاسٹر Poormans Plaster یعنی
(غریب آدمیوں کا پلاسٹر) "وارمنگ پلاسٹر Warming Plaster
یعنی (گرم کرنے والا پلاسٹر) جو لوگ روزانہ غسل کرتے ہیں وہ پلاسٹر نہیں
لگا سکتے کیونکہ پلاسٹر لگانے کے بعد علیحدہ نہیں کئے جاتے یہاں تک کہ
وہ از خود ہی نہ گر پڑیں - عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ کا سیلان
روکنے کے لئے بلاڈونا پلاسٹر Bolladonna Plaster کا

ابھی تک استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اب بہت سے ڈاکٹر گلیسرین بلاڈونا Glyoefine Belledonne کا ضماد بجائے پلاسٹر کے تجویز کرتے ہیں۔ اور اس پر ایک پارچہ لنٹ کا لپیٹ دیا جاتا ہے۔

مُسہلات

ادویات مُسہلات کا خاص طور پر ذکر ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل طریقوں پر ادویہ مُسہلہ مریضوں کو دی جاتی ہیں۔

(۱) گولیاں

(۲) سفوف

(۳) سالٹس salts

(۴) مکسچرس Mixtures (مُرکّبات)

عام طور پر گولیاں اور سفوف آہستہ آہستہ اثر کرنے والی ادویات ہیں اور ان کو سونے کے وقت دیا جاتا ہے۔ سالٹس مثلاً "ایپسم سالٹ" Epsom Salts "کارلس باڈ" Carlsbab اور دست آور پانی وغیرہ بہت تیزی کے ساتھ اثر کرتے ہیں۔ اس لئے عموماً ان کو علی الصباح پلایا جاتا ہے۔ اگر ان کے پینے کے نصف سے ایک گھنٹہ تک کے بعد ایک گلاس گرم پانی کا یا ایک پیالہ چاء کا پی لیا جاے تو یہ زیادہ سریع الاثر اپنے خواص میں ہو جاتے ہیں۔ مُسہل عموماً دن میں نہیں دینے چاہئیں کیونکہ وہ مریض کے کھانے میں رخنہ انداز ہوتے ہیں

"ادویہ کی تحلیل"

ڈاکٹر کی ہدایت کے موافق دواؤں کی تحلیل کرنی چاہیے۔ بعض نرسیں ضرورت سے زیادہ اس کی پابندی کرتی ہیں حالانکہ پانی کی مقدار کی کمی و بیشی سے پینے والی دوا کے اثر میں کچھ فرق نہیں آتا دواؤں میں جو پانی ملایا جائے وہ نہایت صاف ہو اور احتیاط کے ساتھ جوش کیا ہوا ہو۔

دوا دینے کے اوقات

دوا کے دینے کا ٹھیک وقت اور غلط وقت بھی ہوتا ہے۔

دن میں تین بار دینے والی دواؤں کے اوقات دس بجے۔ دو بجے اور چھ بجے ہوتے ہیں اور چار بار والی بھی دوائیں انہیں اوقات میں دن رات میں دی جاویں۔ جو دوائیں کہ دن میں چار مرتبہ کی ہوں وہ دس بجے دو بجے ۶ بجے اور شب میں سونے کے وقت دی جائیں۔ چھ چھ گھنٹہ بعد والی دوائیں ۱۲ ا بجے اور چھ بجے دن رات میں دی جائیں۔ اور تین تین گھنٹہ بعد والی دوائیں تین۔ چھ۔ نو اور بارہ بجے دی جائیں۔

جو دوائیں قبل کھانے کے دی جاتی ہیں اُن کو دن کے ہر سہ کھانوں کے پندرہ منٹ قبل دی جائیں اور جو دوائیں کھانے کے بعد دی جانے والی ہوں ان کو بہت جلد اُن ہی کھانوں کے بعد دینا چاہیئے بہت سی

دوائیں کھانے کے بعد دیجاتی ہیں مثلاً کاڈلیور آئل Cod Liver oil (مچھلی کا تیل) آئرن Iron (فولاد) اور مرکبات سنکھیا عموماً کھانے کے بعد دی جاتی ہیں۔ کھانے کے قبل جو دوائیں دی جاتی ہیں وہ عموماً بھوک کو تیز کرنے کی غرض سے ہوتی ہیں مثلاً بائی کاربونیٹ آف سوڈا Bicarbonate of soda وغیرہ جن کا ذائقہ تلخ اور کھارپن لئے ہوئے ہوتا ہے۔

کسی مکسچر میں سے خوراک لیتے وقت اُس کی بوتل کو ہمیشہ ہلا لینا چاہئے خواہ وہ کتنا ہی دیکھنے میں مُصفا ہو۔ تاہم اُس میں بھاری سیّالی اجزا ہوتے ہیں مثلاً گلیسرین Glycerine یا شربت جو کہ بوتل کی تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں یا بہت ہلکے اور اُڑنے والے اجزا ہوتے ہیں جیسے کہ اسپرٹ Spirit کے مرکبات۔ پروسک ایسڈ Prussic acid جو کہ سیّال دوائی کے سطح پر اُڑتے رہتے ہیں۔ دیگر مکسچروں کو جس میں بسمتھ Bismuth اور دیگر ایسے اجزا ہوتے ہیں جو پانی میں حل نہیں ہوتے اُن کو زیادہ ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے اور نکالنے کے بعد فوراً ہی اُن کو پی لینا چاہیئے۔ قبل اس کے کہ سفوف کو گلاس کی تہہ میں جم جانے کا موقع ملے۔

باب چہاردہم

مریض کی کیفیت کو بغور دیکھنا

نرس کے عین فرائض میں سے ہے کہ مریض کی کیفیت کو بغور دیکھتی اور مطالعہ کرتی رہے۔ اور جس قدر صحت اور ذہانت کے ساتھ وہ ڈاکٹر یا معالج سے اُس کی کیفیت بیان کرے گی اُسی قدر مریض کے صحت یاب ہونے کی آیندہ صورت ہو گی۔ ڈاکٹر مریض کے پاس بہت ہی تھوڑی دیر رہ سکتا ہے۔ اور اِس قلیل عرصہ میں خواہ وہ کتنا ہی ہوشیار اور دقیق رس کیوں نہ ہو۔ لامحالہ اُس کے معالجہ کا دار و مدار زیادہ تر نرس کی اطلاعوں پر ہوتا ہے۔

اگر حالات کے بیان کرنے میں غلط بیانی یا غفلت سے کام لیا گیا ہے تو اِس سے معالج کو مغالطہ میں پڑنے اور مریض کی ہلاکت کا اندیشہ ہے

ذیل میں چودہ باتیں درج کی جاتی ہیں جن کو بغور دیکھنا اور ڈاکٹر سے بے کم و کاست ہر ایک کے متعلق رپورٹ کرنا نرس کو لازم ہے۔

(۱) حرارت اور نبض۔

(۲) تنفس۔

(۳) نیند۔

(۴) درد۔

(۵) مریض جس طور سے لیٹا رہا۔

(۶) جلد۔

(۷) زبان۔

(۸) بھوک اور پیاس۔

(۹) استفراغ۔

(۱۰) تنفس۔ کھانسی اور کف کی حالت۔

(۱۱) اجابت۔

(۱۲) قارورہ۔

(۱۳) ادویہ کی تاثیر۔

(۱۴) دماغی حالت

البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام مریضوں میں مندرجہ بالا اُمور کا لحاظ رکھا جائے لیکن جب کہ نرسنگ رپورٹ تیار کی جارہی ہو اُس وقت اِن اُمور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ ٹمپریچر اور نبض | یہ اِس قدر ضروری ہیں کہ ان کی تشریح ایک آیندہ باب میں کی گئی ہے۔

۲۔ کپکپیاں | یہ صرف لرزے کی حالتیں ہوتی ہیں۔ یہ نہایت ضروری علامتیں ہوتی ہیں کیونکہ بہت سی بڑی بیماریاں لرزہ کے ساتھ

شروع ہوتی ہیں اور اُن کے ساتھ سردی کا احساس ہوتا ہے جب دوران علالت میں یا اپریشن Oparation (عمل جرّاحی) کے بعد یہ علامات نمودار ہوں - تو سمجھنا چاہیئے کہ مواد جمع ہو رہا ہے اور پیپ پڑنے والی ہے۔ نرس کو لازم ہے کہ برابر احتیاط کے ساتھ نوٹ کرتی رہے کہ کب ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے۔ کس وقت اور کتنی دیر تک سردی معلوم ہوئی اور کتنی مرتبہ لرزہ آیا - اور کتنی دیر تک سلسلہ جاری رہا - لرزہ کم وبیش عرصہ تک ہوتا ہے۔ بعض کو پیٹھ کے صرف درمیانی حصہ میں سردی معلوم ہوتی ہے اور بعض کا دورہ اِس قدر تیز ہوتا ہے کہ سردی کی وجہ سے اُن کے دانت بجنے لگتے ہیں اور پلنگ ہلنے لگتا ہے - اگر مرض سنگین ہے اور لرزہ معلوم ہو تو فوراً ڈاکٹر سے اطلاع کرنی چاہیئے - جب سردی محسوس ہونے لگے تو نرس کو لازم ہے کہ فوراً ٹمپریچر لے لے کیونکہ یہ عموماً بخار کی علامت ہوتی ہے نہ کہ سردی کی - بلکہ نظام عصبی کے افعال میں خلل واقع ہو جانے کی وجہ سے ہاتھ پانوں کانپنے لگتے ہیں - ملیریا بخار میں عموماً لرزہ آتا ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ اِس کو ہندوستان میں لرزہ کہتے ہیں۔

۳- نیند | خواب کی میعاد و حالت کو نہایت غور کے ساتھ دیکھنا چاہیئے - اندراج حالات سے یہ ظاہر ہونا چاہیئے کہ (۱) آیا مریض حسب معمول آرام کے ساتھ سویا - (۲) آیا بے خوابی کے ساتھ تو رات نہیں کاٹی - (۳) آیا صبح ہوتے ہوتے گہری نیند آئی یا نہیں - (۴) سونے کے دوران میں چونک تو نہیں پڑا - (۵) بستر کو نوچتا تو نہیں

یا خواب میں بڑبڑایا تو نہیں یا ہذیان تو نہیں بکتا - (۶) بہت گہری نیند میں سویا اور خراٹے لئے - اِن سب باتوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ نوٹ کرنا چاہیئے اور اس سے یہ اخذ کرنا چاہیئے کہ نیند کس قدر آئی

۴- درد | اگر کسی مقام پہ درد معلوم ہو یا سوزش یا جلن محسوس ہونے کی شکایت مریض کرے تو نرس کو لازم ہے کہ ہمیشہ ڈاکٹر کو بتلا دیا کرے کہ کس وقت درد ہوا - کس جگہ محسوس ہوا اور کب تک جاری رہا اور مریض نے کن الفاظ میں اُس کو بیان کیا - یہ سچ ہے کہ بعض اوقات مریض لوگ بہت زیادہ وہمی ہوجاتے ہیں - لیکن بااین ہمہ جس کسی بات کی مریض شکایت کرے اُس کو ڈاکٹر کے گوش گزار کردینا لازمی ہے کیونکہ ڈاکٹر ہی اس کو اچھی طرح جان سکتا ہے کہ آیا وہ درحقیقت تکلیف ہے یا کوئی وہم ہے - نرس کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اِس امر کے فیصلہ کرنے کا ذمہ اپنے اوپر لے کہ آیا تکلیف اصلیت رکھتی ہے یا کوئی وہم ہے - نرس اُس وقت اپنی ذمہ داری سے بری ہو جاتی ہے جبکہ وہ کماحقہ مریض کی تکالیف ڈاکٹر کے سامنے بیان کردے -

۵- کروٹ | مریض جس کروٹ ازخود سخت بیماریوں میں پڑتا ہے اُس کا بھی نوٹ کرنا بہت مُفید ہے اکثر اقسام کے بخار کہ جن میں مریض عرصہ تک چت پڑا رہتا ہے - اگر یک لخت دوسری کروٹ ہو جائے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کی حالت رو بصحت ہے اور مرض میں افاقہ ہو رہا ہے - اگر مریض چت پڑا رہتا ہے اور گھٹنوں کو موڑے رہتا ہی

اور چادر وغیرہ شکم سے چھو جانے سے بھی خوف کھاتا ہے تو یہ عام طور پر پروٹونیٹس Peritonitis یعنی ورم پروٹونیم Peritonium کی باریک جلد یا جھلّی جو آنتوں کے اوپر ہے۔ اس کی علامت ہے۔

۶ جلد | نرس کو لازم ہے کہ جلد کی کیفیت کو نوٹ کرتی رہے۔ کہ خشکی یا جلن تو نہیں ہے یا اُس میں نمی تو نہیں ہے۔ پسینہ زیادہ تو نہیں آتا اور پسینہ کی زیادتی کس وقت ہوتی ہے۔ علاوہ اِس کے یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جلد پر چکتّے یا ددوڑے یا غیر معمولی سُرخی تو نہیں ہے۔

جسم کے دہونے یا کپڑے وغیرہ بدلنے کے وقت اگر مریض کے جسم میں غیر معمولی سُرخی، جلن، چکتّے، سوجن، یا کوئی دوسری غیر معمولی بات دیکھے تو اُس کی اطلاع فوراً ڈاکٹر سے کردے۔

دورانِ علالت میں مریض کے چہرہ کی رنگت کو بھی دیکھتی رہے۔ اور معمول کے خلاف خفیف تغیر بھی معلوم ہو تو فوراً ڈاکٹر کو اطلاع کردینی چاہیئے۔

آنکھ۔ ناک۔ کان۔ اور دیگر مخارج سے جو فضلات خارج ہوتے ہیں اُن کو بھی ڈاکٹر سے بتا دینا چاہیئے۔ ایسے فضلات کے رنگ و مقدار اور ترکیبی کیفیت کو۔ کہ گاڑھا ہے یا پتلا بغور دیکھتے رہنا چاہیئے۔ اگر مریضہ عورت ہے اور دورانِ علالت میں ایّام کا اتفاق ہو تو نرس کو اس کے متعلق بھی نوٹ کرنا ہوگا اور ڈاکٹر کو بتانا ہوگا کہ وہ مقدار معمول

میں کم یا زیادہ ہوئی اور رنگت معمولی تھی یا کہ غیر معمولی۔

۷۔زبان | زبان کی ظاہری کیفیت ہر مرض میں یکساں نہیں ہوتی
(۱) چمکدار اور سرخ مرض اسپرو Sprue میں ہو جاتی ہے (۲) تمام اقسام کے بخار میں سفیدی کی تہہ جمی ہوئی ہوتی ہے۔ (۳) متورم ہو جاتی ہے۔ (۴) سختی سے نکلتی ہے جیسے کہ سکتہ میں (۵) ایک جانب کو نکل آتی ہے مثلاً فالج میں۔ (۶) لڑکھڑانے لگتی ہے مثلاً حالت نشہ میں (۷) یبوست کی وجہ سے خشک یا رال کی وجہ سے ہر وقت نم رہتی ہے۔ قبل غذا کے نرس کو لازم ہے کہ زبان کی کیفیت کو دیکھ لیا کرے اور جو ظاہری حالت دکھائی دے اُس کو اپنی رپورٹ میں درج کرلیا کرے۔

۸۔بھوک اور پیاس | غذا کم پہنچنے سے بھوک اور زبان کے لعابی غدود میں ایک خاص کیفیت طاری ہونے پر پیاس لگتی ہے۔
اشتہا۔ قریب قریب سب مزمن بیماریوں میں کم ہو جاتی ہے۔ لیکن پیاس عموماً بڑھ جاتی ہے۔
نرس کو لازم ہے کہ ہوشیاری کے ساتھ ان باتوں کو نوٹ کرتی رہے۔ (۱) مریض نے کس مقدار میں غذا اور پانی تیمار دار کے دوران معائنہ میں استعمال کیا۔ (۲) مقدار ہر قسم کی اغذیہ و مشروبات کی بقید وقت۔ (۳) آیا غذا و مشروبات کے بعد مریض میں کوئی خاص حالت تو ظاہر نہیں ہوئی مثلاً کسی مقام پر درد کا محسوس ہونا یا استفراغ

یا دست ہونا۔ (۴) آیا کھانے اور پینے کی چیز کو مریض نے رغبت سے استعمال کیا۔ (۵) مریض کی طبیعت نے کسی خاص چیز کو کھانے یا پینے پر تو رغبت نہیں کی۔

۹۔ متلی | جس مریض کو قے ہوتی ہو اُس کے متعلق نرس کو ان باتوں کو نوٹ کرنا چاہیئے (۱) قے کب ہوئی (۲) استفراغ میں جو چیز خارج ہوئی اُس کا رنگ کیا تھا اور کیسی تھی۔ (۳) استفراغ ہونے میں کسی مقام پر درد تو نہیں ہوا۔ (۴) قے کرنے میں اُبکائیاں زیادہ آئیں یا زور زیادہ پڑا۔ اگر ممکن ہو تو ڈاکٹر کے ملاحظہ کے لئے تھوڑی سی قے رکھنا چاہیئے۔

۱۰۔ تنفس۔ کھانسی اور کف | اکثر نرس کو مریض کا تنفس شمار کرنا ہوتا ہے اِس لئے نرس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جوان تندرست آدمی ایک منٹ میں سترہ مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اگر مریض کو معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص اُس کے سانس شمار کر رہا ہے تو جلد جلد بلا ارادہ سانس لینے لگتا ہے۔ اِس لئے بلا اطلاع شمار کرنا چاہیئے۔ بچّے کی سانس بہ نسبت جوانوں کی سانس کے تیزی کے ساتھ چلتی ہے۔ اور پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے بخوبی سانس کی رفتار شمار کی جاسکتی ہے۔

کھانسی۔ کھانسی دو صورتوں میں پیدا ہوتی ہے۔

(۱) برانکل ٹیوبس Bronchial tubes میں بلغم جمع ہو جاتا ہے جس کے اخراج کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) یا حلق اور سانس کی نالیوں میں سرسراہٹ سی ہوتی ہے۔

کھانسی کے متعلق نرس کو ذیل کے اُمور نوٹ کرنا چاہئیں۔ (۱) کتنی دیر میں آتی ہے۔ (۲) آیا کروٹ کے بدلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (۳) علامات و آثار (الف) ابتدائی برنکائٹس Bronchitis میں خشک ہوتی ہے۔ (ب) بعد کے درجہ میں تر ہوتی ہے (ج) سل کے ابتدائی درجہ میں ٹھسکا ہوتا ہے (د) سل کے مابعد مدارج میں کھانسی گھُٹ کر اور تکلیف دہ ہوتی ہے (ھ) نمونیا میں کھانسی تھوڑی سی اور تیزی کے ساتھ آتی ہے (و۔ ز) کروپ Croup میں اور کالی کھانسی میں کھانسنے میں کوّے کی سی آواز نکلتی ہے۔

۴۔ آیا کھانسی کے ساتھ بلغم خارج ہوتا ہے یا نہیں۔

کف ایک مادہ ہے جو کھانسی میں نکلتا ہے۔ اِس کی رنگتیں حسب ذیل ہوتی ہیں۔ (ا) میوکس Mucous (جھلّی دار کف) یعنی معمولی تھوک برنکائیٹس Bronchitis میں نکلتا ہے (ب) بلغم جس میں پیپ یا کوئی دوسری لیس دار شئے ہوتی ہے یہ برنکائیٹس کے پچھلے اور پرانے درجہ میں نکلتا ہے (ج) خون دار جیسے مرض سل اور نمونیا میں ہوتا ہے۔

نرس کو لازم ہے کہ مقدار اور طریقہ اخراج بلغم اور اُس کی صورت اور رنگ کو نوٹ کرتی رہے اور یہ دیکھے کہ پانی میں ڈوبتا ہے یا نہیں۔

اگر بلغم کا رنگ بھورا ہے تو یہ علامت ورم پھیپھڑے کی ہوتی ہے۔ ذات الجنب (پسلی کا درد) میں بلغم جھاگدار ہوتا ہے اور برنکائیٹس میں اِس قدر لس دار ہوتا ہے کہ اوگالدان میں مثل گوند کے لپٹ جاتا ہے

دیرینہ مرض میں برنکائیٹس (کرانی) میں بلغم گاڑھا ہوتا ہے اور رنگت زرد ہوتی ہے۔ تپ دق۔ ورم پھیپھڑہ اور بعض اوقات دل کے امراض میں بلغم کے ساتھ خون کی پھٹکیاں ہوتی ہیں۔ اگر بلغم میں بہت زیادہ تعفن ہے تو یہ ایک خطرناک علامت ہے۔

مریض کے تھوک و بلغم وغیرہ کو کسی ایسے ظرف میں رکھنا چاہیے کہ جس میں دافع عفونت ادویہ پڑی ہوں یا ایسے ایک تھوک دان میں جو کسی مربہ کی بوتل یا ایسے ہی برتن کا فوراً ہی بنا لیا جائے۔

ایسے برتن کو جس میں بلغم جمع کیا جاتا ہے مریض کے پلنگ کے قریب بلا صاف کئے دیر تک نہ رہنے دینا چاہیئے اور اس قسم کے دو ظروف ہونے چاہئیں تاکہ وہ متواتر بدل دئے جائیں اور اچھی طرح سے صاف کئے جاتے رہیں جو ظرف شب میں رکھا جائے وہ علی الصباح اُٹھا کر اور کسی چیز سے ڈھانک کر علیحدہ ڈاکٹر کے معائنہ کے لئے رکھ دیا جائے۔

۱۱- اجابت نرس کو کموڈ Connode اور پاخانہ کی چوکی کو بعد فراغت دیکھنی چاہیئے تاکہ اُس کو معلوم رہے کہ اجابت باقاعدہ اوقات پر ہوئی یا قبض کے ساتھ یا دست آئے ہیں۔ اگر مریض کو دست آتے ہیں تو نرس کو لازم ہے کہ یاد رکھے کہ ڈاکٹر کے جانے کے بعد اُس کو کتنے دست آئے اور درد تو نہیں ہوا۔ اجابت کے رنگ اور ماہیت سے بھی ڈاکٹر کو مطلع کرنا ہوگا اور خاص طور پر دیکھنا چاہیئے کہ اجابت کے ساتھ خون تو نہیں آیا۔ ڈاکٹر کے معائنہ کے لئے اجابت کسی ظرف میں رکھ کر علیحدہ

رکھ دی جائے اور اوپر سے ایک کپڑا دافع عفونت ادویہ میں تر کر کے ڈھک دیا جائے اور باتھ روم Beth-room میں رکھ دیا جائے۔

۱۲- پیشاب | ہر مرض میں نرس کو پیشاب کے متعلق ڈاکٹر سے رپورٹ کرنا چاہیئے۔ (۱) پیشاب کا رنگ۔ (۲) کچھ دیر تک رکھنے سے پیشاب میں کوئی چیز تہ نشین تو نہیں ہوئی۔ (۳) کوئی خاص بدبو تو نہیں ہے۔ (۴) کتنی مرتبہ پیشاب آیا۔ (۵) پیشاب کرتے وقت کسی مقام میں درد تو نہیں محسوس ہوا۔

جب ڈاکٹری معائنہ کے لئے قارورہ بھیجا جائے تو نہایت صاف شفاف شیشی میں رکھا جائے اور اوپر سے ایک لیبل لگا دیا جائے۔

سنگین بیماریوں میں نرس کی یہ خاص ڈیوٹی ہے کہ دیکھتی رہے کہ مریض کو پیشاب ٹھیک طور پر آیا یا نہیں۔ بعض امراض میں پیشاب بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اور یہ علامت نہایت خطرناک ہوتی ہے۔ اس لئے فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے۔ فالج یا بیہوشی کی حالت میں مریضوں کو پیشاب کی حاجت نہیں ہوتی حالانکہ مثانہ پیشاب سے بھر کر پھول جاتا ہے۔ وضع حمل اور بعض بڑے بڑے اپریشن (عمل جراحی) کے باعث مثانہ کے فعل میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے پیشاب رُک رُک کر آتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ جب پیشاب کے آنے میں خلاف معمول چند گھنٹوں سے زائد وقفہ ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر کو بتا دیا جائے۔ علاج میں توقف ہونا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں

پیشاب سلائی کے ذریعہ سے خارج کرایا جاتا ہے۔

جب مریض کو پسینہ بکثرت آتا ہے تو اغلباً پیشاب میں کمی ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ تک پیشاب کا رنگ شوخ ہو جاتا ہے۔

نمبر ۱۳- ادویہ کا اثر | ادویہ پسینہ لانے یا دست لانے۔ یا دستوں کو روکنے اور دیگر مقاصد سے دی جاتی ہیں۔ نرس کو لازم ہے کہ ڈاکٹر سے دریافت کرلے کہ جو دوا تجویز کی گئی ہے اُن کے متعلق کوئی خاص اثر میرے نوٹ کرنے کے قابل تو نہیں ہے اور ڈاکٹر کو بتائے کہ آیا وہ اثر جیسے کہ وہ چاہتا تھا پیدا ہوئے یا نہیں۔

بعض ادویہ محض خفیف مقدار میں بھی مُہلک اثرات اُن مریضوں میں پیدا کر دیتی ہیں جن مریضوں میں زہر کے اثرات کا قدرتی رجوع ہوتا ہے مثلاً

اِسٹرکنائن Strychnine (کچلہ کا ست) اس سے نیند غائب ہو جاتی ہے۔ اعصاب میں تناؤ اور سختی پیدا ہو جاتی ہے۔

آرسنک Arsenic یعنی سنکھیا۔ معدہ میں درد۔ آنکھوں میں سوزش پیدا کرتی ہے۔

کونین Quinine سے دردِ سر۔ بہرا پن۔ اور کانوں میں سنسناہٹ کی آواز سُنائی دیتی ہے۔

مرکری Mercury یعنی رسکپور۔ اِس سے تھوک زیادہ خارج ہوتا ہے تنفّس میں تکلیف اور منہ میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔

بلاڈونا Belladonna اِس سے حلق میں خُشکی جسم پر سرخ دھبے اور آنکھ کی پُتلیاں چڑھ جاتی ہیں۔
افیون سے غشی ہوتی ہے اور آنکھوں کی پُتلیاں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔

۱۴۔مریض کی دماغی کیفیت | ہمیشہ نرس کو لازم ہے کہ مریض کے مزاج میں جو کوئی غیر معمولی بات مثلاً چڑچڑانا۔ ہذیان بکنا۔ بڑانا وغیرہ دیکھے تو ڈاکٹر کو بتلا دے۔
مریض کے چہرہ، سر یا اعضا کا غیر معمولی طور سے حرکت کرنا اور حقیقتاً ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی بات جو مریض کو خلاف عادت پیش آئے وہ بھی ڈاکٹر کے لئے بڑی بھاری اہمیت رکھتی ہے۔

باب پانزدہم

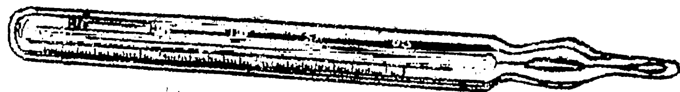
حرارت اور نبض

مریض کا ٹمپریچر۔ یعنی حرارت۔ شیشہ کے تھرما میٹر سے جسکو "کلینکل تھرما میٹر" کہتے ہیں معلوم کی جاتی ہے۔

اِس میں ۹۵ سے ۱۱۰ درجہ فہرن ہائٹ تک حرارت دریافت ہو سکتی ہے۔ ڈگریاں پیمانہ پر لمبی لکیروں سے معلوم ہوتی ہیں اور ہر ایک ڈگری کو چھوٹی چھوٹی لکیروں سے پانچ حصّوں میں تقسیم اِس طرح پر کیا گیا ہے کہ ایک چھوٹی لکیر سے دوسری تک ڈگری کا پانچواں حصّہ ہوتا ہے۔ جب گرمی پہنچتی ہے تو نلی کے اندر کا پارہ اوپر کی جانب چڑھتا ہے۔ مگر برخلاف ایک معمولی تھرما میٹر کے اِس کا پارہ ٹھنڈے ہو جانے پر نیچے نہیں اُترتا ہے تا وقتیکہ وہ اچھی طرح ہلایا یا جھٹکا نہ جاوے۔

کسی مریض کا ٹمپریچر لینے سے قبل اس بات کا لحاظ رکھا جاوے کہ نالی میں پارہ کے اوپر کا حصّہ جس کو اصطلاح میں انڈکس کہتے ہیں ۹۷ درجہ سے نیچے قائم کر دیا گیا ہے۔

تھرما میٹر عام طور پر بغل یا مُنہ میں یا کنج ران میں لگایا کرتے ہیں۔



نمبر ۲ - عملی تھرمامیٹر

عام طور پر ٹمپریچر یوں میں دو بار صبح و شام مریض کے منہ ہاتھ دھونے سے پہلے لیا جاتا ہے۔ منہ میں حرارت بہ نسبت بغل یا کنج ران کے ہمیشہ کسی قدر زائد ہوتی ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ جس مقام کا اور جس وقت پر ایک بار ٹمپریچر لیا گیا ہے اُسی مقام اور وقت پر دوسری بار بھی لیا جاوے۔ بغل میں لگانا ہو تو وہاں کا پسینہ خشک کر کے تھرمامیٹر کے پارہ والے سرے کو بغل کے درمیان رکھ کر مریض سے کہیں کہ بازو کو سینہ سے لگالے۔ بغل یا کنج ران میں معمولی تھرمامیٹر کو پانچ منٹ تک رکھنا چاہیئے۔ نصف منٹ یا ایک منٹ والے تھرمامیٹر کو کچھ زائد عرصہ تک اِن مقامات میں لگائے رکھنا چاہیئے۔

اگر منہ میں تھرمامیٹر لگانا ہے تو مریض کے منہ مین کوئی ٹھنڈی یا گرم چیز پندرہ منٹ پہلے سے نہ ہونی چاہیے۔

تھرمامیٹر کا پارہ والا سرا زبان کے نیچے رکھ کر مریض سے کہین کہ آہستہ سے اپنے لبوں کو بند کرلے لیکن دانتوں سے نہ دبائے۔

دوسرے مریض کو لگانے سے قبل تھرمامیٹر کو کاربولک لوشن Carbolio Iotjon سے ہمیشہ دھو لینا چاہیے

صحت کی حالت میں ٹمپریچر ۹۸ء۴ درجہ فہرن ہائٹ Fahren-heit ہوتا ہے۔ مرض کی حالت میں ٹمپریچر نارمل Normal سے بڑھا ہوا یا گرا ہوا ہوتا ہے لیکن بالعموم بڑھا ہوا ہی زیادہ تر پایا جاتا ہے جن مریضوں کا ٹمپریچر نارمل سے زیادہ ہو تو ان کی

حالت کو پائی رکسیا Pyrexia کہتے ہیں جو کہ زبان یونانی میں بخار سے مراد ہے ۱۰۱ درجہ تک تو معمولی بخار ۱۰۴ یا ۱۰۵ درجہ تک شدید بخار اور اگر ۱۰۵ سے زائد ۱۰۶ ہو جائے تو وہ نہایت ہی شدید بخار سمجھا جاتا ہے۔

نرس کو ہم مکرر بتاتے ہیں کہ بخار یکساں حالت میں ہر وقت نہیں رہتا بلکہ اس کے مدرج ہوتے ہیں بعض اوقات تو یہ ہر وقت رہتا ہے اور کبھی اُتر کر چڑھتا ہے اور کبھی اُترتا چڑھتا رہتا ہے مسلسل بخار سے مراد وہ بخار ہے جو شدت کے ساتھ ہر وقت رہتا ہو۔ ریمی ٹینٹ بخار Remittent fever یعنی نوبتی بخار اس سے مراد اُس بخار سے ہے کہ جو صبح و شام میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن مریض کا ٹمپریچر نارمل Normal کسی وقت میں نہیں ہوتا انٹرمٹینٹ فیور Intermittent fever یعنی بخار اِس سے مراد اس بخار سے ہے جو شبانہ روز میں صرف کچھ دیر کے لئے اُتر جاتا ہے۔

جیسا کہ باب ماسبق میں بیان کیا گیا ہے۔ بخار کی ابتدا عموماً ہاتھ پاؤں کے سرد ہو جانے یا لرزہ معلوم ہونے سے ہوتی ہے بخار آجانے پر جسم کی حرارت تیز۔ اور بدن میں درد۔ ہاتھ پاؤں سرد ہوجاتے ہیں لرزہ آنے کے قبل انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ پیٹھ پر ٹھنڈا پانی پڑ رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں اور تمام جسم کانپنے لگتا ہے۔ دانت بجنے لگتے ہیں انگلیوں کے سرے اور ہونٹ نیلے اور چہرہ زرد ہو جاتا ہے

اور طبیعت اندر سے بے چین اور نڈھال ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر کی عدم موجودگی میں نرس کو لازم ہے کہ لرزہ شروع ہونے پر گرم پانی کی بوتل پاؤں کے تلوؤں سے لگا دے۔ یا گرم کمبل اُڑھا دے اور پانی مانگنے پر گرم مشروبات کا استعمال کرلے۔

"نبض"

نبض کا معلوم کرنا عرصہ دراز کی مہارت اور تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہ مریض کی حالت معلوم کرنے کی رہبری کا بہترین ذریعہ ہے۔ اِس کے ذریعہ سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ مریض کی قوت گھٹ رہی ہے یا بڑھ رہی ہے۔

نبض دیکھنا (۱) دائیں یا بائیں اعضاء کے باہر کی جانب کو مریض کے لیٹے ہونے کی صورت میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نبض دیکھنا چاہیئے۔

(۲) دائیں ہاتھ کی تین اُنگلیاں (یعنی پہلی درمیانی اور تیسری جس میں انگوٹھی پہنی جاتی ہے) ریڈیل ارٹری Radial Artery پر ہاتھ کے اگلے حصہ کے انگوٹھے کی جانب سے آدھے انچ کے قریب اور تینوں اُنگلیوں میں سے بیچ کی اُنگلی کلائی سے ایک انچ آگے رکھی جاتی ہے اور ساتھ ہی انگوٹھے کو ہاتھ کے اگلے حصہ کے نیچے رکھا جائے تاکہ نبض دیکھتے وقت ہاتھ کا سہارا رہو۔

عموماً دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی نبض اور بائیں ہاتھ سے دائیں

ہاتھ کی نبض دیکھی جاتی ہے (۳) خالی ہاتھ میں ایک گھڑی جو سکنڈ بھی بتاتی ہو رکھنا چاہیئے اور ایک منٹ تک نبض کی حرکت کو شمار کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ نبض باقاعدہ چلتی ہے یا بے قاعدہ۔

نبض کی رفتار حالتِ صحت میں ستّر سے اسّی تک فی منٹ ہوتی ہے۔

سوئے ہوئے مریض کی نبض کنپٹی کی رگ پر ٹھیک کان کے سامنے اُنگلی رکھ کر دیکھی جاتی ہے۔

ٹمپریچر کا ایک حالت پر رہنا یا گھٹنا اور نبض کا روز بروز تیز چلنا کمزوری قلب کی علامت ہوتی ہے۔

نبض مختلف بخاروں میں اپنی رفتار اور طاقت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے مثلاً محرقہ لطفی یعنی انٹرک فیور Enteric fever میں نبض کی رفتار حالتِ صحت سے بھی بہت سُست ہو جاتی ہے۔ عموماً صحت کی حالت میں جوان شخص کی نبض ستّر سے ۱۲۰ مرتبہ اور بچوں کی نبض ۱۸۰ مرتبہ تک حرکت کرتی ہے۔ اگر جوان شخص کی نبض ایک منٹ میں ۱۲۰ مرتبہ سے زائد حرکت کرے تو علامت خطرناک ہوتی ہے۔ اگرچہ نبض کا تیز چلنا کچھ حد تک شدّت بخار کی علامت ہوتی ہے۔ لیکن اُس سے یہ اخذ نہ کرنا چاہیئے کہ نبض کی رفتار دھیمی ہونے پر بخار بھی خفیف ہوگا۔

اگر بتدریج نبض کی تیزی میں کمی محسوس ہو تو یہ علامت افاقہ

مرض کی ہے۔ بعض اوقات مثل ٹمپریچر کے نبض کی رفتار صحت کے ابتدائی زمانہ میں نارمل Normal سے نیچے گرجاتی ہے۔ قطعی طور پر سست ہوجانے کے بعد اگر یکایک نبض میں تیزی آجائے تو یہ علامت مرض میں پیچیدگی پیدا ہونے کی ہے۔ حرکت کرنے سے بھی نبض تیز ہوجاتی ہے۔ لیٹے ہوئے مریض کو یکایک کھڑا کردینے یا بٹھا دینے میں خاص طور پر یہ صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ نبض دیکھنے کے قبل یہ ضروری ہے کہ مریض پندرہ منٹ پہلے سے لیٹا رہے۔ بعض بخاروں کے شروع زمانے میں نبض پوری تیزی کے ساتھ چلتی ہے اور بعض میں شروع ہی سے نبض سست پڑجاتی ہے۔ نبض کا سست ہونا کمزوری قلب کی دلیل ہے۔ اور یہ علامت وہ ہوتی ہے کہ جس میں نبض سے دباؤ ڈالنے سے گم ہوجاتی ہے۔ تمام اقسام کے بخاروں کے آخری درجہ میں نبض عموماً سست چلتی ہے۔

"انٹرک فیور" Enterio Pever کے دوسرے ہفتہ میں نبض کی حرکت میں دوہری حرکت پائی جاتی ہے اور اکثر اوقات اُس کی رفتار میں بے قاعدگی آجاتی ہے۔ دونوں ہی صورتیں یعنی ایک بڑی تیز نبض ۱۲۰ حرکت فی منٹ اور بہت ہی سست نبض یعنی ۵۰ حرکت فی منٹ کمزور مریضوں میں سخت بخاروں کی حالت کے بعد واقع ہوتی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نپولین کی نبض بہت سست چلتی تھی اور یہ طویل زندگی کی علامت ہے

باب شانزدہم

مریض کا غسل

پانی کا ٹمپریچر | صفائی جسم کے خیال سے معمولی غسل جو ہوتے ہیں اُن کے علاوہ دیگر اغراض کے لئے بھی مختلف اقسام کے غسل ڈاکٹر تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر قسم کے غسل کے لئے پانی کا ٹمپریچر حسب ذیل ہوا کرتا ہے۔

گرم غسل	۱۰۰	درجہ	سے	۱۰۶	تک	فہرن ہائٹ
نیم گرم	۹۵	〃	〃	۱۰۰	〃	〃
شیر گرم	۸۵	〃	〃	۹۵	〃	〃
مُعتدل	۷۵	〃	〃	۸۵	〃	〃
نیم سرد	۶۵	〃	〃	۷۵	〃	〃
سرد	۳۴	〃	〃	۶۵	〃	〃

مریض کو قبل کسی قسم کے غسل دینے کے ڈاکٹر سے پانی کا ٹمپریچر اور یہ کہ کتنی دیر تک مریض کو ٹب میں بٹھایا جائے گا ضروری ہدایات حاصل کر لینی چاہئیں۔

سرد غسل | ۶۵ درجہ فہرن ہائٹ ٹمپریچر والے پانی سے دیا جاتا ہے اور یہ تیز بخاروں کی حالت میں دیا جاتا ہے۔ اکثر امراض میں فوراً

مریض کو ٹھنڈے پانی کے ٹب میں نہیں بٹھایا جاتا ہے بلکہ شروع میں
پانی کا ٹمپریچر ۸۵ درجہ رکھا جاتا ہے اور بعد میں برف کا پانی ملاکر پانی کو
بتدریج سرد کیا جاتا ہے۔

گرم غُسل | اِس قسم کے گرم غُسل کی ضرورت۔ درد قولنج ہیضہ
سرسام کی تیزی کو کم کرنے کے لئے۔ پیشاب اُتارنے اور گُردے کی
بیماریوں کے آخری درجہ میں پسینہ لانے کی غرض سے دیا جاتا ہے۔
مریض کے پلنگ سے ملاکر پانی کا ٹب رکھ دیا جاتا ہے اور مریض کو
اُٹھاکر ٹب میں بٹھا دیا جاتا ہے۔

ڈوش Douche | (تریڑے دینا) گرم یا سرد پانی کسی خاص
حصّہ جسم پر ترارہ کرکے بلندی سے پُہنچایا جاتا ہے مثلاً ٹخنہ کھسک گیا
ہے یا گھٹنے کی رگیں تن گئی ہیں تو نرس۔ اسٹول کے اوپر کھڑی ہوکر
لوٹے یا جگ میں پانی لے کر موقع درد پر ترارہ کرتی ہے۔ ترارہ کرمچ
یا ربڑ کی پچکاری کے ذریعہ سے بھی بخوبی ہوسکتا ہے۔ جیساکہ
حماموں میں دیا جاتا ہے۔

پانی کا چھینٹا | قدرے گرم یا سرد پانی جیسی ضرورت ہو۔ ڈول میں
لے کر ہاتھ سے مریض کے چہرہ یا کسی دوسرے عضو پر پھینکتے ہیں جس کو
ڈاکٹری اصطلاح میں "ایفیوزن" Affusion یعنی "چھینٹا"
کہتے ہیں۔ اکثر "سن اسٹروک" Sunstroko (سورج کی گرمی سے
بیہوش ہوجانا) اور ایسی ہی قسم کی دوسری بیماریوں میں اس کی

ضرورت ہوتی ہے۔

گرم بھاپ کا غسل | تنفس کے امراض میں بعض اوقات بھاپ لیتے ہیں۔ آسان ترکیب یہ ہے کہ مریض کو کمّل اُڑھا کر کرسی پر اِس طرح بٹھادیا جاتا ہے کہ اِس کا مُنہ کھُلا رہتا ہے اور چاروں طرف کمّل گردن سے فرش تک لٹکا ہوتا ہے اور کمّل کے اندر اسپرٹ لمپ یا کسی دوسرے برقی آلہ سے بھاپ پیدا کی جاتی ہے۔ اگر اسپرٹ لمپ استعمال کیا گیا ہے تو احتیاط کرنی ہوگی کہ کمّل کا کوئی حصّہ لمپ کے قریب نہ ہو تا کہ کوئی چیز جلنے نہ پائے۔ مریض کو اُس وقت تک بھاپ پہنچاتے رہتے ہیں۔ جب تک کہ اچھی طرح پسینہ نہ آجائے۔ بعدازاں نبض۔ تنفس۔ حرارت اور چہرہ کی ظاہری حالت سے اندازکر کے بھاپ کا سلسلہ جاری یا بند کرنا ہوتا ہے۔ مریض کے ہٹانے کے بعد فوراً کسی ملایم تولئے سے اُس کا جسم اچھی طرح خشک کر لینا اور کمل اُڑھا کر پلنگ پر لٹا دینا چاہیئے۔ بھاپ دینے میں مریض کو گرم مشروبات پسینہ زیادہ لانے اور تشنگی دفع کرنے کے لئے پلانا مفید ہوتا ہے اگر چہرہ پر زردی یا علامات غشی ظاہر ہوں تو فوراً بھاپ دینے کو بند کر دینا چاہیئے۔

بھپارہ | بھاپ لینے اور بھپارہ لینے کا طریقہ قریب قریب یکساں ہے فرق صرف اِس قدر ہوتا ہے کہ بھپارہ میں اسپرٹ لمپ پر ایسا کوئی ظرف رکھ دیا جاتا ہے کہ جس میں ایک یا دو پائنٹ پانی آتا ہو۔ پانی کھولا کر بھاپ پیدا کی جاتی ہے۔ بعض اوقات مریض کو ایک خاص

قسم کے صندوق میں بٹھا دیتے ہیں اور صندوق میں ایک ٹونٹی لگی ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے بھاپ پہنچاتے ہیں۔ صرف سر صندوق کے باہر ہوتا ہے اور باقی جسم اندر ہوتا ہے۔ یا منہ کھلا رکھ کر مریض کو کرسی پر بٹھا کر سارے جسم کو چاروں طرف سے کمل اُڑھا دیتے ہیں جیسے کہ گرم بھاپ کے غسل میں کیا جاتا ہے۔

بھاپ اور بھپارہ کے غسل درد ریح۔ گٹھیا۔ عرق النساء اور دیگر امراض ہیں جن میں کہ اعضاء کا حصہ یا جوڑ مبتلا ہو جاتا ہے۔ جائے ماؤف پر لگائے جاتے ہیں یا دیئے جاتے ہیں۔ چوکر۔ بھوسی۔ گل خیرو۔ بالو۔ ریت یا باریک نمک کو فلالین کی دو چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں بھر کر مقام ماؤف یا متورم پر رکھنا ہوتا ہے یا برقی آلہ سے غسل دیا جاتا ہے ان میں سے کوئی باتھ Bath یعنی غسل بلا اجازت و ہدایت ڈاکٹر کے نہ دینا چاہئے اور باتھ کی قسم مدت اور نوعیت ڈاکٹر سے دریافت کر لینا ضروری ہے۔

| ہاتھ اور پاؤں کا غسل | اِس قسم کے غسل زہریلے زخموں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور ان کے لئے مخصوص قسم کے ظروف استعمال کئے جاتے ہیں غسل کا برتن پانی سے نصف بھر دیا جاتا ہے اور اس میں مجوزہ لوشن ڈال دیا جاتا ہے۔ ٹمپریچر سو درجہ فہرن ہائٹ Fahren-heit پر ہونی چاہئے۔

| اسپنج۔ گرم سینک اور ٹھنڈی چیز مثلاً برف وغیرہ کا لگانا | اس کو مسلسل بخار کے علاج میں ڈاکٹر اکثر تجویز کرتے ہیں۔

اسپنج کرنا بخار میں ابخرات کے ذریعہ سے حرارت کو دور کرنے کے لئے ڈاکٹر اسپنج کرنا تجویز کرتے ہیں۔ اسپنج کو پانی میں تر کر لیا جاتا ہے اور جسم کو پونچھا جاتا ہے عموماً ٹھنڈا یا گرم پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ مریض کے نیچے ایک کمل بچھا دیا جائے اور قمیص اُتار لی جائے، اور دونوں جانب تولئے لپیٹ کر رکھ دئے جائیں تاکہ پانی اُن پر گرے پلنگ پر صرف ایک کمل بچھا دیا جائے بقیہ چادریں اُٹھا لی جائیں۔ پھر اسپنج کرنے کے بعد کسی ملائم تولئے سے آہستہ آہستہ مریض کے جسم کو خشک کر لینا چاہیئے اور پانی کا ٹمپریچر جو ڈاکٹر نے تجویز کیا ہو اُس کے مطابق رکھنا چاہیئے اور حسب ضرورت گرم یا سرد پانی بہ لحاظ موسم و وقت ملاتے رہنا چاہیئے۔

گرم سینک کرنا مریض کے نیچے ایک بڑا موم جامہ اور اس پر ایک کمل بچھا دیا جاتا ہے اور مریض کو کمل اُڑھا کر قمیص اُتار لی جاتی ہے۔ ایک بڑی چادر لی جائے اور اُس کی چادر تہہ کر لی جائیں۔ اور اُس کو قابل برداشت گرم پانی میں بھگو کر نچوڑ لیا جائے اور نچوڑنے کے لئے ایک چادر یا غسل کا تولیہ استعمال کیا جائے مریض کو چت بستر پر لٹا کر اس کے اوپر اِس نچوڑی ہوئی چادر کو ڈال دیں اور چاروں طرف سے اِس چادر میں مریض کو لپیٹ دیں۔ صرف مُنہ کھلا رکھیں بعد ازاں جو کمل نیچے بچھا ہوا ہے اِس کو دونوں جانب سے موڑ کر مریض کو اُڑھا دیں اور اوپر سے کئی ایک کمل اور موم جامہ اُڑھا دیں۔ گرم مشروبات مریض کو پلائے جائیں تو بہت پسینہ آتا ہے ۲۰ - ۲۵ منٹ تک اِس طرح مریض کو لیٹا ہوا رکھا جائے

بعد ازاں نچوڑی ہوئی چادر کمبل اور موم جامہ کو اُتار لیں اور مریض کو گرم کمبل اُڑھا کر ایک گھنٹہ تک لٹائے رکھیں۔

مریض کو ٹھنڈی چادر میں لپیٹنا	اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو گرم چادر

کے لئے اوپر بیان کیا گیا ہے بستر وغیرہ اسی طرح پر بچھایا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کی چادر ٹھنڈے پانی میں بھگو کر نچوڑی جاتی ہے۔ اگر پاؤں بہت ٹھنڈے ہو جائیں تو گرم پانی کی بوتل تلوؤں سے لگا دی جائے جس چادر میں مریض لپیٹا جائے اس پر برف ملتے رہنا چاہیئے تاکہ سردی قائم رہے اور جسم کی حرارت سے گرم نہ ہو جائے یا برف کا ٹھنڈا پانی خفیف مقدار میں چھڑک کر چادر کا ٹمپریچر ٹھنڈی حالت میں رکھا جائے۔ نرس کو لازم ہے کہ ہر پانچ پانچ منٹ کے بعد مریض کا ٹمپریچر لیتی رہے اور مریض کی نبض پر نگاہ رکھے۔ گرم اور سرد سینک کا استعمال ٹمپریچر کی حالت پر بہ لحاظ اپنے اثر کے دارومدار رکھتا ہے۔

ایلکلائن باتھ Alkaline baths	یہ گرم غسل میں کاربونیٹ سوڈا

Carbonate Soda یا پوٹاش Potash چھ اونس ملا دینے سے تیار ہوتا ہے اور درد ریح اور گٹھیا میں دیا جاتا ہے۔

باب ہفتدہم

مریض بچّوں کی تیمارداری

کامیابی کے ساتھ جوان شخص کی تیمارداری کرنے میں جس قدر مشاہدہ اور ہمدردی کی ضرورت ہے اس سے ہزارہا گونہ زائد بچّوں کی تیمارداری میں ضرورت ہوتی ہے اِس لئے کہا گیا ہے کہ بیمار بچّے کی تیمارداری کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص اجنبی ملک میں جاکر تحقیقات کرتا ہے کہ جہاں کی زبان سے وہ واقف نہ ہو۔

بچّوں میں مثل جوانوں کے امراض کی سختی برداشت کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی اس لئے نرسوں کو لازم ہے کہ اُن کی تیمارداری میں اَور بھی زیادہ مُستعدی اور ہوشیاری کے ساتھ ہر وقت کی کیفیت کو دیکھتی بھالتی رہیں تاکہ زیادہ وقت تشخیص اور تجویز میں ڈاکٹر کو نہ صرف کرنا پڑے امور ذیل ڈاکٹر کی اطلاع کے لئے ضرور نوٹ کئے جائیں (۱) بچّے کا رونا (۲) بچّوں کو کس کروٹ آرام ملتا ہے (۳) بچّہ اپنے ہاتھ پاؤں کس طرف کو زیادہ ہلاتا ہے (۴) ٹمپریچر (۵) نبض (۶) تنفّس (۷) بے چینی (۸) بچّہ کی سستی۔

بچّوں کی زندگی میں چند مراحل ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا جاننا ہر ایسے

شخص کو جن کے متعلق اُن کی پرورش وپرداخت ہو ضروری ہے اور اُن کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے وہ یہ ہیں۔ (۱) بحالت صحت بچّوں کا اصلی وزن (۲) نشو ونما کے مدارج (۳) بچّوں کی اجابت کی خاصیتیں۔

۱۔ بچّوں کا اصلی وزن | اس ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جس سے واضح ہو گا کہ نوزائیدہ بچّہ جس کا وزن سات پونڈ ولادت کے وقت ہوتا ہے اِس کا ہفتہ وار اور ماہانہ وزن کس اوسط سے بڑھتا رہتا ہے۔

زمانہ	ترقی ہفتہ وار	ماہانہ ترقی	اصلی وزن
اوّل ماہ کے اختتام پر	پہلے ہفتہ میں ۵ اونس سے زائد	۱ پونڈ	۸ پونڈ
۲ // // //	۴ سے ۷ //	۱ ۳/۴ //	۹ ۳/۴ //
۳ // // //	// // ۵ //	۱ ۱/۴ //	۱۱ //
۴ // // //	. . ۶ //	۱ ۱/۲ //	۱۲ ۱/۲ //
۵ // // //	. . ۶ //	۱ ۱/۲ //	۱۴ //
۶ // // //	. . ۴ //	۱ //	۱۵ //
۷ // // //	. . ۳ سے ۴ //		۱۶ //
۸ // // //	. . ۳ سے ۴ //	اوسط ایک پونڈ بعض میں کم	۱۷ //
۹ // // //	//	اور بعض میں زیادہ	۱۸ //
۱۰ // // //	//		۱۹ //
۱۱ // // //	۵ // //	۱ ۱/۴ ماده	۲۰ ۱/۴ //
۱۲ // // //	۳ // //	۳/۴ //	۲۱ //

پہلے سال سے دس سال تک سالانہ ساڑھے تین پونڈ کے حساب سے وزن بڑھتا رہتا ہے اور دس سے سولہ سال تک ایک مضبوط توانا بچہ سات پونڈ سالانہ وزن سے بڑھتا ہے۔

۲۔ نشو و نما کا قدرتی زمانہ | چوتھے ماہ میں بچہ میں کچھ سمجھ اپنے پس و پیش اشیاء کی آجاتی ہے اور اگر سر کو کوئی شخص پکڑے رہے تو اپنے بل پر صحیح و تندرست بچہ بیٹھ لیتا ہے۔

دسویں ماہ میں بچہ کھسکنا اور بارھویں ماہ سے سولھویں مہینے تک میں اپنی ٹانگوں پر قابو حاصل کر لیتا ہے اور چلنے لگتا ہے۔

۳۔ بچے کی اجابت کی خاصیتیں | شیر خوار بچے کی اجابت کا رنگ، ولادت کے پہلے اور دوسرے دن تک سبزی مائل ہوتا ہے بتدریج رنگ میں تغیر ہوتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد پھٹے ہوئے انڈے کی ماہیت کا ہو جاتا ہے اور بو میں ترشی ہوتی ہے دن کو تین چار بار اجابت ہوتی رہتی ہے آٹھ سے بارہ ماہ تک اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور بمقابلہ پہلے کے زیادہ بستہ ہونے لگتا ہے اور عموماً دن میں دو بار اجابت ہوتی ہے بیماری کی حالت میں اجابت کی کیفیت میں فرق آجاتا ہے (۱) رنگ سبز (۲) پانی کی طرح پتلی (۳) سخت بدبو (۴) غیر ہضم شدہ (۵) غیر ہضم شدہ دودھ کے ٹکڑے یا خون کی پھٹکیاں۔

مریض بچے کے نہلانے دھلانے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہوا نہ لگ جائے۔ اوّل دونوں ہاتھوں پر ایک کمل کا ٹکڑا

بچھایا جائے اِس پر بچّہ کو لٹا کر اِس کے کپڑے اُتارے جائیں اور معمولی ٹرکش ٹاول Turkish towel یعنی نرم تولیہ میں لپیٹ دیا جائے اور اچھی طرح سے اُس کو خشک کیا جائے۔ رگڑ کر نمی نہ دور کی جائے بلکہ آہستہ آہستہ تمام جسم پر پارچہ تھپ تھپا کر خشک کر لیا جائے۔ یہ عادت بہت خراب ہے کہ اِدھر اُدھر سے بچّہ کو پونچھ لیا اور سمجھ لیا کہ جسم خشک ہو گیا اور بقیہ نمی کو چھپانے کے لئے اوپر سے پاوڈر Powder چھڑک دیا۔ یہ طریقہ نہایت زبوں ہے اور تربیت کنندہ کی کاہلی پر دلالت کرتا ہے۔ جسم پر دانے یا دوڑے ایسی ہی ناعاقبت اندیش نرس کی کاہلی کی وجہ سے نکل آتے ہیں۔

جب بچّہ کو سردی معلوم ہو تو گرم پانی کی بوتل سے گرمی پہنچائی جائے دوسرا کمل اُڑھا دینے سے اُس کے ننھے جسم کو کچھ گرمی نہیں پہنچتی۔

مریض بچّہ کی غذا میں اوقات کی پابندی بدرجہ غایت ضروری ہے۔ صرف دن ہی میں نہیں بلکہ شب میں بھی اِس کا خیال رکھا جائے۔ شیر خوار بچّہ کے نزدیک دن و رات کوئی چیز نہیں ہوتی۔ چوبیس گھنٹہ سونے اور دودھ پینے سے کام ہوتا ہے۔ غذا دینے کا وقت آجائے تو فوراً جگا کر غذا کرا دینی چاہیئے۔ اکثر مائیں سوتے ہوئے بچّوں کو جگانا پسند نہیں کرتیں لیکن جگا کر کھلا پلا دیا جائے تو فوراً سو جاتا ہے اور اچھی نیند سوتا ہے اِس قاعدہ کی عدم پیروی سے اکثر بچّوں کو رونے کی عادت ہو جاتی ہے۔ کشتی کی شکل کی شیشی جس میں ایک چُسنی ربڑ کی لگی ہوتی ہے۔ دودھ پلانے کے لئے بہت موزوں ہوتی ہے۔ ایک سکنڈ میں ایک قطرہ کے حساب سے

دودھ بچّے کے پیٹ میں جاتا ہے۔ روزمرّہ بلاناغہ شیشی اور چُسنی کو گرم پانی میں ڈال کر خوب جوش دے لینا چاہیئے اور ہر وقت دونوں چیزیں پانی میں ڈوبی رکھی جائیں اور استعمال کے بعد پانی بدل دیا جائے۔

جو چیز دی جائے وہ چھان کر اور خون کی حرارت کے درجہ کے مطابق گرم کر کے دی جائے۔ دودھ پلانے کے وقت شیشی کو ہاتھ سے پکڑے رہنا چاہیئے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مُنہ سے جُدا کر لینا چاہیئے تاکہ بچّہ کچھ دم لے لے۔

چھوٹا رومال:۔ (جو قمیص وغیرہ کی حفاظت کے لئے گلے میں باندھ دیا جاتا ہے) اِس کو ہر مرتبہ دودھ پلانے کے وقت بدل دینا چاہیئے۔

تندرستی کی حالت میں جو برتاؤ بچّوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اُس کا پرتو اُن کی حالت میں اُن کے مزاج و حرکات و سکنات پر پڑتا ہے۔ جو مائیں یہ چاہتی ہیں کہ بچّوں کی علالت کی وجہ سے اُن کو زیادہ تکلیف نہ پُہنچے تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر اُنھوں نے اپنے بچّوں کی عادتیں بگاڑ دی ہیں یا اگر وہ خفیف شکایات پر خانہ ساز دواؤں کو جلد جلد استعمال کرتی رہی ہیں یا اگر اُنھوں نے اپنے بچّوں کے دلوں میں ڈاکٹر اور دوا کا بے بنیاد خوف بٹھا دیا ہے تو اِن ماؤں کی اولاد کا بیمار ہونا گویا من جانب اللہ ان کی سزا ہوتی ہے۔

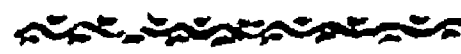
بچّوں کی خفیف علامت مرض سے بھی غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ اِن کے جسم بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اِس لئے ہر مرض کا قابو اِن پر بہت جلد

چل جاتا ہے۔ اور بمقابلہ جوانوں کے بچّوں کے اعضا کو ایک دوسرے سے بہت زیادہ تعلق ہوتا ہے اِس لئے ایک عضو سے دوسرے عضو میں بہت جلد مرض سرایت کر جاتا ہے خفیف سے خفیف علالت بھی مُہلک امراض کا مُقدمہ ہوتی ہے جس طرح خفیف زخم یا چوٹ کا علاج نہ کیا جائے تو یہ ہمیشہ کے لئے عضو کے بدنما ہو جانے کا سبب ہو جاتا ہے۔ نرس کو نہ تو بچّے کے آنسو بہتے ہوئے دیکھکر اور نہ بلا آنسو کے رونے سے تشویش ہونی چاہیئے حالانکہ آنسوؤں کا بہنا اُن کے اِحساس قلبی کی وجہ سے ہوتا ہے اور بے آنسو رونا کسی جسمانی تکلیف سے ہوتا ہے۔ اگر بچّہ ہاتھ کو مُنہ کے پاس لے جائے یا مُنہ اس طور سے چلائے۔ جیسے کوئی چیز اندر کو لے جاتا ہو یا نگلتا ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ بھوک سے روتا ہے۔

اگر کوئی بچہ اپنا سر تکیہ پر اِدھر اُدھر پھیرے اور علی الخصوص دیر تک ایک ہی طرف نظر جمائے رہے اور سر پر اپنے ہاتھ کو پھرائے تو اگر یہ علامات قبضیت کی وجہ سے نہ ہوں تو بالکل غفلت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ڈاکٹر کا مشورہ فوراً لینا چاہیئے۔ بچّہ کے مُنہ چلانے کی حرکت کو شاعرانہ لحاظ سے فرشتہ کی کانا پھوسی کا اثر خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حرکت نفخ کی حالت میں عموماً پائی جاتی ہے۔ کروٹ بدل دینے سے یہ حالت جاتی رہتی ہے۔ اور گرم ہاتھ مل دینا یا گرم فلالین کا ٹکڑا رکھ دینا بھی مُفید ہوتا ہے۔ بچّوں کی نبض شناسی میں بڑی دقت ہوتی ہے اگر ایک اُنگلی پکڑا دی جائے اور دوسری اُنگلی کلائی پر رکھی جائے تو عموماً رفتار کا شمار کر لیا جا سکتا ہے

بچوں کی نبض کنپٹی کے سامنے یا ٹخنے کے اندرونی حصہ سے بھی محسوس ہوسکتی ہے۔

تنفس کی رفتار کا شمار پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کرنا چاہئے۔ بچوں کو جوانوں کے ساتھ ہرگز نہ سُلایا جائے نہ صرف اِس میں بچوں کے دب جانے کا احتمال ہوتا ہے بلکہ بچوں کو بہ نسبت جوانوں کے زیادہ صاف اور تازہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جوان کی سانس ہوا میں کثافت پیدا کرتی ہے جو بچے کے لئے مُضر ہوتی ہے۔ اور جوان کی جلد سے بھی مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بچہ کو اپنے کھوڑلے پر کمبل یا لحاف اگر اُڑھا دیا جائے تو پورے طور پر گرم رہتا ہے۔ اِنہیں وجوہات سے بچوں کا سر کپڑے کے نیچے دے کر نہیں سُلانا چاہئے



باب ہشتدہم

ڈاکٹر کی آمد

ڈاکٹر کی آمد کے پہلے مریض کے کمرے میں ہر ایک چیز تیار اور موجود رہنی چاہیئے - اِس کی ضرورت نہیں کہ اِس کی آمد کے خیال سے جلدی جلدی مریض کو دھو دھا کر اور کپڑے بدلوا کر تھکا ڈال جائے گرم اور سرد پانی - صابون - ناخون صاف کرنے کا برش اور ایک صاف تولیہ قریب موجود رہنا چاہیئے - عمل جراحی کی حالت میں پٹیاں "سیفٹی پن" Safety-pin ایک سفید تولیہ میں لپیٹی ہوئی موجود رہنی چاہئیں نرس کی تحریری یا دداشت اور ٹمپریچر کا چارٹ Chsrt نمایاں جگہ میں ڈاکٹر کے ملاحظہ کے لئے تیار ملے - اگر مریض بخار میں مبتلا ہے تو فوراً ٹمپریچر کا چارٹ تیار کر دیا جائے - نرس کو اِس کی تیاری کے لئے ہدایت کا اِنتظار نہ کرنا چاہیئے - نرس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو چارٹ اس سے تیار کئے ہیں وہ مریض کے لئے نہیں ہیں بلکہ ڈاکٹر کے لئے ہیں اور مریض کو اِن کا معائنہ بھی نہیں کرانا چاہیئے - جب ڈاکٹر مریض کے کمرے میں ہو یا اُس کو دیکھ رہا ہو یا نسخہ لکھ رہا ہو تو اِس دوران میں نرس کو کوئی

سوال نہ کرنا چاہیئے۔ جب ڈاکٹر مریض کے پاس بیٹھا ہو تو نرس کو لازم نہیں ہے کہ شروع سے آخر تک مثل سایہ کے اس کے ساتھ رہے کیونکہ مریض ڈاکٹر کے ساتھ تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جب ڈاکٹر مریض کے کمرے سے فارغ ہو کر نکلے تو نرس کو لازم ہے کہ باہر آ کر ڈاکٹر سے برآمدے یا دوسرے کمرے میں ملے۔ تاکہ وہ اُس دن کے متعلق جو ہدایات یا احکامات ہوں اُن کو حاصل کرلے۔ اگر کوئی ہدایت نرس کی سمجھ میں نہ آئے تو فوراً کہہ دینا چاہیئے اور جو دشواریاں ہدایت پر عمل کرنے میں پیش نظر ہوں ڈاکٹر کو بتا دے۔ سخت چوٹ آجانے پر حسب ذیل سامان ڈاکٹر کی آمد کے پہلے مہیا ہو جانا چاہیئے۔

۱۔ گرم سرد پانی زائد مقدار میں۔

۲۔ دُھلی ہوئی صاف تولیہ اور صابون۔

۳۔ ناخون صاف کرنے کا برش۔

۴۔ مقراض ناخون کاٹنے کی۔

۵۔ سلاپ بکٹ Slop-bucket (خراب پانی جمع کرنے کی بالٹی)

خاص اقسام کے ناگہانی صدمات کے لئے اشیاء ذیل موجود ہونی چاہئیں

الف جل جانے پر

(۱) پھاہوں کا ٹکڑا۔

(۲) جذب کرنے والی روئی۔

(۳) روغن زیتون۔

(۴) پٹیاں

(۵) بورک پوڈر Bori-powdef

ب ۔ سیلان خون

برف اور اسپنج

ج ۔ پانی میں ڈوبنا

(۱) متعدد کمبل آگ سے گرم کئے ہوئے ۔

(۲) گرم پانی کی بوتلیں ۔

(۳) چادریں ۔

د ۔ ہر قسم کے زخم

(۱) بورک لینٹ Boric Lint

(۲) بورک لوشن Boric lotion

(۳) پرکلورائڈ آف مرکری Perchloride of mercury کی ٹکیاں

(۴) گٹاپرچا Guttapercha یا موم کی لگی ہوئی ریشم کی ڈوریاں

(۵) متعدد چھوٹی بڑی پٹیاں

(۶) مقراض

(۷) سیفٹی پنس Safety pins



باب نوزدہم

خارجی دوائیں

خاص خارجی علاج یہ ہیں۔
(۱) گرمی مختلف طریقوں سے پہنچانا۔
(۲) سردی مختلف طریقوں سے پہنچانا۔
(۳) مُہیّج ادویہ۔
(۴) جلد پر مالش یا لگانے کے ادویہ۔
(۵) حلق اور مُنہ کی دوائیں۔
(۶) آنکھ کی ادویہ۔
(۷) حقنہ۔

۱۔ حرارت پولٹس۔ بھاپ حرارت (جو خارجی طور پر پہنچائی جاتی ہی) اُن پٹھوں کی سختی کو جن کی وجہ سے متورم جگہ پر درد پیدا ہوتا ہے بباعث اپنی خاصیت سختی کے دور کر لینے کے درد کو کم کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔

حرارت کا خارجی استعمال دو طریق سے کیا جاتا ہے۔

اوّل ترسینک کرنے سے۔ دوسرے خشک سینک کرنے سے۔

ترسینک | پولٹس اور سینک کے ذریعہ سے ترسینک کی جاتی ہے۔

پولٹس کئی قسم کی ہوتی ہے لیکن عموماً السی اور رائی کی پولٹس استعمال کی جاتی ہے

السی کی پولٹس کُٹی ہوئی السی کی پولٹس بمقابلہ آٹے کی پولٹس

کے اچھی ہوتی ہے۔ اِس کے بنانے کے لئے حسب ذیل سامان کی ضرورت ہوتی ہے (۱) ایک دیگچی اور ایک لوٹا کھولتا ہُوا پانی (۲) ایک پیالہ۔ (۳) ایک بڑی چپٹی چُھری اور پھیلانے کے لئے سن کے کپڑے یا سوتی کپڑے کے ٹکڑے۔ اگر سن کے کپڑے کا ٹکڑا استعمال کیا جائے تو اس کو ضرورت کے موافق برابر کاٹ لینا چاہیئے۔

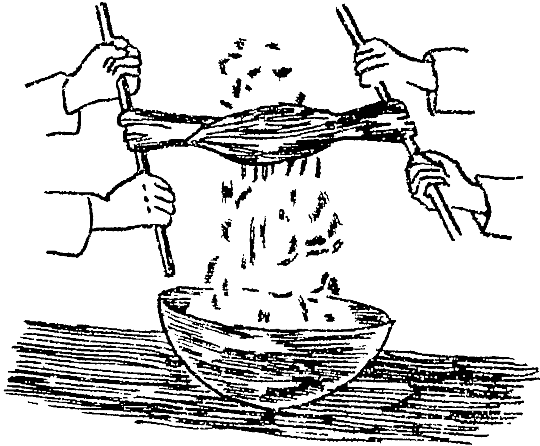
چُھری اور پیالے کو گرم کرنے کے بعد دیگچی سے کھولتا ہوا پانی پیالہ میں ڈالا جائے۔ بعدازاں اوپر سے اِس میں کُٹی ہوئی السی ایک ہاتھ سے چھڑکی جائے اور چُھری سے جلد جلد ہلاتے جائیں یہاں تک کہ وہ گاڑھی ہو جائے اور دُہنیت کی وجہ سے پیالے کے کناروں سے نہ لپٹے بعدازاں حسب ضرورت پارچہ کے ٹکڑے پر یکساں چُھری سے پھیلائی جائے۔ چُھری کو بار بار گرم پانی سے تر کرتے رہنا چاہیئے تاکہ پولٹس نہ لپٹے اور چُھری صاف رہے قریباً ایک چوتھائی انچہ موٹی پھیلائی جائے اور سن کے یا سوتی کپڑے کے کنارے جس پر وہ پھیلائی گئی ہو چاروں طرف سے موڑ دیئے جائیں۔ احتیاط رکھنی چاہیئے کہ بہت زیادہ گرم پولٹس نہ باندھی جائے۔ آسان ترکیب اس کی گرمی معلوم کرنے کی یہ ہے کہ مقام ماؤف پر

رکھنے سے پہلے ہتیلی کی پُشت پر رکھکر اس کی گرمی کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ جب ٹھیک موقع سے رکھ دی جائے تو اوپر سے روئی کی ایک گدی رکھ کر پٹی سے باندھ دی جائے تاکہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

رائی کی پولٹس السی اور رائی کو ملا کر یہ پولٹس بنائی جاتی ہے۔ رائی کا آٹا علیحدہ برتن میں ذرا سے گرم پانی میں ڈالکر حل کر لیا جائے بعد ازاں بطریق بالا السی کی پولٹس بنائی جاتی ہے اور دونوں خوب ملا دی جاتی ہیں۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ رائی کا اور السی کا وزن برابر ہی ہو لیکن عموماً ایک حصّہ رائی اور دو حصّہ السی ملاتے ہیں۔

گرم سینک اِس کے لئے ملائم فلالین جو کسی قدر دبیز بھی ہو نہایت موزوں ہوتی ہے۔ لنٹ اور جذب کرنے والی روئی بھی بعض اوقات استعمال کی جاتی ہے اور علاوہ اِس کے "اسپنجی او پائی لیں" Spongio-Piline بھی جو نمدے کی قسم سے ہے اور انگریزی دوا فراشوں کے یہاں سے ملتی ہے۔ آخر الذکر اگرچہ عمدہ چیز ہوتی ہے لیکن گراں قیمت ہے۔ عمل جراحی میں "بر اسک اول" ہمیشہ ہر قسم کی سینک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر درد کے دفع کرنے کے لئے سینک کرنا ہے تو نصف نصف گھنٹے کے بعد بدلتے رہنا چاہیئے۔

ترکیب یہ ہے کہ جس چیز سے سینکنا منظور ہو اُس کو ایک تولیہ پر رکھیں اور اِس تولیہ کو کسی طشت پر رکھ دیں۔ تولیہ کے کنارے طشت سے باہر رہنے چاہیئیں۔ فلالین پر گرم پانی ڈالا جائے اور تولیہ کے



نمبر ۵۔ سیناک کے کپڑے کا نچوڑنا

دونوں کناروں کو بل دے کر فلالین کا پانی نچوڑ دیا جائے۔ بعد ازاں ٹکڑہ فلالین مذکور اس میں سے نکام کر مقام ماؤف کی قابل برداشت سینک کی جائے۔ بعد ازاں اُس مقام پر روئی وغیرہ رکھ کر پٹی سے باندھ دیا جائے۔

روغن تارپین کی سینک | ایک یا دو ڈرام ٹرپن ٹاین Turpentine یعنی تارپین کا تیل فلالین پر احتیاط کے ساتھ قبل از گرم پانی میں نچوڑنے کے چھڑک دیا جاتا ہے۔

لاڈنم Laudanum | اس سے بھی سینک کی جاتی ہے فلالین سے گرم پانی نچوڑنے کے بعد اس پر آدھا چمچہ لاڈنم ٹنکچر Laudanum tincture چھڑک دیا جاتا ہے اور پھر اس سے مقام ماؤف سینکا جاتا ہے۔

خشک گرمی اگرم پانی کی بوتلوں سے گرمی پہنچائی جاتی ہے۔ ایسی بوتلیں ٹین یا مٹی یا ربڑ کی بنائی جاتی ہیں۔ پانوں کے تلووں میں لگانے کے لئے ٹین یا مٹی کی مناسب ہوتی ہیں۔ دیگر اعضاء پر ربڑ کی بوتلیں زیادہ کارآمد ہوتی ہیں۔ اور آسانی بھی ہوتی ہے۔ تمام اقسام کی بوتلیں جو گرمی پہنچانے کے لئے کام میں لائی جائیں اُن پر دبیز فلالین کا غلاف چڑھا دیا جائے۔ اور قبل لگانے کے بہ غور دیکھ لینا چاہئے کہ کہیں سے بوتل ٹپکتی تو نہیں ہے اور غلاف میں کہیں سوراخ تو نہیں ہے۔ اقسام ذیل کے مریضوں کو گرم بوتل لگانے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر بوتل بہت گرم

ہوئی تو اندیشہ اُن کے جل جانے کا ہوتا ہے (۱) جو مریض کسی وجہ سے بیہوش ہو (۲) جو مریض شدید درد میں مبتلا ہو (۳) استسقا کے مریض (۴) بہت چھوٹے بچے (۵) مفلوج اور بُڈھے۔

۲- ٹھنڈی سینک | ٹھنڈی سینک کا اثر بھی مثل گرم سینک کے ہوتا ہے یعنی درد اور ورم کو دور کرتا ہے اور اِس کا بھی استعمال دونوں طرح یعنی خشک و تر کیا جاتا ہے۔

خشک ٹھنڈک برف کی تھیلیاں لگا کر انسان کے جسم میں پہنچائی جاتی ہے۔ اور تھیلیاں حسب ضرورت چھوٹی بڑی بہ لحاظ موقع ماؤف کے بنائی جاتی ہیں عموماً یہ تھیلیاں پیالے نما ہوتی ہیں اور برف کو کچل کر تھیلی میں نصف دور تک بھر دیا جاتا ہے۔ اور قدرے معمولی نمک خنکی کی خاصیت کو بڑھانے کے لئے اُن میں ملا دیا جاتا ہے۔ اور بُرادہ یا کُٹی ہوئی السی پانی جذب کرنے کے لئے اور برف کو عرصہ تک قائم رہنے کے لئے ملا دی جاتی ہے۔ اگر برف کی تھیلی دستیاب نہ ہو تو برف کو کسی موم جامہ یا دبیز کپڑے میں باندھ کر کام چلایا جا سکتا ہے۔

تر ٹھنڈک | ذیل کی صورتوں میں کسی ایک طرح پہنچائی جاتی ہے۔

ولف- برف کی پولٹس | گٹا پرچا بچھا کر نصف انچہ موٹی ایک تہہ السی کی پولٹس بچھا دی جاتی ہے اور اس کے اوپر برف کچل کر ایک تہہ جما دی جاتی ہے۔ بعد ازاں ایک دوسری تہہ اِسی طرح پولٹس کی بچھا کر گٹا پرچا اُلٹ دیا جاتا ہے اور چاروں طرف سے کلوروفارم Chicroform

یا ٹرپن ٹائن Turpentine لگا دی جاتی ہے۔

ب۔ انجرات کا لوشن عضو ماؤف پر لوشن میں تر کرکے ایک تہہ لنٹ رکھ دیا جاتا ہے۔ ایک تہہ سے زائد لنٹ نہ رکھنا چاہیئے تاکہ انجرات بہ آسانی نکلتے رہیں۔

۲۔ مہیج ادویہ اِس تحت میں بہ کثرت وہ دوائیں شامل ہیں جو مقامی درد یا ورم کو دور کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں مہیجات خارجیہ ادویہ درد کو سکون یا ورم کو تحلیل کرنے کے لئے اِستعمال کی جاتی ہیں۔ بعض جلد میں سُرخی اور بعض ورم پیدا کرتی ہیں۔

ان ادویات کے اثرات مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے اِن کا اثر شرائین کے سروں پر ہوتا ہے اور وہاں کے شرائین کے ذریعہ سے دماغ پر ہوتا ہے۔ پھر اُس کا اثر اُس مقام پر جہاں دوا لگائی جاتی ہے ہوتا ہے اور جسم کی دوسری رگوں پر بھی ہوتا ہے جن کا تعلق دماغ سے ہے۔

جب ہم کوئی ہیجان پیدا کرنے والی دوا جلد پر لگاتے ہیں تو اُس کا اثر ہمارے دماغ پر ہوتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی مریض بالکل غافل ہو جاتا ہے اور اُس کی غفلت دور کرنے کے لئے مختلف اعضا پر تمام جسم میں فلائنگ بلسٹرس Flying Blisters لگاتے جاتے ہیں تو اُس کا اثر دماغ پر ہو کر اُس کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور وہ ہوش میں آجاتا ہے۔ یہ بلسٹرس و آبلے جلد جلد متواتر تھوڑے تھوڑے

وقفہ سے لگائے جاتے ہین۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہیجان پیدا کرنے والی ادویہ لگائی ایک عضو پہ جاتی ہیں اور اثر دوسرے عضو پر ہوتا ہے مثلاً مہیج دوا ایک جگہ لگائی جاتی ہے اور دوسری جگہ درد کو تسکین دیتی ہے اور خوش قسمتی سے ایسی ادویہ کے لگانے کا طریقہ بہت آسان اور سہل رکھا گیا ہے۔ ہر ایک رگ کو جس طرح اعصاب سے تعلق ہے اسی طرح جلد سے بھی تعلق ہے جو اس رگ کو ڈھکے ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مہیج ادویہ جلد پر لگائی جاتی ہیں اور اِن کا اثر اندر عضلات پر ہوتا ہے۔

مہیج ادویہ حسب ذیل ہیں

(الف) آبلہ انگیز ادویہ۔

(ب) رائی کے پلاسٹر۔

(ج) رائی کی پتیاں۔

(د) آیوڈاین Iodins

(ہ) لینی منٹ Liniments (طلا)

(و) داغ دینا۔

(ز) جونک لگانا۔

الف آبلہ اُٹھانا | آبلہ انگیز دوائیں دو طریقوں سے لگائی جاتی ہیں بطور پلاسٹر کے اور دوسرے آبلہ انگیز۔ بہت رقیق دوا کا عضو ماؤف پر ہلکا لیپ کر دیا جاتا ہے جب پلاسٹر کرنا ہو تو اوّل صابون اور پانی سے اچھی طرح

موقع پلاسٹر دھو دیا جائے اور پھر ایتھر Ether جلد کی چکنائی دور کی جائے پلاسٹر جائے ماؤف کے موافق کاٹا جائے اور گرم پانی سے تر کیا جائے اور لگا دیا جائے۔ اور ایک ایسی ہلکی پٹی اس پر باندھ دی جائے کہ جب وہ آبلہ اُٹھ جائے تو کسی قسم کی اُس پر سختی نہ معلوم ہو جب سیال آبلہ انگیز دوا استعمال میں لائی ہو تو جسم کو حسب طریق مذکورہ بالا صابون اور پانی سے دھو لیا جائے اور جس مقام پر لگانا ہو اُس پر وسیلین Vaseline سے محیط کر دیا جائے۔ تاکہ دوا اِحاطہ کے اندر ہی اندر رہے۔ دو یا تین تہہ دوا لگانی چاہیئے۔ اور قدرے روئی رکھ کر ڈھیلی پٹی سے باندھ دیا جائے۔ آبلہ انگیز دوائیں نہایت احتیاط کے ساتھ استعمال کرنی چاہئیں اور علی الخصوص جب بچّوں کو لگائی جائیں آور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

پلاسٹر دس سے بارہ[۱۲] گھنٹہ تک لگا رہنا چاہیئے اگر اِس عرصہ میں آبلہ نہ اُٹھے تو گرم سینک کر دینا مُفید ہوتا ہے۔ اِس سے آبلہ کو اشتعال ہو جاتا ہے اور آبلہ جلد اُٹھ آتا ہے جب آبلہ اُٹھ آئے تو نہایت ہوشیاری کے ساتھ پلاسٹر اُٹھا لیا جائے۔ تیز اور جوش کھائی ہوئی مقراض سے آبلہ کو نیچے کی جانب سے کاٹ دیا جائے۔ اور رطوبت نہایت آہستگی کے ساتھ دبا کر صاف روئی سے جذب کر لی جائے۔

ب۔ رائی کا پلاسٹر | دو حصہ رائی اور ایک حصّہ میدہ میں ذرا گرم پانی ملا کر حل کر کے لیئی بنائی جاتی ہے اور چھوٹے بڑے حسب ضرورت

فلالین کے ٹکڑے پر ہموار پھیلائی جاتی ہے اور ٹکڑے کے سرے کے اندر کی جانب اس غرض سے موڑ لئے جاتے ہیں کہ پھیل کر کسی دوسرے حصّہ عضو پر نہ لگے جسم پر لگانے سے قبل ایک ہلکی ململ کا ٹکڑا پلاسٹر کے اوپر بچھا دیا جاتا ہے۔ قریباً پندرہ منٹ تک پلاسٹر لگا رہتا ہے۔ اس کے بعد ویسلین یا کسی دوسرے مرہم کا پھایا مقام ماؤف پر جہاں پلاسٹر لگایا گیا تھا۔ لگا دیا جاتا ہے۔

ج۔ رائی کی پتیاں | پتیوں کا پلاسٹر بہ نسبت رائی کے پلاسٹر کے آسان اور آرام دہ ہوتا ہے۔ گرم پانی میں پتیوں کو بھگو لیا جاتا ہے اور جتنی دیر تک اور جس طرح رائی کا پلاسٹر لگایا جاتا ہے اُسی طرح اس کا پلاسٹر بھی لگایا جاتا ہے۔

د۔ آیوڈین Iodine | اکثر اوقات ہیجان پیدا کرنے کے لئے آیوڈین Iodine استعمال کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کو جرّاح کی چوبی تلوار کہتے ہیں۔ جلد کو پہلے دھو لینا چاہیئے اور پھر اونٹ کے ملائم بالوں کے برش سے آیوڈین Iodine کا ضماد کر دیا جائے پہلے پلاسٹر کی تہہ جب خشک ہو جائے تو پھر دوسری تہہ اُس پر لگا دی جائے۔

اگر ڈاکٹر نے آیوڈین کا پھایا تجویز کیا ہو تو جو طریقے اور ہدایات اس نے بتلائی ہوں اُن کو بغور یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ اس کی تاثیر بہ نسبت سیال دوا کے زیادہ تیز ہوتی ہے اور ملائم جلد پر بہت جلد زیادہ خراش پیدا کرتا ہے۔ اس کے ٹنکچر Tincture میں اگر ½ حصّہ ارنڈی کا

تیل ملا دیا جاوے تو جلد شق ہونے سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

ہ۔ لینی منٹ **Liniment** مالش ٹرپن ٹائن Turpentina

اور بہت سی دیگر ادویہ کی مالش ہاتھ سے کی جاتی ہے۔ ہیجان پیدا کرنے کے لئے یہ بہت مفید اور کار آمد ہوتی ہیں اس کے اکسیر ہونے کی دلیل اِس سے زیادہ اَور کیا ہو سکتی ہے کہ ہر قسم کی چوٹ اور درد ورم وغیرہ کے دور کرنے کے لئے جس قدر اِس کی مانگ اور جس کثرت کے ساتھ دوا فروشوں کے یہاں اس کی فروخت ہوتی ہے اِس قدر اَور کسی دوسری مُہیج ادویہ کی نہیں ہوتی۔

د۔ داغ خارجی ہیجان داغ سے بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن اِس کا اِستعمال زیادہ تر ویٹرینری ڈاکٹر کرتے ہیں۔ داغ لگانے کے دو طریقے ہیں (۱) درد رفع کرنے کے لئے ایسی حالت میں جس گرم چیز سے داغنا منظور ہوتا ہے اس کو مقام درد پر نہیں رکھتے ہیں بلکہ کچھ دور رکھ کر اِس قدر سینکتے ہیں اور ہٹاتے رہتے ہیں کہ سطح عضو کی جلد سُرخ ہو جاتی ہے۔ (۲) جوڑوں کا مزمن درد رفع کرنے کے لئے بھی داغا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں جس آلہ سے داغنا ہوتا ہے اُس کو اِس قدر گرم کیا جاتا ہے کہ قریب قریب سرخ ہونے کے ہو جاتا ہے اور بہت ہلکے ہاتھ سے مقام ماؤف پر بہت آہستہ آہستہ سینک دیا جاتا ہے تاکہ جلد کے بالائی حصّہ پر آبلہ پڑ جائے اور اس کی حسب معمول مرہم پٹی کر دی جائے۔

۱۳- جونک | جونکیں درد کو دفع کرنے اور ورم کو تحلیل کرنے کی غرض سے لگائی جاتی ہیں ایک جونک قریباً ۱ سے ۳ ڈرام تک خون چوستی ہے اِس کا جو جانب پتلا اور نوکدار ہوتا ہے وہی مُنہ ہوتا ہے قبل جونک لگانے کے جسم کو خوب اچھی طرح صابون و پانی سے دھو کر خشک کر لینا چاہیئے اور ممکن ہو تو ہاتھ سے جس جگہ لگانا ہو اچھی طرح مل دے تاکہ خون سطح پر آجائے۔ جہاں تک ممکن ہو لگانے کے بعد اس کو ہاتھ کم لگایا جائے۔ ایک جونک قریباً ۴۵ منٹ تک خون چوستی رہتی ہے زبردستی کھینچ کر یا جھٹکے سے نہ چھڑائی جائے ورنہ اِس کے دانت ٹوٹ کر جلد میں رہ جائیں گے۔ اور ایک تکلیف دہ زخم پیدا ہو جائے گا۔ اگر جونک چھوٹتی نہ ہو یا چھڑا لینا منظور ہو تو ایک چٹکی نمک چھڑک دینے سے اپنی جگہ چھوڑ دے گی۔ اگر خون زیادہ نکالنا ہو تو گرم سینک زخم والی جگہ پر لگائی جائے۔ ورنہ زخم پر روئی یا پارچہ کی گدّی رکھ کر باندھ دیا جائے تاوقتیکہ خون کا نکلنا بند نہ ہو جائے مریض کی کیفیت کو بغور دیکھتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ بعض اوقات یہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔

۱۴- جلد پر لگانے کے ادویہ | جلد پر لگانے کے لئے مختلف اقسام کے مرہم استعمال کئے جاتے ہیں اور اُن کی غرض حسب ذیل ہوتی ہے۔

۱- زخم کی حالت کو بھڑکانا۔

۲- جلدی امراض کا علاج کرنا۔

۳- خارجی ہیجان پیدا کرنا۔

مختلف اقسام کے سفوف یا مختلف ادویہ کے ست کو چربی یا وسلین یا ٹھنڈی بالائی میں بنا کر مرہم بنائے جاتے ہیں۔

لنٹ کے نرم جانب مرہم کو خوب برابر لگا کر زخم یا عضو ماؤف پر لگانا چاہیئے۔

نرس کو لازم ہے کہ مرہم سے اگر مالش کرنا ہو تو اپنی اُنگلی ہرگز نہ لگائے کیونکہ مرہموں میں تیز دوائیں شامل ہوتی ہیں مثلاً "پارہ" یا بلاڈونا Belladonna بلکہ کسی لنٹ یا پارچہ وغیرہ پر اُٹھا کر لگانا یا مالش کرنا چاہیئے اور فوراً اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھو لینا چاہیئے۔

۵۔ حلق اور مُنہ کی دوائیں

غرارہ اور بھپارہ لینا آواز اور تنفس اور مُنہ کے امراض میں بعض اوقات غرارہ اور بھاپ لیتے ہیں۔ دوا کو ایک بڑے چمچہ میں رکھکر مُنہ میں ڈالتے ہیں اور سر کو پُشت کی جانب کسی قدر کر کے سانس کے ذریعہ مُنہ کے اندر اِس کو ہلاتے رہتے ہیں۔ اِحتیاط کرنی ہوتی ہے کہ غلطی سے کوئی گھونٹ غرارہ کا حلق کے نیچے نہ چلا جائے دو یا تین مرتبہ ایک وقت میں غرارہ کیا جاتا ہے۔

بھاپ یا بھپارہ لینا طبّی اصطلاح میں اِس سے مُراد یہ ہے کہ بھاپ یا ابخرات کی دم کشی کی جائے خواہ سادہ پانی کی ہو یا اُس میں آمیزش دوائی کی ہو بہت سے آلات جن کو ان ہیلرس Inhalers کہتے ہیں

مختلف اقسام اور ساخت کے فروخت ہوتے ہیں اگرچہ وہ اکثر آرام دہ ہوتے ہیں لیکن ذیل میں جو طریقہ بتلایا جاتا ہے اِس سے زیادہ وہ مُفید نہیں ہوتے۔

ایک کوزہ میں کھولتا ہوا پانی ڈال کر اِس کے کنارے پر ایک تولیہ یا بڑا سا رومال گول کرکے رکھ دیا جاتا ہے جس پر مریض اپنا مُنہ رکھ کر بھپارہ لیتا ہے۔ آسان قسم کا بھپارہ ایک چمچہ "فرائر بلسم" Friar's Balsam ایک پائنٹ کھولتے ہوئے پانی میں ملا کر بنایا جاتا ہے اور تمام اقسام کے حلق کے اور پھیپھڑے کی نلیوں کے ورم کے دور کرنے میں مفید ہوتا ہے۔

۲۔ آنکھ کی دوائیں | آنکھ کو فضلات سے صاف کرنے کے لئے لوشن سے دھویا جاتا ہے۔ اِس کے دھونے کا ایک خاص قسم کا آلہ بنا ہوا ہوتا ہے جس کو آئی باتھ Eye-bath کہتے ہیں اُس سے بہت آسانی سے آنکھ دھوئی جاتی ہے یا صاف روئی کو لوشن سے تر کرکے آنکھ سے دوا نچوڑ اوپر سے تکمید کرتے ہیں۔ اور آنکھوں کے پپوٹوں کے اندرونی سطح تک اچھی طرح لوشن پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہترین تدبیر یہ ہے کہ بالائی پپوٹوں پر انگوٹھا اور نیچے کے پپوٹے پر اُنگلی رکھ کر نیچے کی طرف کھینچیں اور مریض سے نیچے کی طرف دیکھنے کو ہدایت کی جائے۔

آنکھ میں دوائی مختلف حالتوں میں مختلف طریقوں سے ڈالی جاتی ہے جب دوائی کا مقصد آنکھ کی جھلی پر اثر کرنے کا ہو تو پپوٹوں کو اُلٹ دیا جائے

اور دوا اوپر سے اندر کی تہ میں ڈالی جائے۔ اگر دوائی پُتلی کے چھوٹے یا بڑے کرنے کی غرض سے ڈالی جاتی ہے تو نیچے کا پپوٹہ نیچے کی طرف کو کھینچا جائے اور ایک یا دو قطرے اندر کی تہ میں ٹپکا دئیے جائیں۔

آئی ڈراپ Eyedrop بوتل سے اگر قطرے پہنچانے ہوں تو قبل آنکھ میں ڈالنے کے دو تین قطرے زمین پر گرا لینا مناسب ہوتا ہے تاکہ اگر کوئی چیز ٹونٹی میں پڑ گئی ہو تو قطروں کے ساتھ نکل جائے۔

"عمل"

انیما Enemas یعنی عمل کی ضرورت امعاء کے صاف کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ سخت قبض یا اسہال پیچش میں عمل دیا جاتا ہے۔ اس کے دینے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک ظرف میں کچھ بلندی پر پانی رکھا جائے اور اس میں ربڑ کی ٹیوب یعنی نلکی لگی ہو یا ڈاکٹر "ہیگن سن" کی ایجاد کردہ عمل کی پچکاری سے دیا جاتا ہے۔ اگر عمل خود اپنے ہاتھوں سے لینا ہو تو مریض اپنے سے دو فٹ کی بلندی پر پانی کے ظرف کو رکھے اور خود چت پڑ جائے اور سر نیچے کر لے۔ اور ایک تولیہ اپنے نیچے بچھا لے۔ اور امعاء میں داخل کئے جانے والا حصہ (جو ہر ایک انگریزی دوا فروش کی دوکان سے مل سکتا ہے) ربڑ کی نالی کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔ اور ظرف میں ڈیڑھ پائنٹ گرم پانی میں صابون کے جھاگ روغن زیتون براسک ایسڈ Boric acid یا کوئی دوسری خاص دوا جو ڈاکٹر نے تجویز کی ہو ڈال دی جاتی ہے۔ ٹہنال کو چکنا کر لیا جائے اور آہستہ آہستہ مبرز میں قریب

دوانچہ کے داخل کریں۔ اور اُنگلیوں سے پچکاری کو دبائیں تاکہ ہوا کے
دباؤ سے پانی بھر جائے اور مبرز کی جانب پانی پُہنچتا رہے۔ قریباً
ایک پائنٹ پانی مبرز میں بتدریج داخل کیا جائے اور دس منٹ
تک جاری رکھا جائے۔ اگر "ہیگن سن" کی ایجاد کردہ پچکاری
استعمال کرنی ہے تو مریض کے قریب ایک ظرف میں گرم پانی رکھ دیا
جاتا ہے اور مریض بائیں کروٹ گھٹنوں کو سُکیڑ کر لیٹ جاتا ہے۔
پچکاری میں پانی بھر آنے کے لئے دونوں حصّے پانی کے اندر رکھے
جاتے ہیں اور درمیانی گول حصّہ دبا کر پانی بھر لیا جاتا ہے سفید ہڈی کا
مُنہ جو دوسرے کنارے پر لگا ہوتا ہے اِس کو مبرز میں داخل کر دیا جاتا ہے
اور دوسرا سرا بدستور پانی میں ڈوبا رکھا جاتا ہے اور ایک ہاتھ سے نلکی کا
درمیانی حصّہ دبایا جاتا ہے اور پانی احعاء میں زور کے ساتھ داخل ہوتا ہے
اگر عمل آہستہ آہستہ کیا جائے تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ دس بارہ مرتبہ
درمیانی حصّہ کو دبانے سے ایک پائنٹ پانی اندر پُہنچ جاتا ہے۔

شدید درد یا قبض کو دور کرنے کے لئے زیادہ گرم پانی استعمال
کیا جاتا ہے اور قبض یا سخت سُدّوں کو ملایم کرنے کے لئے گرم پانی
میں صابون یا روغن زیتون دینا مُفید ہوتا ہے۔ شکم کے پھول جانے اور
درد ہونے کی حالت میں ایک اونس ٹرپن ٹائن Turpentine
چار اونس روغن زیتون اچھی طرح ملا کر اور ایک پائنٹ گرم پانی اور
صابون مخلوط کر کے عمل دینا چاہیئے۔

اِسٹارچ Starch یعنی نشاستہ کا عمل اِس طرح بنایا جاتا ہے
دو چمچہ نشاستہ ٹھنڈے پانی میں ملا کر اوپر سے دو اونس کھولتا ہوا پانی ڈال کر اچھی طرح حل کر کے لیئی بنا دی جاتی ہے۔ اگر ڈاکٹر تجویز کرے تو بیس قطرے "لاڈنم" Laudanum کے اسٹارچ Starch میں ملا دینا مفید ہوتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی آنتوں میں بہت تھوڑی سیال شئے داخل کرنا چاہیئے۔ ایک سال کا بچہ ڈیڑھ سے دو اونس تک پانی جھیل سکتا ہے۔ لیکن ایک سال کے بعد جتنے سال کا بچہ ہو اُتنے ہی اونس پانی کی مقدار کافی ہوتی ہے۔

عمل غذائی مسلسل متلی ہونے یا غذا کے ہضم نہ ہونے کی حالت میں اِس قسم کا عمل دیا جاتا ہے انڈے کی سفیدی اور دودھ یخنی یا اراروٹ یا دیگر اجزاء سے بنایا جاتا ہے۔ اور قبل دینے کے ہاضم سفوف یعنی پانچ گرین پیپسین Pepsin یا بشرطِ اجازت ڈاکٹر پانچ سے دس قطرہ تک "ہائڈرو کلورک ایسڈ" Hydrochloric acid گرم مکسچر میں خوب اچھی طرح سے ملا دینا چاہیئے۔ ایک گھنٹہ تک پانی رکھا جائے اور قدرے "بائی کاربونیٹ آف سوڈا" Bicarbonate of soda ڈال کر ہلایا جاے یہاں تک کہ جھاگ کا اُٹھنا بند ہو جاے۔ پانچ یا چھ گھنٹے کے وقفہ سے تین یا چار اونس پچکاری کے ذریعہ سے آنتوں میں پہنچانا چاہیئے۔ قبل عمل لینے کے آنتوں کو گرم پانی سے دھو لینا چاہیئے

تاکہ فضلات خارج ہو جائیں۔

کھپاچوں پر گدّی باندھنا

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر مختصر الفاظ میں نرسوں کے اہم ترین فرائض میں سے ایک فرض کو بیان کروں وہ یہ ہے کہ:۔ ڈاکٹر کے آنے سے پہلے کھپاچوں کا تیار کرنا۔ کھپاچوں کو بلا روئی کی گدّی کے ہرگز نہ باندھنا چاہیئے۔

عارضی گدّیوں کا بیان کتاب "انڈین مینول آف فرسٹ ایڈ" Indian manual of firstaid میں کیا گیا ہے لیکن ذیل میں ان کھپاچوں کے بنانے کی ترکیب بتلائی جائے گی کہ جن کی ضرورت دفعتاً ہو جاتی ہے۔

دوتہ کاٹن اوَل Cotton wool بچھا کر کھپاچیں رکھی جائیں اور چاروں طرف سے کاٹن اول اس طرح کاٹ لی جائے کہ ہر طرف کھپاچوں سے ایک ایک انچہ حصّہ نکلا ہوا رہے۔ کھپاچوں کے ساتھ روئی کو پلاسٹر کے تین ٹکڑوں سے وابستہ رکھنا چاہیئے ایک تو سرے پر دوسرا نیچے کی جانب اور تیسرے وسط میں۔ اُن کے سروں کو کھپاچوں کے اوپر سے لاکر باہر کی جانب کو باندھ دیا جائے۔ یہ طریقہ استعمال کرنا چاہیئے جبکہ گدّیاں بنائی جا رہی ہوں۔

جب مستقل طور سے کھپاچوں کا استعمال مطلوب ہو تو کاٹن اول

Cotton-Wool کی گدّیاں چھوٹی چھوٹی بنائی جائیں۔

گدّیاں ہمیشہ کھپاچوں سے بڑی رکھی جائیں اور تھوڑی تھوڑی ہر جانب نکلی ہوئی رہیں تاکہ کھپاچ کا کوئی کنارہ جلد سے نہ لگنے پائے۔ جوڑوں اور اُستخوانی اُبھاروں پر دباؤ نہ پڑنے پائے ایسے حصّوں پر کہ جن کی ہڈیاں جلد کے متّصل ہوتی ہیں اُن کی گدّیاں زیادہ دبیز ہونی چاہئیں تاکہ ہڈی پر زیادہ دباؤ نہ پڑے۔



باب بستم

ذاتی اور خانگی ہائیجین Hygiene

یہ مضمون منجملہ اُن مضامین کے ہے کہ جو سینٹ جانس امبولنس ایسوسی ایشن St. John Ambulance Assocfation کے نصاب میں آخری سبق ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہیں ایک وسیع مضمون ہے جس کا صرف ایک شمہ اس کتاب میں بیان کیا جاتا ہے۔ اگر ناظرین کتاب ہذا کچھ زیادہ معلومات حاصل کرنی چاہئیں تو ان کو کتاب "موسومہ ٹراپیکل ہائی جین" Tropical Hygien ملاحظہ فرمانی چاہیئے

چند ضروری اُمور ایسے ہیں کہ جن کی پابندی یا عدم پیروی پر تندرستی یا علالت کا انحصار ہوتا ہے۔

۱- سکونتی مکان

۲- جسمانی صفائی

۳- ملبوسات

۴- ماکولات اور مشروبات

۵- ایلکوہل Alcohol

۶- تمباکو-

۷- ورزش-

۸- سونا-

۱- مکان سکونتی | مکان خواہ گرم ملک میں ہو یا سرد ملک میں۔ چھ باتیں اُس میں ضرور ہونی چاہئیں۔

(۱) مکان ایسے موقع پر ہو کہ مرطوب نہ ہو اور نہ تنگ و گنجلک ہو منظر خوش نما ہو۔

(۲) مکان کے نابدان و بدررو وغیرہ زمانۂ حال کی ضروریات کے لحاظ سے ہوں تاکہ "ویشنو" کے قواعد اور "منو" کے قوانین کی پابندی کی جائے۔

(۳) مکان میں صاف ہوا کی آمد و رفت کا انتظام معقول ہو۔

(۴) مکان کی تعمیر ایسے اُصول کے ساتھ کی گئی ہو کہ فرش دیوار اور چھت میں نمی کا نام بھی نہ رہتا ہو۔

(۵) موسمِ سرما میں گرم کرنے اور گرما میں سرد کرنے کے ذرائع مکان میں مناسب رکھے گئے ہوں۔

(۶) روشنی اور آفتاب کی شعاعیں مکان میں پہنچتی ہوں۔

۲- ذاتی صفائی | ذاتی صفائی کے متعلق باقاعدہ عادی ہو جانے سے مرض کے لئے حفظ ما تقدم ہے روزانہ غسل کرنا چاہیے۔ اور گرم ملکوں میں جہاں پر جلد کا فعل بہت تیزی کے ساتھ ہوتا ہے صابن کا

بالعموم استعمال ضروری ہے تاکہ اجزائے فاسد جو جلد کی سطح پر جمع ہوتے رہتے ہیں دور ہو جائیں۔ اُس غسل سے کہ جس میں خنکی نہ ہو (سرد متوسط یا شیر گرم) کوئی ذاتی اثر نہیں ہوتا۔ یہ صرف صاف کرنے کے واسطے مفید ہوتا ہے اور بچے بوڑھے اس کو اچھی طرح سے کر سکتے ہیں۔

روزانہ کا غسل زمانۂ حال کی ایجاد ہے اور برطانیہ میں بھی پہلے اِس کا رواج نہ تھا۔ ہمارے آبا و اجداد کے زمانہ میں غسل خواہ کسی قسم کے ہوں حسب ضرورت کبھی کبھی کئے جاتے تھے اور روزانہ غسل کا رواج اُن کے بعد کے زمانہ سے ہوا ہے۔ ولایت کے باشندے جو گرم ممالک سے واپس آئے روزمرہ کا غسل بھی اپنے ساتھ لائے۔ گرم ممالک میں چونکہ گرمی زیادہ پڑتی ہے اس لئے دن میں کئی بار نہانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن طریقہ غسل جو گرم ممالک میں جاری ہے وہ ولایت کے طریقہ سے بالکل مختلف ہے ہندوستانیوں کا غسل صرف یہ ہے کہ میدان یا سفالہ پوش غسل خانہ میں کھڑے ہو کر ٹھنڈے پانی کو جسم پر ڈال لیا۔ اِس غسل کا اثر طبی لحاظ سے انسان کے جسم پر اُس قسم کا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کچھ دیر کے لئے گرم یا ٹھنڈے پانی میں بیٹھ کر غسل کرنے سے ہوتا ہے۔ پہلے گرم پانی میں بیٹھ کر غسل کیا جائے اور بعد میں ٹھنڈا پانی جسم پر ڈال لیا جائے تو دل کو فرحت اور جسم میں مستعدی آتی ہے۔ گرم ممالک میں نوجوان اور بڈھے

بلا خوف ایک بار گرم پانی سے اور بعد میں ٹھنڈے پانی سے روزانہ ایک بار غسل کر سکتے ہیں۔ اور علاوہ اِس کے ہفتہ میں دو تین بار (فی مرتبہ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں) گرم پانی اور صابن سے غسل کرنا چاہیئے۔ ہندوستان میں ٹھنڈے پانی میں غوطہ نہ لگایا جائے ہاتھ اور مُنہ کو دن میں کئی بار دھونا چاہیئے۔ کھانے کے قبل ہاتھوں کو ضرور دھو لینا چاہیئے تاکہ کثافت وغیرہ سے ہاتھ صاف ہو جائیں۔ اور امراض کے جراثیم غذا کے ساتھ نہ اندر داخل ہو جائیں۔

دانتوں کی صفائی پر خاص طور پر توجّہ کرنی چاہیئے کیونکہ انہیں کی سلامتی پر غذا کے کوچنے کا دار و مدار ہے۔ دن میں ایک یا دو بار ضرور صاف کرنے چاہئیں تاکہ غذا کے فضلات اگر کچھ دانتوں میں لپٹے ہوں تو نکل جائیں اور وہاں رہکر سڑیں گلیں نہیں۔

امعاء کی صفائی بھی کچھ کم توجّہ کی محتاج نہیں ہے دن میں کم از کم ایک بار فراغت کے ساتھ اجابت ہو جانی چاہیئے اور عادت ڈالنی چاہیئے کہ دوسرے دن پھر اُسی وقت حاجت معلوم ہو۔ علی الصباح کی چاء کے بعد کا وقت اِس کے لئے بہت موزوں ہوتا ہے۔ تیز مُسہلہ ادویہ سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ دائمی قبض اگر رہتا ہو تو آسانی کے ساتھ باقاعدہ ورزش کرنے میوہ جات کھانے اور اوٹ میل Oat-meal کے استعمال سے رفع کیا جاسے۔

۳۔ ملبوسات	ہندوستان کے مرطوب مقامات میں ورزش کے

وقت کوئی ہلکا اونی لباس ہونا چاہیئے کیونکہ سوتی لباس پسینہ سے
تر ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے گرم وخشک تر مقامات میں سوتی لباس
زیادہ آرام دہ ہوتے ہیں۔ ملک کی آب و ہوا اور انسان کی تندرستی
کے لحاظ سے کپڑے کی دبازت اور نوعیت ہونی چاہیئے۔ باریک
اونی یا ریشم اون ملا ہوا، یا مری نون Merino کے کپڑے گرمی
میں اور جیگر کمبینشن Jaegar combination کے کپڑے
موسم سرما میں استعمال کرنا چاہیئں اُون گرمی اور دھوپ کی نان کنڈکٹر
Non-conductor ہے اِس لئے یہ جلد تبخیر اور سردی لگ جانے
کو روکتی ہے۔ علاوہ ازیں اِس میں جذب کرنے کی کم خاصیت ہے اور
اِس وجہ سے بہ نسبت اَور چیزوں کے زیادہ آرام دہ ہوتی ہے۔ اِس
لحاظ سے اونی کے بعد ریشمی پارچہ کا نمبر ہے۔ سوتی اور سن کے کپڑے
حرارت کو زیادہ جذب کرتے ہیں اور جلد پر ورزش کے وقت میں
پہننے نہیں چاہیئں جبکہ پسینہ زیادہ آ رہا ہو۔ اونی کمبین یشن
Combination کے اوپر اگر عورتیں گھٹنوں تک کا بند باریک
سوتی پائیجامہ پہنیں تو یہ مُفید ہوتا ہے کیونکہ کثیف گرد جس میں جراثیم ہونے
کا اِحتمال ہوتا ہے اُس سے وہ اعضاء محفوظ رہتے ہیں۔

سرکاری کتاب جس میں ہندوستان کے لئے بقاءِ صحت کی تدابیر
بتائی گئی ہیں اُس میں بالکل درست بتایا گیا ہے کہ فلالین کے کمربند
جس غرض سے عموماً استعمال کئے جاتے ہیں وہ غرض حاصل

نہیں ہوتی۔ اُس کو ٹھیک جگہ قائم رکھنا دشوار ہوتا ہے یا تو پسلی کے نیچے کھسک جاتا ہے یا پیڑو پر سکڑ کر مثل پٹی کے ہو جاتا ہے۔ دونوں حالتوں میں کچھ مفید نہیں ہوتا۔ اور ورزش کرنے میں چونکہ پسینہ جسم سے خارج ہوتا ہے اس لئے پسینہ سے تر ہو کر مثل ٹھنڈی پلٹس کے پیٹ پر ہو جاتا ہے۔

اگر ضرورت لازمی سمجھی جائے تو "کالرا بلٹ" Cholera Belt کا استعمال صرف شب کے وقت کیا جائے۔ موسمِ گرما میں کمّل اوڑھنے کے لئے لوگ رکھتے ہیں۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ غافل اور بے چین سونے والے پاؤں سے مار کر ادھر اُدھر کر دیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پنکھے کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پیڑو پر لگتے رہتے ہیں۔ گرم ممالک میں بلا شبہ یہ نہایت خطرناک ہوتا ہے جو لوگ اِس ملک میں نووارد ہوں اُن کو پورے طور پر ذہن نشین کرا دینا چاہئے کہ سرد ممالک میں اگر ٹھنڈ لگ جاتی ہے تو صرف زکام ہی ہو جاتا ہے لیکن گرم ممالک میں سردی لگ جاتی ہے تو بعض اوقات سخت دست یا پیچش ہو جانے کا اِحتمال ہوتا ہے۔

موسمِ گرما میں "کارسٹ" Corset عموماً ہندوستان میں پہنا جاتا ہے لیکن اِس کا استعمال اِس موسم میں نہایت مُضر ہوتا۔ جس حصّۂ جسم پر ہوتا ہے اِس میں اعتدال سے زیادہ گرمی کرتا ہے نیچے کے لباس جو پسینہ سے تر ہوتے ہیں اُن سے تبخیر ہونے میں مانع ہوتا ہے

چنانچہ اعضاء میں سردی لگ جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے خون کے دوران میں حارج ہوتا ہے۔ پھیپھڑوں کے فعل کو روکتا ہے اور اس طرح جسم کے اندر والے فضلات کو پورے طور پر خارج ہونے نہیں دیتا۔ اور ان سب کا انجام یہ ہوتا ہے کہ گرم ممالک کے لوگ کمی خون بدہضمی اور ضعف اعصاب میں اکثر مبتلا پائے جاتے ہیں۔

مزید براں یہ خرابی ہے کہ تنگ کارسٹ Corset کے استعمال سے اندرونی اعضاء اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اگر موسم گرما میں استعمال کی جاسے تو کسی جوف دار پارچہ کی ہوں اور ان میں آہنی کمانیاں نہ لگائی جائیں "وہیل" Whale مچھلی کی ہڈیاں لگا کر ان کو کسا جاسے اور دامن کا بوجھ تاکہ پیڑو اور شکم پر نہ پڑے ان میں بک لگا دئے جائیں۔

"کارسٹ" سے زیادہ آرام دہ گرمی کے دنوں میں "باڈس" Bodice ہوتی ہے جس میں "ڈرارس" Drawers اور "سایہ Skirt بٹن کے ذریعہ سے لگا دئے جاتے ہیں اور یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ یہ آسانی دھوئی جاتی ہے۔ گرمی کے موسم میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ٹھنڈ یا گرمی دانوں سے بچنا ہے تو جلد کے قریب جو کپڑا پہنا جاسے وہ جلد جلد تبدیل ہونا چاہیئے۔

اگر گرمی دانے نکلنے والے ہوں اور بدن میں کھجلی معلوم ہوتی ہو تو اونی لباس کے نیچے ریشمی باریک واسکٹ استعمال کی جائے

جن مقامات میں ملیریا Malaria کا اثر زیادہ ہو وہاں جالی دار پارچے یا بہت باریک موزے وغیرہ نہ استعمال کئے جائیں ورنہ مچھر ملیریا کا زہریلا اثر جسم کے اندر پہنچا دیتے ہیں اگر دبیز موزوں کا دستیاب یا استعمال کرنا دشوار ہو تو باریک موزے پر ایک اور باریک موزہ پہن لیا جائے۔

۴۔ غذا اور پانی | انسان کو لازم ہے کہ وقت معینہ پر کھانا کھائے اور نہ مقدار میں کم اور نہ زاید بلکہ اعتدال کے ساتھ کھائے۔ کھانے میں لحاظ رکھے کہ نوالہ اچھی طرح چبایا جائے۔ اور کھانے میں جلدی نہ کرے بلکہ آہستہ آہستہ کھائے۔ جلدی جلدی لقمہ نگلنے یا دانتوں سے بلا چبائے ہوئے نگلنے میں نقصان یہ ہوتا ہے کہ لعاب دہن کو موقع حل ہونے کا نہیں ملتا۔ کم چبائی ہوئی غذا کے ٹکڑے معدے کے اندر جا کر ہضم میں فتور پیدا کرتے ہیں۔ جلد جلد کھانے میں انسان کو اندازہ نہیں ہوتا کہ کس قدر اس نے کھایا۔ بعض اوقات ضرورت سے زائد کھا جاتا ہے اور معدہ نیچے سے اوپر تک ٹھس جاتا ہے۔ اور اس کا پتہ کھانے کے وقت نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ کھانے کے بعد پیٹ تن جاتا ہے اور گرانی معلوم ہوتی ہے۔ اس عادت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ہضم میں فتور اور دیگر عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔

نو وارد یورپین کو لازم ہے کہ ہندوستان میں اگر پہلی بار آنا ہوا ہے تو شروع شروع میں بہت اعتدال کے ساتھ کھائیں سرد ملک سے

گرم ملک میں آجانے کی وجہ سے ہضم کرنے والے اعضا میں ایک عظیم تغیر و تنوع پذیر ہوتا ہے اور خاص کام یہ ہوتا ہے کہ تبدیل آب وہوا کی وجہ سے جگر کو فضلہ زائد مقدار میں خارج کرنا ہوتا ہے - حیوانی غذائیں یعنی گوشت زائد مقدار میں نہ کھائے جائیں ہندوستان کے گوشتوں میں نہ اس قدر پرورشی مادہ ہوتا ہے اور نہ اس قدر جلد اور آسانی کے ساتھ ہضم ہوتے ہیں کہ جس قدر سرد ممالک میں - اس لئے اعتدال کے ساتھ ہندوستان میں گوشت کھانا چاہیئے - گوشت میں کمی اور نباتی اشیاء میں زیادتی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - ہندوستان کی آب وہوا کے لحاظ سے دن رات میں تین بار ہر کھانے کے ساتھ گوشت کھانا مناسب نہیں ہے - اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ گوشت سے فضلات زیادہ پیدا ہوتے ہیں جن کے خارج کرنے کا دباؤ جگر پر زیادہ پڑتا ہے - اگر کوئی امر جگر کے فعل میں مانع ہوتا ہے تو وہ اپنے فعل سے عاری ہو جاتا ہے - بقائے صحت کے لحاظ سے غذا جہاں تک ہو سادہ ہونی چاہیئے - مرغن کھانے جن میں گھی - مکھن - تیل یا چربی پڑی ہو - شیرنی - اور تیز مصالحہ زیادہ استعمال نہ کئے جائیں -

اگر کسی قسم کے اشتہا پیدا کرنے والے یا تیز مصالحہ استعمال نہ کئے گئے ہوں تو بہتر ہے کہ اس وقت تک کھاتا رہے جب تک سیر نہ ہو جائے - جوان شخص کے لئے ایک دن میں دو سے تین پائنٹ تک

پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس میں سے کچھ بطور پانی کے اور باقی غذا کے ساتھ شکم میں پہنچتا ہے۔ چاء اور قہوہ مفید مشروبات میں سے ہیں۔ لیکن زیادتی مُضر اور اعتدال مفید ہوتا ہے۔ سیّال اشیاء کھانے کے بعد کھائی جائے۔ کھانے کے شروع میں ان کا استعمال درست نہیں ہوتا۔

شیر گرم مشروبات پیاس میں تسکین پیدا کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ مُنہ کی جھلّی دار ستہ کو ملایم کر دیتے ہیں۔

محنت و مشقت کرنے کے بعد ٹھنڈی چاء اور قہوہ یا دودھ یا کوکو پینا بہت مُفید ہوتا ہے۔

۵۔ ایل کوہل Alcobol اِس کا استعمال تہذیب یافتہ اقوام میں زمانہ سابق سے جاری ہے اور اگر اعتدال کے ساتھ محض خفیف مقدار میں استعمال کی جائے تو شاذ و نادر مُضر ہوتی ہے۔ اعتدال کی تصریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

ایک پائنٹ اچھا تیز ڈنرایل Dinnerale یا ڈیڑھ پائنٹ ہلکی ٹیبل یا لیگر بیر Table or lagor Beer یا نصف پائنٹ ہلکا کلیرٹ Claret یا نصف گلاس پورٹ Port یا شیری Sherry یا تین یا چار چمچہ برانڈی Brandy یا جن Gin یا وسکی Whisky

وائن Wine بیر Beer اسپرٹ Spirit زائد مقدار

میں پینے کا اثر انسان کے دل کے حصہ پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ خون کے اجزا کو بدلتا ہے۔ نسوں کو سُن کرتا ہے شرائین کے ذریعہ خون کے دورہ کو روکتا ہے اور شرائین کے اندرونی حصّوں کو سخت کرتا ہے۔ شرائین اور رگوں کا ملائم رہنا بقائے صحت کے لئے ضروری ہے اور زیادہ شراب کا اثر اُن پر بالکل مخالف اور مُضر ہوتا ہے جو لوگ شراب زائد مقدار میں پیتے ہیں اُن کی عمریں ہندوستان جیسے گرم ملک میں کوتاہ ہوتی ہیں۔

دوا میں شراب کا استعمال محض ڈاکٹر کی تجویز سے ہونا چاہئے اور جتنے دنوں تک اور جس مقدار میں بتلائے اس سے تجاوز کرنا ہرگز ٹھیک نہیں ہے۔ اکثروں کا قاعدہ ہے کہ محرّک اشیاء کا استعمال دوا کے بعد بھی جاری رکھتے ہیں۔

اِس میں کلام نہیں کہ شراب میں تغذیہ کا مادہ ہوتا ہے۔ لیکن اِس کی مقدار بہت خفیف ہوتی ہے اور نہایت گرانی کے ساتھ خریدی جاتی ہے اور علاوہ اِس کے شراب بہت کم جزو بدن ہوتی ہے بلکہ شرائین و اعضائے رئیسہ پر خراب اثر کرکے خارج ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شب کے وقت محرّک مشروبات کا استعمال مُضر ہوتا ہے یعنی قلب میں تحریک پیدا کرتے ہیں حالانکہ شب کے وقت قلب کو آرام کرنا چاہئے۔ لیکن اِس خیال کا صحیح ہونا مشتبہ ہے۔ کیونکہ ولایت کی ایک نامی لیڈی ڈاکٹر۔ ڈاکٹر برمن صاحبہ کا قول ہے کہ نیند لانے کے لئے برسوں تک بلا کسی طرح کے مُضر ہوئے اور کوئی چیز علاوہ شراب کے نہیں ہے

یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر محرک مشروبات غذا کے ساتھ اور پانی زائد مقدار میں ملاکر استعمال کئے جاتے ہیں تو بہت کم مضرت رساں ہوتے ہیں۔

گرم ممالک میں انسان کی زندگی کو بہت سے ترددات و تفکرات کرنے ہوتے ہیں اس لئے گمان ہوتا ہے کہ اگر اعتدال کے ساتھ محض خفیف مقدار میں شراب دن کے کام کے بعد استعمال کی جاوے تو جسم کو آرام ملتا ہے۔ طبیعت ذرا دلیر ہوتی ہے۔ جسمانی اور دماغی قوی قدرے تیز ہو جاتے ہیں اور ہاضمہ بڑھتا ہے جن یورپین اصحاب کو ہندوستان میں رہنے کا زیادہ اتفاق ہوتا ہے۔ ان کے لئے خفیف مقدار میں شراب مفید ہوتی ہے۔

۸۔ تمباکو | تمباکو کا استعمال انسان کی جسمانی حالت پر منحصر ہے نوجوانوں کے لئے نہایت مُضر ہوتی ہے کیونکہ اس سے نشو و نما کا مادہ رُکتا ہے۔

بڑوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ بعض بعض کو اس کا استعمال مُفید بھی ہوتا ہے اور اعصابی حصّہ کے لئے مسکن ہوتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ تمباکو کا استعمال چنداں مُضر نہیں ہوتا۔ بھوک میں تسکین اور طبیعت میں تفریح پیدا کرتی ہے۔ کثرت استعمال یقیناً مُضر ہے اور خاص کر نوجوانوں کے لئے بدرجۂ غایت مُضر ہے جن کے دل پر اس کا خاص طور پر اثر ہوتا ہے۔

تمباکو پینے کا بہترین وقت کھانا کھانے کے بعد کا ہے اور اس وقت

زیادہ لُطف بھی دیتی ہے اور نقصان بھی بہت کم کرتی ہے۔ کام کرتے وقت تمباکو پینا مناسب نہیں ہے۔

جسمانی ورزش یا محنت کے کام کرنے سے پہلے بھی پینا مُضر ہے۔

۷۔ ورزش | ورزش باقاعدہ اور روزانہ وقت مقررہ پر کرنی چاہیئے

اعضاء رئیسہ یعنی دل و دماغ جگر قوی اور چُست ہوتے ہیں۔ دوران خون تیز ہو کر تمام اعضاء میں خون زیادہ ہو جاتا ہے۔ تنفس کی حرکات تیز ہو جانے سے آکسیجن Oxygen زیادہ جذب ہوتی ہے۔ اور کاربونک ایسڈ گیس Carbonic acid Gas زیادہ خارج ہوتی ہے۔ جلد کا فعل زیادہ ہوتا ہے۔ دیگر فضلات جسم مثلاً پسینہ بول و براز وغیرہ بھی ٹھیک طور پر خارج ہوتے ہیں۔ اعصاب مضبوط ہو کر جسم میں طاقت اور پھُرتی آتی ہے۔ غذا اچھی طرح ہضم ہوتی اور بھوک خوب لگتی ہے۔ طبیعت میں ہمت اور چُستی آتی ہے۔ غذا کے شکم میں داخل ہونے کے ساتھ اعضاء ہضم کو زیادہ مقدار میں خون پہنچتا ہے اور جسم کے دوسرے حصّوں کو چھوڑ کر معدہ کی طرف فوراً پہنچتا ہے اس لئے کھانے کے بعد ہی فوراً کوئی کام یا سخت قسم کی جسمانی ورزش میں مشغول نہ ہونا چاہیئے۔ مناسب یہ ہے کہ کھانے کے بعد کچھ دیر تک معدہ کو آرام کرنے کے لئے مُہلت دی جائے لیکن تندرست لوگ علاوہ سخت محنت کے کاموں کے دوسرے کام کھانے کے بعد کر سکتے ہیں۔ جب غذا معدہ کے اندر پہنچ کر ہضم کرنے والے اعضاء کی

سپردگی میں آجاتی ہے تو ایک قسم کا آرام محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں چستی اور ہمت و تازگی آجاتی ہے۔ حالتِ تکان میں ہرگز پورا کھانا نہ کھایا جائے اس وقت ہضم کرنے والے اعضاء حالت سکون میں رہتے ہیں۔

۸۔ آرام | جس طرح بقائے صحت کے لئے مناسب ورزش ضروری ہے اِسی طرح آرام بھی ایک خاص مقدار میں نہایت ضروری ہے تاکہ تھکے ہوئے اعصاب دماغ اور دیگر اعصاب کو راحت پہنچے اور قوت جو صرف ہوئی ہے اُس کی تلافی ہو جائے یہ نیند سے حاصل ہوتا ہے جس کی مقدار انسان کی عمر اور اِس کی جسمانی حالت پر منحصر ہوتی ہے۔ بچّوں کو بوڑھوں کی بہ نسبت زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے بچّوں کو جس مقدار میں نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

چار	سے	۷	برس تک کے بچہ	کو	۱۲ گھنٹہ
۷	"	۹	" " "	"	۱۱ گھنٹہ
۹	"	۱۲	" " "	"	½۱۰ "
۱۲	"	۱۴	" " "		۹ سے ۱۰ گھنٹہ
۱۴	"	۱۸	" " "		۹ گھنٹہ
۱۸	"	۲۱	" "	جوانوں کے لئے	۸ سے ½۸ گھنٹہ

۲۱ برس کا شخص مرد ہو یا عورت سن تمیز کو پہنچ جاتا ہے اور بعض دماغی

کام کرنے والے لوگ ۲۴ گھنٹہ میں پانچ سے چھ گھنٹہ تک سوتے ہیں۔

گرم ممالک میں عموماً شب کے وقت شور و غل ہوا کرتا ہے اس لئے سونے کا کمرہ ہوا دار اور روشن اور آرام کا ہونا چاہیئے۔

چھ باتیں مثلاً صفائی مکان۔ صفائی جسم۔ مناسب لباس۔ عمدہ غذا کافی ورزش اور نیند بقائے صحت کے لوازمات ہیں۔ اسی طرح ان کے ضد گندہ مکان۔ غیر موزوں لباس۔ خراب غذا۔ بیکار بیٹھے رہنا۔ ہاتھ پاؤں نہ ہلانا۔ تھوڑی نیند ضرر صحت کے اسباب ہیں

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جو لوگ تدابیر حفظ ما تقدم کی پرواہ نہیں کرتے اور اس پر عمل کرنے سے غفلت کرتے ہیں وہ متعدی امراض کے جراثیم قبول کر لینے سے محفوظ نہیں ہو جاتے۔ بلکہ اگر کسی شخص میں ایسا مادہ ہوا کہ اس کی طبیعت جراثیم پر غالب نہ آسکی تو یقیناً ایسا شخص محفوظ نہیں رہ سکتا اور علی الخصوص وہ شخص کہ جس کو گرم و سرد ممالک میں سخت محنت کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہو۔



باب بست و یکم

مرض سے افاقہ کے بعد کا زمانہ

نرس کو اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے اُس زمانہ افاقہ میں جو مرض کے دور ہونے کے بعد ہوتا ہے بڑا موقع ملتا ہے۔ مریض کے دل اور اُس کے جسم میں علالت کے بعد تکان آجاتی ہے۔ ضُعف و نقاہت لاحق ہوتی ہے۔ ہاتھ پانوُں میں طاقت اور گئی ہوئی قوت کے واپس لانے کے لئے پے درپے احتیاط اور دوراندیشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل کی باتیں سخت توجہ کی محتاج ہیں :-

(۱) غذا

(۲) لباس

(۳) آرام

(۴) مریض کی دل بستگی

۱- غذا جدید علالتوں کے بعد اچھے ہو جانے پر مریض کو بہ نسبت تندرست حالت کے زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے نہ اس خیال سے کہ جسم کا وزن ایک خاص میعاد پر پہنچ جائے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ واقعی

جسم وزن میں بڑھ گیا ہے۔ بیماری کے بعد ہاضمہ کی حالت بھی کمزور ہوتی ہے اِس لئے غذا ایسی ہونی چاہیئے کہ جو جلد ہاضم ہو جائے۔ ہر تین تین یا چار چار گھنٹہ کے بعد یخنی، دودھ، پڈنگ Pudding ڈبل روٹی مکھن، اور اِسی قسم کی زود ہضم غذائیں مریض کو دی جائیں۔ ثقیل اور بطی الہضم غذاؤں سے قطعی پرہیز ہونا چاہیئے۔ کھانوں کے درمیان وقفہ زیادہ طویل ہونا مناسب نہیں ہے کیونکہ تکان بہت جلد آجاتی ہے اور بار بار بھی کھاتے نہیں رہنا چاہیئے۔ بیف ٹی Beef-tea اور ارا روٹ Arrowfoot میں چونکہ غذائیت بہت کم ہوتی ہے اِس لئے زمانہ افاقہ میں یہ چیزیں دینے کے لئے موزوں نہیں ہوتیں۔ یاد رکھو کہ بیف ٹی Beef-tea غذا نہیں ہے بلکہ محرک ہے۔ اِس کے متعلق ڈاکٹر "مسٹر بز فوور گل"، صاحب فرماتے ہیں۔

بیف ٹی Beef-tea میں غذائیت محض برائے نام ہوتی ہے البتہ اس میں ملا کر خوراکی اشیاء مثلاً سفوف بسکٹ Biscuit بھنا ہوا آٹا یا دیگر اقسام کی پکی ہوئی غذائیں کھلانے کے لئے بیف ٹی Beef-tea بہت موزوں ہوتی ہے۔ ہزاروں مریض بیچارے بھوک کے مارے بدرجۂ غایت نحیف وزار مثل ایک بھبکتی ہوئی آگ کے صرف بیف ٹی کی غلط فہمی کی وجہ سے ہو جاتے ہیں۔

۲۔ لباس | بیماری سے اُٹھے ہوئے مریضوں کا لباس آرام دہ اور گرم ہونا ضروری ہے۔ ورنہ سردی لگ گئی تو صحت تامہ کے حاصل ہونے میں نہ صرف توقف کا احتمال ہوگا بلکہ مرض کے پھر عود کر آنے کا اندیشہ

ہوگا۔ ہاتھوں اور ٹانگوں کی حفاظت خاص طور پر ہونی چاہیئے۔ اور تاوقتیکہ مریض اِس قابل نہ ہو جائے کہ کچھ ورزش وغیرہ کرلے۔ اُس وقت تک کالرا بلٹ Cholera belt ضرور استعمال کی جائے۔

۳۔ آرام | نرس کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کوئی مریض ہر وقت بستر پر پڑا رہتا ہے تو اِس کا پڑا رہنا بمنزلہ آرام لینے کے ہوتا ہے۔ شب میں کم از کم نو یا دس گھنٹہ ضرور آرام کرنا چاہیئے اور دن کے کھانے کے بعد ایک گھنٹہ قیلولہ کرنا ہمیشہ مفید ہوتا ہے۔

۴۔ مریض کی دل بستگی | بیماری کے بعد مریض کو تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ آسان نہیں ہوتا اِس لئے کہ علالت سے اُٹھنے کے بعد مریض اکثر چڑچڑا اور جھگڑالو ہو جاتا ہے۔

جدت | مریض کے افاقہ کے زمانہ کے بعد اکثر جدت سے کلفت دور ہوتی ہے اور صحت کامل جلد حاصل ہوتی ہے۔ متعدی امراض کا مریض جب رو بہ صحت ہو رہا ہے اور زیادہ عرصہ تک تنہائی میں رہا ہے تو اُس کو خفیف کی تبدیلی سے بھی دلچسپی ہوتی ہے مثلاً نرس کی پوشاک میں مصنوعی ریشمی پھول کا لگانا یا کچھ اور تھوڑی اِسی قسم کی تبدیلی کرنا یا کمرہ کے فرنیچر کو اِدھر سے اُدھر کر دینا یا دیواروں کی تصویریں تبدیل کر دینا۔

بعض اوقات مریض کی حالت میں سکون ہو جاتا ہے اور ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔ اِس وقت نئی بات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر تمام نظارہ تبدیل نہیں ہو سکتا تو صرف کھانے کے وقت ایک کمرے سے

دوسرے کمرے میں لے جانا مریض کو روبہ صحت کرنے میں معاون ہوتا ہے۔

بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ اِن میں افاقہ ہونے کی حالت میں بھی خطرہ ہوتا ہے مثلاً ٹائی فایڈ فیور Typhoid fever یعنی تپ محرقہ بطنی" اگر ذرا بھی غذا میں بے اعتدالی ہو جائے تو مرض پھر عود کر آتا ہے اور مُہلک انجام کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اِس مرض کے مریضوں کی غذا میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور وہی غذائیں دی جائیں جن کو ڈاکٹر نے تجویز کیا ہو۔ اسکارلٹ فیور Scarie fever کے بعد گُردہ کے امراض کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ اِس لئے ایسے مریض کا لباس اونی ہونا چاہیئے تاکہ ٹھنڈ سے پوری حفاظت رہے۔ ہر تیسرے یا چوتھے دن قارورہ کی طبّی جانچ ہونی چاہیئے اور استسقا کی علامات میں سے اگر کوئی علامت بھی مثلاً سوجن اور آنکھوں پر ورم یا اَور کسی اعضاء پر ورم ہونا معلوم ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے۔

وبائی خناق کے بعد بعض مریضوں کے حلق کے اعصاب سلب ہو جاتے ہیں اِس لئے معلوم کرتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ لقمہ نگلنے میں مریض کو کچھ تکلیف تو نہیں ہوتی۔ غذا یا پانی کا غلط راستہ سے اُترنا اِس قسم کے فالج کی ابتدائی علامت ہے اور ڈاکٹر کو فوراً اطلاع کی جائے۔

زمانۂ افاقہ میں جو کوئی حصّۂ عضو کا ماؤف ہو جاتا ہے اس سے اصلی مرض کی تشخیص کرنے میں آسانی ہوتی ہے مثلاً اگر پھیپھڑے یا حلق میں کوئی شکایت پیدا ہو گئی ہے تو فوراً اُس کی حفاظت سردی سے کی جائے اگر کھانا ہضم نہیں ہوتا تو سمجھنا چاہیئے کہ غذا اصلاح طلب ہے۔

باب بست و دوم

عملِ جرّاحی کے قبل او ر مابعد نرس کو کیا کرنا چاہئے

ہندوستان میں بڑے بڑے عمل جرّاحی کے وقت ڈاکٹروں کی امداد کے لئے عطائی نرسیں ہوا کرتی ہیں جن کے فرائض قبل اپریشن کے تین قسم کے ہوتے ہیں:-

۱- کمرہ کی تیاری

۲- مریض کی تیاری

۳- نرس کی تیاری

حسب ہدایت مندرجہ باب اوّل کمرہ کی صفائی پورے طور پر کرنے کے بعد اشیاء ذیل کو بہم پہنچانا اور سلیقہ کے ساتھ رکھنا نرس کے خاص فرائض میں سے ہے۔

۱- اپریشن کی Operation کی میز

۲- پلنگ۔

۳- مرہم پٹّی کی میز

۴- ہاتھ دھونے کا سامان مع اسٹینڈ Stand-

۵- آلات رکھنے کی میز-

۶- صاف کرنے کے سامان کی میز-

۷- اسٹرے لائز Steriliser کرنے کا آلہ-

۸- مخدر ادویہ کی میز

ایک میز قریباً چھ فٹ لانبی دو فٹ چوڑی اور دو فٹ چار انچ اونچی مریض کے لیٹنے کے لئے اپریشن Operation کے وقت ہونی چاہئے معمولی باورچی خانہ کی میز اس کام کے لئے بہت موزوں ہوگی-

چار چھوٹی چھوٹی مربع میز یا تپائیاں ہونی چاہئیں- ایک میز پر پانی کا ظرف جس میں زخم دھونے کے لئے اسپنج روئی وغیرہ ہوں گے- ایک پر اوزار- ایک پر خدر پیدا کرنے یعنی سُن کرنے کا سامان- اور ایک پر مرہم پٹی کا سامان- اِن میزوں کو کپڑا نم کرکے اچھی طرح پونچھ کر صاف کر لینا چاہیئے اور خشک ہو جانے پر سفید چادریں یا تولیہ اُن پر ڈال دینا چاہیئے-

دو کرسیاں جن کی نشست بید یا تختوں کی ہو مثل میزوں کے گرد و غبار سے صاف ہونی چاہئیں- ایک کرسی ڈاکٹر مخدرات اور دوسری بشرط ضرورت عمل جرّاحی کرنے والے ڈاکٹر کے بیٹھنے کے لئے ہو- قبل چیر پھاڑ کرنے کے ہاتھ دھونے کے لئے ایک واش اسٹینڈ ہونا چاہیئے جس پر پانی کا ایک ظرف رکھا ہو- پانی میں مقدار ۱/۱۰۰۰ بنایو ڈائیڈ آف مرکری Biniodide of mercury

ملا ہو اس سے ہاتھ دھونے کے بعد طبی لحاظ سے پورے طور پر ہاتھ کی کثافت وغیرہ دور ہو جاتی ہے۔

ناخون صاف کرنے کا برش ہونا چاہیئے جو بنا یوڈائیڈ آف مرکیوری Biniodide of mercury ملے ہوئے پانی میں گرم کر لیا گیا ہو یا غوطہ دے لیا گیا ہو۔

ایک ٹکیہ صابون

دو صاف کمل اور ایک چادر میز پر بچھانے کے لئے جس پر مریض لٹایا جائیگا

ایک درجن صاف دُھلے ہوئے تولیئے جدید نہ ہوں۔ دو پلیٹ ایک اوزاروں کے لئے جو قریباً بارہ انچ چوڑی ہو اور ایک چھ انچ چوڑی جس میں پٹی اور ٹانکے لگانے کا سامان رکھا جائے گا۔ اس کے لئے گوشت کی پلیٹیں بھی کافی ہوتی ہیں اگر خاص قسم کے ظروف دستیاب نہ ہو سکیں تو معمولی قسم کے ہاتھ دھونے والے پیالے کافی ہوتے ہیں۔

تین پیالے ہوں۔ ایک میں ہاتھوں کے لئے لوشن اور دو پیالوں میں دھونے کے لئے سامان ہونا چاہیئے۔

ان پلیٹوں اور پیالوں کو قبل استعمال کرنے کے اچھی طرح گرم پانی سے دھو لینا چاہیئے اور میز پر اُلٹ کر رکھ دئے جائیں اور اوپر سے ایک تولیا ڈھانک دیا جائے تاکہ گرد وغبار سے محفوظ رہیں جس وقت استعمال کرنا ہو اُس وقت پھر گرم پانی میں جوش دے لئے جائیں۔ یا اگر پہلے گرم کر کے خشک کر لئے گئے ہوں تو قدرے اسپرٹ Sp rtt جلا کر صاف کر لینا مناسب ہے

تین گیلن جوش دیا ہوا ٹھنڈا پانی موجود ہونا چاہیئے۔ علاوہ اس کے قبل اپریشن کے دو کنستر گرم پانی تیار رہنا چاہیئے علاوہ ان دو کنستروں کے اور بھی گرم پانی کا انتظام رہنا چاہیئے تاکہ ختم ہو جانے کے بعد دقت نہ ہو۔ جن ظروف میں یہ پانی رکھے ہوں اُن کے مُنہ پر کپڑا بندھا ہوا ہونا ضروری ہے۔

ایک ٹب یا بڑی بالٹی بھی مریض کی چوکی کے قریب ہونی چاہیئے تاکہ کثیف پانی اس میں جمع ہوتا رہے۔

بستر اور پلنگ پورے طور پر صاف ہو گدے کو جھٹک کر بچھایا گیا ہو اور اوپر ایک صاف چادر بچھی ہو۔ اور ایک موم جامہ چادر کے اوپر پڑا ہو۔

گرم پانی کی بوتل بھری ہوئی موجود ہو اور اُس پر فلالین منڈھی ہوئی ہو تاکہ ہاتھ یا پاؤں میں اگر لگانے کی ضرورت ہو تو مریض جلے نہیں۔ اور خاص احتیاط کی جائے کہ بوتلوں کے آہنی کاگ برہنہ نہ ہوں۔

۲۔ مریض کی تیاری | اپریشن چھوٹا ہو یا بڑا۔ مریض کو تیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس تیاری میں ذیل کی باتیں شامل ہیں۔ مریض کا بستر میں آرام کرنا۔ مریض کی سانس حرارت اور نبض کی رپورٹ کرنا۔ مریض کا عمل اصلاح اور غسل کرنا اور اپریشن والی جگہ کے اوپر جلد کو جرّاحی کی رو سے صاف کرنا۔

علاوہ اس کے امعاء۔ مثانہ اور مریض کے لباس کا بھی لحاظ ضروری ہے اور ڈاکٹر کو اغلباً قارورہ کی بھی امتحان کے واسطے ضرورت پڑے گی۔ اس لئے

قدرے قارورہ علیحدہ رکھ لینا چاہیئے تین چار گھنٹہ آپریشن کے قبل کوئی بھاری خوراک نہ کھانی چاہیئے۔

استراحت | اگر ممکن ہو تو مریض کو قبل اپریشن کے چوبیس گھنٹہ تک آرام دینا چاہیئے۔ شکم میں اپریشن کرنا ہو تو یہ آرام کا وقت کم از کم دو یا تین دن تک ہونا چاہیئے۔ تاکہ اعصاب حالتِ سکون میں اور امعاء اچھی طرح صاف ہو جائیں۔ بعض حالتوں میں اِس سے بھی زیادہ مریض کو آرام دینا مناسب ہے۔

نبض | جہاں تک ممکن ہو اپریشن کے قبل مریض کی نبض کی رفتار اور نوعیت کو ہوشیاری کے ساتھ بغور نوٹ کر لینا چاہیئے اور دن میں دو بار نقشہ میں اِس کا تواتر درج کر لینا چاہیئے۔ ایسا کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ بعض نرسیں قبل اپریشن کے نبض کی کیفیت کو نوٹ کرنے میں غفلت کرتی ہیں۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ اپریشن کے قبل نبض کی رفتار اصلی سے تیز یا سست ہو گئی ہو۔ اپریشن کے بعد نبض کی رفتار علیٰ حالہ رہی ہے اس واسطے ڈاکٹر کو اُس خاص مریض کی نبض کی اصلی حالت کا اُس سے موازنہ کرنے میں دقت واقع ہوتی ہے۔

تنفس | مثل نبض کے تنفس کی کیفیت بھی نقشہ میں درج کرنی چاہیئے۔

ٹمپریچر | اگر ڈاکٹر نے زائد بار ٹمپریچر لینے کی ہدایت نہ کی ہو تو دن میں دو بار ضرور ٹمپریچر لیا جائے اور نقشہ میں درج کیا جائے۔ جو کیفیت و اُمور ضروری تنفس اور نبض کے بارہ میں بتلا دئے گئے ہیں وہ ہی ٹمپریچر کے

لینے پر بھی عاید ہوتے ہیں۔

منہ | اپریشن کے قبل منہ اور دانتوں کی کیفیت کو بھی دیکھ لینا ضروری ہے۔ اگر دانت سڑ گیا ہے اور وقت کافی ہے تو کسی دنداں ساز ڈاکٹر کو دکھالیا جائے۔ کیونکہ اپریشن کرنے کے بعد بعض صورتوں میں پایا گیا ہے کہ منہ کی کثافت کی وجہ سے "سپٹک نمونیا" Septic Pneumonia کی بیماری ہوجاتی ہے۔

مریض کو چاہئے کہ اپنے منہ اور دانتوں کو کسی مفید منجن سے صاف کرے اگر وہ اس قدر کمزور ہے کہ اپنے ہاتھوں سے صاف نہیں کرسکتا تو نرس کو چاہئے کہ وہ کسی عمدہ اینٹی سپٹک Antiseptic کے ساتھ صاف کردے مثلاً گلائی کوتھائی مولائن Glycothymoline اور روئی کے چھوٹے چھوٹے پھوؤں پر ڈالکر اور چمٹی سے پکڑ کر لگا دیا جائے

قارورہ | بڑے اپریشن کے قبل قارورہ کی طبی جانچ کرلینی چاہئے بعض امراض جن کا پتہ قارورہ سے چلتا ہے اُن میں اپریشن کرنا خطرناک ہے۔

غسل | اگر ڈاکٹر مناسب سمجھے تو اپریشن سے ایک دن پیشتر سہ پہر کے وقت مریض کو گرم پانی سے غسل کرادینا چاہئے۔

لباس | مریض کا لباس سوتی کپڑوں کا ہونا چاہئے اور ہلکے گرم ملبوسات موجود رہنے چاہئیں۔ تاکہ جو اعضاء کھلے ہوئے ہوں اُن پر ڈال دئے جائیں اور مریض کو سردی نہ معلوم ہو۔

غذا | اپریشن سے چار گھنٹہ پیشتر مریض کو ایک پیالی چاء اور ایک چھوٹا

ٹوسٹ Toast مکھن کے ساتھ کھلا دینا چاہیے۔

۳۔ نرس کی تیاری | نرس کو بالکل تندرست ہونا چاہیے۔ کسی قسم کی کوئی شکایت معمولی سے معمولی بھی از قسم زکام یا کھانسی یا انگلیوں میں پھنسی یا زخم وغیرہ نہ ہو۔

آستینوں کو کہنی تک چن لینا چاہیے اور آگے کی جانب ایک رومال دونوں ٹانگوں پر کمر سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک بندھا ہونا چاہیے انگلیوں سے سب انگوٹھیاں خواہ کوئی انگوٹھی اس کی شادی ہی کی کیوں نہ ہو اتار دینی چاہیے۔

اپریشن والے کمرے میں داخل ہونے کے ساتھ اِس کو اپنے کف اتار دینا چاہیے اور آستینوں کو موڑ کر کہنی تک کر لینا چاہیے۔ ہاتھوں کو صابون سے کہنیوں تک اور ناخونوں کو برش سے اگر ممکن ہو تو بہتے ہوئے پانی میں صاف کر لینا چاہیے۔

اِن سب تیاریوں کے بعد اِس کو ایک لانبا کوٹ پہن لینا چاہیے تاکہ آگے پیچھے سے تمام کپڑے ڈھک جائیں اور اِس کے پہننے کے بعد ایک بار پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک مثل سابق دھو ڈالنا چاہیے۔

ہاتھوں کی حفاظت | نرس کو لازم ہے کہ اپنے ناخون ترشوائے جو برش سے بہ آسانی صاف ہو سکیں اور میل کچیل نہ رہنے پائے۔

یہ بڑی زبوں عادت ہے کہ ناخون ترشوائے نہ جائیں اور جب اپریشن کا وقت آئے تو اِس کے کچھ پہلے کسی باریک سلائی سے ناخون کا میل

صاف کیا جائے۔ ہاتھوں کا خشک اور صاف رہنا ضروری ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب دھونے کے بعد معاً خشک کرلئے جائیں اور کسی قدر گلیسرین Glycerine ہاتھوں میں مل لینا مناسب ہوتا ہے۔

انگلیاں پیپ اور مواد وغیرہ سے آلودہ نہ ہونے پائیں آلودہ پٹی وغیرہ کو چمٹے سے پکڑ کر دور پھینک دینا چاہیئے۔ اپریشن روم میں داخل ہونے کے ساتھ قبل اس کے کہ نرس کسی اوزار وغیرہ کو ہاتھ لگائے اُس کو لازم ہے کہ پورے تین منٹ تک گھڑی سے دیکھ کر اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھوئے۔ ہاتھوں اور بازو کے اگلے حصّے کو جوش کھایا ہوا نیل برش Nail Brush یعنی ناخونوں کے برش کے ساتھ اچھی طرح سے رگڑنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ صابن کا خاصہ جھاگ اُٹھ آئے۔ پانی گرم اور کافی مقدار میں استعمال کیا جائے۔ اور خاص توجہ ناخون اور انگلیوں کی بیچ کی جگہ میں دی جائے۔

دھونے کے بعد اسٹرے لائز Sterelise شدہ تولئے سے خشک کرلینا چاہیئے جو کہ پھر دوبارہ اسی کام کے لئے استعمال نہ کیا جائے اگر ہاتھوں کو کسی دافع کثافت دوا سے دھولیا ہے یا ہاتھوں پر ربڑ کے دستانے پہنے ہیں تو اس طرح خشک کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

"عام قواعد"

تاوقتیکہ کوئی چیز اسٹرے لائز (جوش دینا) نہ کرلی جائے اُس وقت تک

طبی لحاظ سے صاف نہ سمجھنا چاہیئے اور جب کوئی غیر صاف شدہ چیز چھونے کی نوبت آئے تو ہاتھوں کو دھو لینا ضروری ہے۔

اُوَرْ آل Overall یعنی نرسوں کا اوپر کا چوغہ جب صندوق سے باہر نکالا گیا ہو تو ہاتھوں یا اسٹریلائیز کرنے والی اشیاء سے لگنے کے ساتھ جراحی کی رو سے غیر صاف تصور ہوگا۔ اگر کسی نرس کو زخم دھونا ہو تو اُس کو احتیاط رکھنی چاہیئے کہ اُنگلیوں سے زخم نہ چھوئے اور روئی کے پھائے کو ہاتھ سے مضبوط پکڑے رکھے تاکہ روئی کا وہ حصّہ جو اُنگلیوں سے چھو گیا ہے زخم کے ساتھ نہ لگ جائے۔

اپریشن کے بعد والے فرائض

اپریشن کے بعد کمرے کی صفائی اپریشن ہو جانے کے بعد اور قبل اس کے کہ مریض کے ہوش و حواس درست ہوں نرس کو لازم ہے کہ آلایش لگی ہوئی پٹیاں اپریشن ٹیبل اور جراحی کے اوزاروں کو فوراً اُٹھا لے اور کمرہ کے اندر صرف دو میز رہنے دے۔ ایک میز پہ مرہم پٹی کا سامان رہے اور دوسری میز نرس کے لئے ہو۔ اور ایک آرام کرسی اور ایک صوفا Sofa اور ایک ٹوٹک دار پلنگ شب میں نرس کے سونے کے لئے رکھ لیا جاسے اور اُس نرس کو شب میں وہاں رہنا بہت ضروری ہے۔

ایک لیمپ جھالر دار رہنا چاہیئے تاکہ نرس اپنی رپورٹوں کو بغیر مریض کے بے چین کئے لکھ پڑھ سکے۔

اور کمرے کے اندر کسی قسم کا شور یا آواز نہ ہو تاکہ مخدر ادویہ کا اثر زائل ہونے کے بعد مریض دیر تک آرام کے ساتھ کچھ سو لے تاوقتیکہ ڈاکٹر اجازت نہ دے اُس وقت تک احباب اور دوستوں کو مریض کے پاس نہ آنے دے اور نہ مریض کو کسی وقت تنہا چھوڑے۔ اگر کسی وقت ضرورت ہو تو گھنٹی بجا کر دوسروں کو امداد کے لئے بلالے۔

اوزاروں کی صفائی یہ کام کچھ دیر کے لئے ملتوی کیا جاسکتا ہے کیونکہ سب سے اوّل نرس کو مریض کی طرف توجہ دینی ہوگی اِسی اثنا میں اگر ڈاکٹر خواہش کرے کہ اُس کے اوزار صاف کر دئے جائیں۔ تو مناسب یہ ہے کہ ایک ظرف میں ٹھنڈا پانی بھر کر اوزاروں کو بھگو دیا جائے اور اوپر سے ڈھانک دیا جائے۔ جب فرصت ملے تو فوراً اُن کو ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح دھویا جائے۔ ترکیب یہ ہے کہ اوّل صابن اور سوڈے سے خون کے داغ دور کئے جائیں۔ اِس کے بعد اگر ضرورت ہو تو اُن کو پلیٹ پاؤڈر سے Plete powder مالش کر دیا جائے۔ اور پھر اُن کو گرم پانی سے دھو کر رگڑا جائے۔ تمام جوڑ وغیرہ احتیاط کے ساتھ دیکھ لئے جائیں کہ اُن میں کسی قسم کی کوئی چیز تو لگی ہوئی نہیں رہی۔

لائی سول Lysol اوزاروں کے دھونے کے لئے ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔ اِس میں ایک قسم کی دہنیت ہوتی ہے اور کثافت کو دور کرتا ہے اور جِلا بھی کرتا ہے۔

"مریض کی دیکھ بھال"

اپریشن کے بعد جب مریض اپنے پلنگ پر لایا جائے تو اس کو گرم کمبل اُڑھا دینا چاہیئے اور گرم پانی کی بوتلوں کو دوبارہ دیکھ لیا جائے کہ اُن کا غلاف وغیرہ ٹھیک طور پر ہے۔ ایک بیہوش مریض میں جسم کے جل جانے کا احساس نہیں ہوتا اور اس طور کی غفلت کی وجہ سے زخم پیدا ہو جاتے ہیں جن کے اچھے ہونے میں کئی مہینے لگ جاتے ہیں۔ مریض کا سر نیچا رکھا جائے اور ایک تولیہ اُس کی گردن کے گرد لگا دیا جائے اور ایک چھوٹا سا ظرف ایسے موقع سے رکھ دیا جائے کہ اگر مریض قے کرنا چاہے تو اُس کا لباس اور بستر آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔

اگر شکم یا معدہ میں اپریشن ہوا ہے تو مریض کو متلی اور تناؤ کی شکایت ہو گی۔ اس لئے نرس کو لازم ہے کہ زخم کی دونوں جانب پر ہاتھ رکھ کر سیٹ سہارا دیتی رہے۔ تاکہ ٹانکوں پر زور نہ پڑے اور اس سے درد بھی کم ہو جاتا ہے۔ جب متلی بند ہو جائے تو نرس کو لازم ہے کہ کپڑے کو گلیسرین Glycerine اور عرق لیموں میں تر کر کے چمٹے سے پکڑ کر منہ کو اچھی طرح صاف کر دے۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے نرس کو لازم ہے کہ مریض کو اس وقت تک اکیلا نہ چھوڑے جب تک مخدرات کا اثر زائل نہ ہو جائے بعض اوقات مریض ایسے بے چین اور بے خود ہوتے ہیں کہ پلنگ سے

نیچے گر جاتے ہیں۔

نرس کو لازم ہے کہ حالت بیہوشی میں اگر کچھ مریض نے کہا ہو۔ تو اُس کا کچھ خیال نہ کرے اور ہوش میں آنے کے بعد نہ خود مریض سے اور نہ کسی دوسرے سے اُس کا تذکرہ کرے۔

نبض | ہر چار چار گھنٹے کے بعد مریض کی نبض کو دیکھتے اور نقشہ میں درج کرتے رہنا چاہیئے۔ اپریشن کے بعد نبض ہی مریض کی حالت کے اندازہ کرنے کا بڑا ابھاری ذریعہ ہے اور نرسوں کی دانشمندی ہو گی کہ وہ اوقات مناسب پر نبض دیکھنے کی مشق کریں۔

اپریشن کے بعد ابتدائی بارہ گھنٹے تک نبض کی رفتار عموماً تیز ہوتی ہے لیکن اس وقت میں بھی ۱۲۰ مرتبہ فی منٹ کے حساب سے زائد نہیں ہونی چاہیئے۔ بعدہٗ اگر سب علامات مفید بہ صحت ہیں تو گھٹکر فی منٹ ۱۰۰ مرتبہ ہو جاتی ہے۔ اگر رفتار نبض میں کمی نہ ہو بلکہ برابر بڑھتی جائے تو یہ علامت عموماً بُری ہوتی ہے۔ یکایک صدمہ پہنچنے یا سیلانِ خون کی حالت میں بعض اوقات رفتار فی منٹ ۱۴۰ یا کچھ زائد ہو جاتی ہے اور بعض وقت اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ شمار کرنا دشوار ہوتا ہے۔ زیادتی خون کی حالت میں نبض بہت دھیمی اور کمزور ہو جاتی ہے۔ تناؤ کی حالت میں نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور پریٹونائٹس Peritonitis (امعاء کی جھلی کا متورم ہو جانا) کے مرض میں اس کی رفتار سُرعت کے ساتھ ایک سو بیس سے بھی زائد ہو جایا کرتی ہے

اور مثل تار کے پتلی اور سخت ہو جاتی ہے۔

حرارت | نرس کو لازم ہے کہ ہر چار چار گھنٹے کے بعد مریض کا ٹمپریچر لیتی رہے اور چارٹ میں درج کرتی رہے۔ عام کلیہ یہ ہے کہ بڑے اپریشن کے بعد آدھ گھنٹہ کے اندر اندر حرارت تیز ہو کر ۱۰۰ درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور ما بعد کے بارہ گھنٹہ تک اسی طرح بدستور رہتی ہے اور بعد میں گھٹ کر بتدریج اصلی حالت پر آجاتی ہے۔

سب نارمل ٹمپریچر (یعنی جب اصلی حالت سے کم درجہ پر ٹمپریچر ہو) تو اس سے مراد یہ ہے کہ یا تو مریض کو صدمہ پہنچا ہے یا سیلانِ خون ہوا ہے۔ اگر ٹمپریچر میں سرعت کے ساتھ تیزی پیدا ہو اور خاص کر شکم کے اپریشن کے دوسرے دن تو سمجھنا چاہیئے کہ علامات خطرناک ہیں۔ اور اندیشہ پیٹ کے آبدار جھلی کے ورم کر آنے کا ہے۔ متواتر ٹمپریچر کا زیادہ رہنا بغیر کسی ظاہری سبب کے امتحان کرنے پر زخموں کے ٹانکوں میں پیپ پڑ جانے کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ اور ایسے مریضوں میں جو کہ اعصابی اور دماغی حالت میں نہایت کمزور ہیں۔ ٹمپریچر چند ایک گھنٹوں کے لئے بڑھ جاتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اجابت ہو جانے پر بخار جاتا رہتا ہے۔

تنفس | نرس کو تنفس سے بھی غافل نہ رہنا چاہیئے اس کی رفتار بھی دیکھتی رہے۔ اگر شکم کے اپریشن کے بعد تنفس زیادہ تیز ہو گیا ہے تو اس سے کنایہ صدمہ یا سیلانِ خون کی طرف ہے۔ اگر بعد اس کے اس کی

رفتار میں تیزی ہو تو اُس سے مُراد عموماً برونکائٹس Bronchits نمونیا Pneumonia پریٹونائٹس Peritonitis کی آمد کی ہوتی ہے۔

زبان | شکم میں اپریشن کے بعد ۲۴ گھنٹہ تک عموماً زبان خشک اور بھوری دکھلائی دیتی ہے۔ بعد ازاں نم اور کسی قدر سفید ہو جانی چاہیئے۔ پیٹ کے اندر کی جھلی کے ورم کر آنے یا امعاء میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہو جانے پر زبان خشک اور سُرخ ہو جاتی ہے اور مثل پھوڑے کے ایک قسم کی چمک آجاتی ہے۔

غذا | معمولی اپریشن کے تین چار گھنٹہ کے بعد چار اونس چاء اور دودھ یا گرم دودھ اور پانی دینا چاہیئے۔ ما بعد کی غذا اوں کا انحصار ڈاکٹر کے ملین دوا دینے پر ہوتا ہے۔ اِن کے قبل سیال غذائیں عموماً تجویز کی جاتی ہیں۔ امعاء اچھی طرح صاف ہو جائیں تو مریض کو روٹی و مکھن کیسٹرڈ Custard چوزہ دیا جاوے اور بعد ازاں پھر معمولی غذا دی جاوے۔

کروٹ بدلنا | مختلف طریقوں سے مریضوں کو کروٹ بدلوائی جاتی ہے۔ اُن میں سے ایک مفید طریقہ یہ ہے کہ یا تو مریض کے سرہانے ٹیک لگا دیا جاتا ہے۔ چھت میں رسّی باندھ دی جاتی ہے اور اُس میں ایک لکڑی پندرہ انچ لانبی اور ایک انچ موٹی باندھ دی جاتی ہے۔ تاکہ یہ آڑی لٹکتی رہے اور اُس تک مریض کا ہاتھ پہنچ سکے

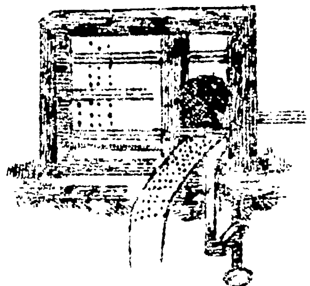
اِس ترکیب سے مریض کو بہت آرام ملتا ہے۔ اور کبھی کبھی ہاتھ سے پکڑ کر اُس کے سہارے سے خود کروٹ بدل لیتا ہے یا بیٹھ کر دونوں ہاتھوں کو لکڑی پر رکھ لیتا ہے۔ خاص کر پھیپھڑہ اور قلب کے امراض میں اور نیز ہر بیماری سے اُٹھنے کے بعد جب ضعف نقاہت زیادہ ہو اِس قسم کے سہارے مریضوں کو بہت آرام دہ اور خوش گوار معلوم ہوتے ہیں۔

باب بست وسوم

پٹّی باندھنا

پٹّی باندھنا بہت مفید چیز ہے اور ان اغراض سے باندھی جاتی ہے:۔
(۱) مجروح یا متورم عضو خارجی صدمات سے محفوظ رہے (۲) مجروح عضو کو آرام ملے (۳) ٹوٹی ہوئی ہڈی اپنی جگہ قائم رہے (۴) زخم اور شریان جس میں سے خون بہہ رہا ہے اُس پر دباؤ پڑے (۵) متورم عضو کے ورم کو کم کرے اور دبائے (۶) مرہم پٹّی اور کھپاچیں وغیرہ جو زخموں پر یا زخمی اعضاء پر لگائی جاتی ہیں اُن کو اپنی جگہ قائم رکھے۔

رول کی ہوئی یعنی لپٹی ہوئی پٹیاں ہر قسم کے کپڑوں کی مثلاً سوتی جالی، گزی وغیرہ کی بنی بنائی خریدی جاسکتی ہیں۔ ڈھائی یا تین یا چار انچ چوڑی پٹیاں بہ آسانی گزی یا لٹھے کی چھ چھ گز لانبی بنائی جاسکتی ہیں اور بناتے وقت اُن کی کوریں دور کردی جائیں۔ پٹیاں ہاتھوں سے یا مشین کے ذریعہ سے رول کی جانی چاہئیں۔ پٹّی باندھنے



نمبر ۹ - پیٹی بنانے کی مشین

کے قبل جس مقام پر باندھنی ہو انداز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ کس قدر دباؤ اُس عضو پر پڑنا چاہیئے اور کس قدر کس کر باندھنے کی ضرورت ہوگی تاکہ باندھنے میں اِس کا خیال رہے کہ عضو پر دباؤ یکساں ہر جگہ پڑے۔ اِس غرض کے لئے پٹی کو ہمیشہ لپیٹ کر رکھنی چاہیئے اور اگر یہ پٹی کھُل جائے تو معلوم ہوگا کہ اِس کا باندھنے والا مبتدی ہے جس عضو پر باندھنی ہو اِس سے تین یا چار انچہ ہٹا کر پٹی ہاتھ میں لی جائے اور اُنگلی یا انگوٹھے سے اپنی جگہ پر دبائی جائے۔

ذیل میں چند عام طریقے پٹی باندھنے کے بتلائے جاتے ہیں جن پر عمدگی کے ساتھ پٹی باندھنے کے لئے عبور حاصل کرنا چاہیئے۔

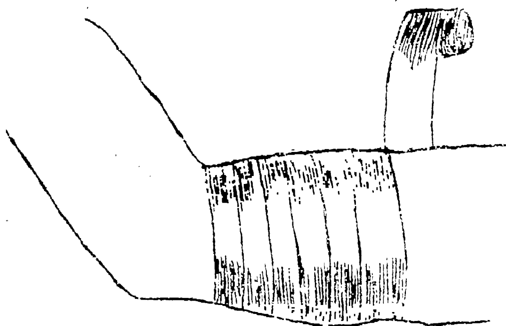
(۱) جس عضو پر پٹی باندھنی ہو اس کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور عضو کو ٹھیک اصلی جگہ قائم کر دینا چاہیئے۔ اگر ہاتھ میں پٹی باندھنی ہے تو کہنی اس طرح جھکائی جائے کہ ہاتھ اور انگوٹھا اوپر کی جانب رہے۔

(۲) دیکھ لیا جائے کہ پٹی کی لپیٹ ڈھیلی تو نہیں ہے۔ اگر جدید پٹی ہے اور کارخانے سے بنکر آئی ہے تو لپیٹنے میں آپ اُس کو ٹھیک کرنا چاہیئے۔

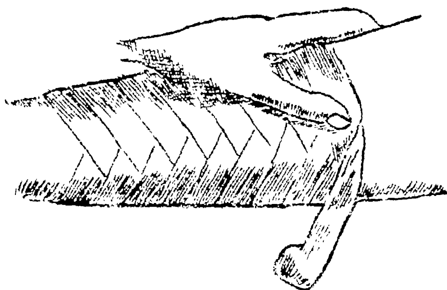
ڈھیلی پٹی کا کسلر باندھا جانا محال ہے۔

(۳) پٹی کے باہر کا کھُلا ہوا حصّہ جلد کے ساتھ لگانا چاہیئے کیونکہ وہ اِس طور سے بڑی آسانی سے کھُلتی جاتی ہے۔

(۴) شروع کے پیچ میں پٹی کا سرا عضو کے آڑے جانب ڈال کر



نمبر ۱ - اوپر کے بازو کا سیدھا پیچدار لپیٹ



نمبر ۱۱- اُلٹا پیچدار لپیٹ

باندھا جائے۔ اِس کے اوپر ایک یا دو اَور مضبوط معمولی پیچ لگا دیئے جائیں تاکہ ڈھیلا ہو کر نیچے والا پیچ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔

(۵) ٹانگوں میں نیچے سے اوپر کی جانب پٹی باندھی جائے اور نیچے والے پیچوں کی بہ نسبت اوپر والے پیچ کسی قدر ڈھیلے ہوں اور اوپر کے عضو کی بندش کلائی سے کُہنی کی جانب ہونی چاہیئے اور دھڑ کی بندش میں پٹی کا رُخ اوپر سے نیچے کی جانب ہونا چاہیئے۔

(۶) اگر کسی سامنے کے عضو میں پٹی باندھی جائے تو اُس کی بندش کا رُخ اندر سے باہر کی جانب شروع ہونا چاہیئے۔

(۷) پیچ لگانے میں اِس بات کا خیال رہے کہ اوپر والا پیچ اپنے سے نیچے والے پیچ پر ⅔ حصّہ چڑھا ہوا رہے۔

(۸) بَل دینے میں اِس بات کا خیال رہے کہ سب بَل ایک دوسرے کے متوازی ہوں اور فاصلہ یکساں ہو اور نیچے کے رُخ کو لائے جائیں۔

(۹) جوڑوں پر پٹی باندھتے وقت ایسے طریق سے پیچ لگائے جائیں کہ جوڑ کے مقام پر انگریزی ہندسہ (8) کی شکل بن جائے۔

(۱۰) پٹی باندھنے میں احتیاط ضروری ہے کہ جس عضو پر پٹی باندھی جائے۔ بندش یکساں اور دباؤ برابر ہو۔ اگر متورم ٹانگ یا بازو وسط میں کسکر باندھا جاوے اور نیچے یا اوپر والے بل ڈھیلے رہ جائیں تو اس سے خون کا دوران رُک جائیگا اور نقصان پہنچیگا اور کسی ہوئی

جگہ کے اوپر یا نیچے زائد ورم ہو جائے گا۔

(۱۱) اگر پٹی کھولنے پر سرخ لکیریں جلد پر پڑی ہوئی دکھائی دیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ دباؤ کناروں کی وجہ سے بے قاعدہ پڑا ہے۔

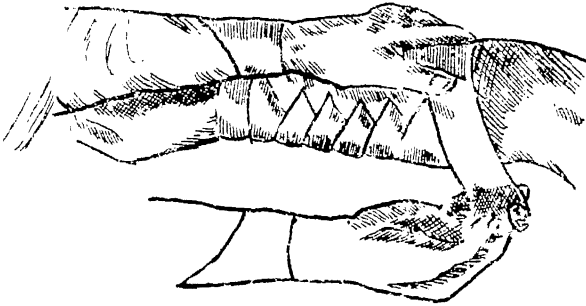
(۱۲) پٹی باندھنے کے بعد آخری سرے میں سیفٹی پن لگا دینی چاہئے سینہ اور شکم میں جو پٹیاں باندھی جائیں ان میں آلپین لگانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پٹی کے سرے کو نیچے کی لپیٹ میں سوئی سے ٹانک دینا چاہئے چونکہ سینے کی پٹیاں متواتر سانس کی حرکت سے ڈھیلی پڑ جاتی ہیں اس لئے یہ زیادہ محفوظ رہ سکتی ہیں۔ اگر سینے کی پٹی کے مختلف لپیٹوں کو سوئی سے سی دیا جائے اور یہ معلوم رہے کہ پشت پر اگر آلپین لگائی جائے گی تو اس سے بہت زیادہ تکلیف پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۱۳) جب تک کہ پہلے پوری طور سے پٹی لپیٹ نہ لی جائے۔ اس کا باندھنا ہرگز شروع نہیں کرنا چاہئے۔

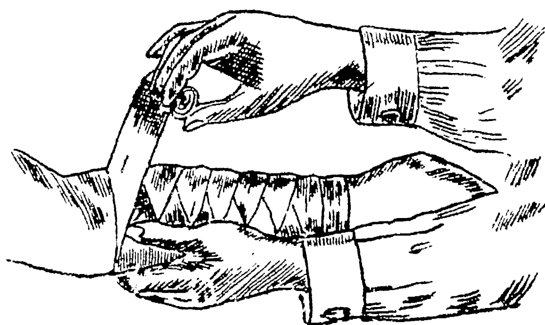
(۱۴) پٹی کھولنا ہو تو اس کو بنڈل کے طور پر جمع کرتے جائیں اور عضو کے چاروں طرف پھرا کر کھولتے جائیں۔

"رول کی ہوئی پٹیوں کی بندش کا طریقہ"

ایسی پٹیوں کی بندش چار طریقوں سے کی جاتی ہے



نمبر ۱۲ - بازو کے اگلے حصہ کا اُلٹا پیچدار لپیٹ
نمبر ۲ - اُلٹنا شروع کیا ہے



نمبر ۱۳ - بازو کے اگلے حصہ کا اُلٹا پیچ دار لپیٹ
نمبر ۲ - اُلٹا کیا جا رہا ہے

(۱) سمپل اسپائرل Simple Spiral یعنی سیدھے پیچ والی پٹی
(۲) ریورس اسپائرل - اُلٹے پیچوں والی پٹی -
(۳) فیگر آف ایٹ "8" Figure of انگریزی ہندسہ کی شکل کی پٹی
(۴) اسپائی کا Spics پٹی -

(۱) سمپل اسپائرل Simple Spiral | سیدھے پیچوں والی پٹی کو پے درپے پیچوں سے عضو کے حصے کے اردگرد اس طور سے باندھا جاتا ہے کہ پٹی کا ہر ایک حصہ پہلے پیچ کے دو تہائی حصہ پر چڑھا ہوا رہے - اس طریقہ کی بندش کی ضرورت اُس حالت میں ہوتی ہے کہ جب عضو مجروح کی دبازت یکساں ہوتی ہے - مثلاً اُنگلیوں اور کلائی سے ہاتھ کا اوپر کا حصہ -

(۲) بل دار پیچ والی پٹی | اس طریقہ کی پٹی کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ عضو کے اس حصہ پر جس کی دبازت اپنے حصوں میں مختلف ہو مثلاً پنڈلی اُس پر پٹی کی بندش صاف اور یکساں ہو - اس کے باندھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اوّل عضو کے اردگرد اسپائرل قسم کے دو پیچ دلئے جائیں - ایک ہاتھ میں نرم دباؤ کے ساتھ پٹی کی پنڈی ہو اور دوسرے ہاتھ کا انگوٹھا پٹی کے نیچے کے حصے کے اوپر ہو اور رُخ عضو کے باہر کی جانب ہو اب پٹی کو تین انچ تک ڈھیلا کرو - ہاتھ کے اوپر سے پٹی کو کھول جاؤ اور عضو کے اوپر باندھ دو - اُلٹی طرف گھماؤ اور عضو کے نیچے سے

دوسری جانب نکال کرلے جاؤ۔ ریورس بینڈج (یعنی اُلٹی بندش) کے نچلے حصّہ کو نیچے والے پیچ کے ساتھ متوازی رکھو اور جُوں ہی عضو کے باہر کے حصّے تک پہنچو۔ پھر دوبارہ پٹی کو اُلٹا دو۔ یہ پٹی کا دُہرانا یا اُلٹانا جہاں تک ضروری ہو کرتے جاؤ۔

اِس قسم کی بندش بہ نسبت سیدھی بندش کے زیادہ پائدار ہوتی ہے اور اِس طریقہ کو عضو پر کھپاچوں کے باندھنے کی نسبت زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ اِس میں خرابی صرف یہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات یہ پٹی کھسک جاتی ہے اور لچک دار نہیں ہوتی۔ چنانچہ جوڑوں کے اِردگرد کے حصے کے لئے بل دار پیچ والی پٹی مناسب نہیں ہوتی۔

(۳) انگریزی ہندسہ (8) کی شکل والی پٹی | اِس کے بل اِس طرح پیچ دار بنائے جاتے ہیں کہ ہر ایک پیچ انگریزی ہندسہ (8) کی شکل کا بنایا جاتا ہے اور ایک بل دوسرے بل پر تقریباً دو تلث حصّہ چوڑائی پر چڑھا ہوتا ہے۔

کسی حصہ عضو پر مثلاً ہاتھ کی پشت پر انگریزی ہندسہ (آٹھ) کی پٹی باندھنے کا طریقہ یہ ہے۔

کلائی کے اردگرد پٹی کے دو پیچ لے جاؤ تاکہ پٹی قائم ہو جائے۔ پھر پٹی کلائی کے انگوٹھے والی جانب سے ہاتھ کی پشت کے اوپر سے نکالکر چھوٹی اُنگلی کی جڑ تک لیجاؤ پھر ہتھیلی کے اوپر سے ہوتے ہوئے اُنگلیوں کی جڑوں میں لے جاؤ۔ اُس کے بعد ہاتھ کی پشت کے

اوپر ترچھی لے جاکر کلائی کے باہر کی جانب کو نکالو اس کے بعد ہتھیلی کے اوپر سے ہوتے ہوئے انگلیوں کی جڑوں میں لے جاؤ اور پھر ترچھے طور پر ہاتھ کی پشت پر سے ہوتے ہوئے چھوٹی انگلی کی جڑ کی طرف کو لے جاؤ۔ پہلے پیچ کا ایک ثلث حصہ کھلا ہوا چھوڑتے جاؤ۔ پھر اس کے بعد ہاتھ کی ہتھیلی اور پشت پر سے ہوتے ہوئے کلائی کی طرف لاؤ۔ ان پیچوں کو تین مرتبہ دوہراؤ۔ مگر اس بات کا لحاظ رہے کہ بعد کے پیچ یا قبل پیچوں کے تیسرے حصہ کو ڈھانکے رکھیں۔ اور پھر آخر میں پٹی کو کلائی کے اردگرد گول پیچ دیکر قائم کردیں۔

انگریزی ہندسہ آٹھ کی پٹی خاصکر جوڑوں کے قرب و جوار کے حصہ میں باندھی جاتی ہے۔ گو یہ کم پائدار ہوتی ہے لیکن الٹے پیچ والی پٹی کی بہ نسبت زیادہ لچک دار ہوتی ہے۔

(۴) اسپائیکا پٹی Spica | یہ پٹی ہندسہ انگریزی آٹھ کی ایک ترمیم ہے اس کی بندش میں ایک پیچ چھوٹا اور ایک بڑا ہوتا ہے جوڑوں پر دباؤ پہنچانے کے وقت اس قسم کی بندش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس پٹی کے باندھنے کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ معمولی اسپائیکا Spica | یہ کندھے اور کولھے کے اوپر باندھی جاتی ہے۔

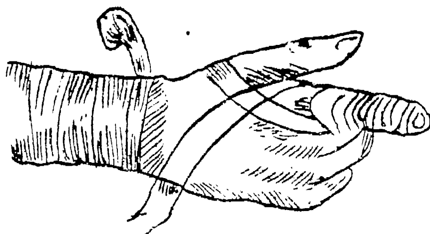
۲۔ خم کھانے والی اسپائیکا Spica | یہ پٹی بڑے بڑے ابھرے

ہوئے حصّوں پر باندھی جاتی ہے۔ مثلاً ایڑی۔ گھٹنے کے جوڑ کے نیچے کا حصّہ اور کہنی۔

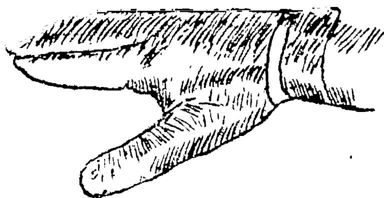
جسم کے مختلف حصوں کی پٹیاں

۱۔ اُنگلی کی بندش ½ یا ¾ انچہ چوڑی پٹی یا باریک فیتہ لو اور رول کرکے لپیٹ لو۔ مجروح ہاتھ کو اس طرح رکھو کہ ہتھیلی کا رُخ نیچے کی جانب ہو۔ کلائی پر تین چار انچہ پٹی کا حصّہ چھوڑ کر پیچ دے جاؤ۔ پٹی ہاتھ کی پشت کے اوپر سے اُس اُنگلی کی طرف جس پر پٹی باندھنی ہے لے جاؤ اور ایک بڑا پیچ دیکر اُنگلی کے اختتام یعنی پور پر لے جاؤ اور پھر اُس اُنگلی کو پیچ در پیچ پور سے جڑ تک پٹی سے ڈھانک دو ہر ایک پیچ سابقہ پیچ کے ½ حصّہ پر چڑھا ہوا رہے۔ جُوں ہی اُنگلی کی جڑ تک پہنچ جاؤ پٹی کو ہاتھ کی پشت سے کلائی کی اندر کی جانب کو لے جاؤ اور وہاں پر پٹی کے اُس حصّہ سے باندھ دو جو شروع میں اس کام کے لئے چھوڑا گیا ہو۔ اگر ایک اُنگلی سے زائد پر پٹی باندھنے کی ضرورت ہو تو ایک پیچ کلائی پر دے دینا چاہیئے۔ قبل اس کے دوسری اُنگلی شروع کی جائے۔

اگر کئی ایک انگلیاں باندھنی ہوں تو بطریق مذکورہ ہر ایک کی بندش کی جائے۔ لیکن ہر اُنگلی کو شروع کرنے کے قبل پٹی کا لپیٹ کلائی پر ہر مرتبہ پڑنا چاہیئے۔



نمبر ۱۴۔ اُنگلی کی بندش



نمبر ۱۵- انگوٹھے کا اسپاٹیکا

۲- انگوٹھے کی بندش | مثل مذکورہ بالا انگلی کے پٹی یا فیتہ لے لیا جائے ترکیب یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح رکھو کہ اُس کی پشت اوپر کو ہو کلائی کے ارد گرد دو لپیٹ دو- انگوٹھے کی جڑ سے پٹی کو باندھنا شروع کرو اور انگوٹھے کی جڑ سے اوپر کی طرف لے جاتے ہوئے انگوٹھے اور اگلی انگلی کے بیچ میں لے آؤ اور پہلے جوڑ کو محیط کر دو- پٹی ہاتھ کے اوپر سے لائی جائے اور کلائی کے ارد گرد لپیٹ دی جائے- اس طریقہ سے کہ پہلے پیچ کا ⅔ حصّہ ڈھک جائے اور پھر اُس کو ہاتھ کی پشت پر لے جاؤ اور ان پیچوں کو کلائی کے ارد گرد دوہراؤ اور انگوٹھے کے ارد گرد لپیٹ جاؤ اس طرح کہ دوسرا پیچ پہلے کی نسبت نیچا رہے تاکہ انگوٹھا ڈھک جائے۔

۳- ہاتھ کی بندش اور کلائی سے کہنی تک کی بندش | ڈھائی انچ چوڑی رول کی ہوئی پٹی لے کر کلائی پر دو بل دو- انگوٹھے کی جڑ سے بندش شروع کی جائے اور رول کی ہوئی پٹی کی پشت پر سے باہر کی طرف لائی جائے- پٹی کو اوپر کی طرف لے جاؤ اور ہاتھ کی پشت کی طرف سے ہوتے ہوئے چھوٹی انگلی کی جڑ کی طرف لے جاؤ ہتھیلی کے اوپر سے اس کو لے جاؤ اور ہتھیلی میں کچھ تھوڑی سی روئی رکھ دی جاتی ہے- اور پھر پٹی کو انگوٹھے اور انگلی کی جڑ میں لگایا جاوے- پٹی کو ہاتھ کے اوپر سے لے جا کر کلائی کے اندر کی جانب لے جاؤ اور کلائی کو اور ہاتھ کو مثل سابق کے لپیٹ دو مگر اس دفعہ پہلے پیچ اور انگلیوں کی جڑوں کو لپیٹ دیا جائے

جبکہ ہاتھ اِن پیچوں سے کافی طور پر ڈھک جائے تو ہاتھ کے اگلے حصے پر تھوڑے سے اسپائرل پیچ دئے جاتے ہیں یہاں تک کہ عضو کے بڑھنے والی موٹائی کی وجہ سے پے درپے پیچوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ پیچ بازو کی پشت پر ایک سیدھ میں رہنے چاہئیں۔ جب ہاتھ اِس قسم کے بلوں سے ڈھک جائے تو کلائی سے لے کر کہنی تک کی بندش پیچ دار بل دے کر کرنی چاہیئے۔ اور ایسے بل نیچے سے اوپر کے جانب لگائے جائیں۔

۴۔ کہنی کی بندش | پہلے کہنی کو جھکا دو اور ڈیڑھ یا ڈھائی انچ چوڑی یا حسب ضرورت پٹی لو۔ جوڑ کے نیچے دو تین بل پٹی کے دئے جائیں۔ بعد ازاں ایک بل جوڑ کے وسط میں بالکل سیدھا بلا پیچ کے دیا جائے۔ پیچ والے بل کے دینے میں اس بات کی احتیاط کی جائے کہ کہنی کے باہر کی طرف کی نکلی ہوئی ہڈی کے اوپر پٹی کا وسط آکر پڑے۔ بعد ازاں پٹی کو جوڑ کے اردگرد لے جا کر اندر سے باہر کی طرف آڑے پیچ سے قدرے نیچے رکھ کر ایسا پیچ دیں کہ پیچ والا پیچ بشکل انگریزی ہندسہ "(8)" بن جائے۔ پیچ کے اوپر کا آدھا حصہ اس طرح پر ختم کیا جائے کہ آڑے پیچ کی نسبت قدرے وہ پیچ اونچا رہے اور جوڑ کے اردگرد آجائے۔ آڑے پیچ کے اوپر اور نیچے کے پیچوں کو باندھتے چلے جاؤ یہاں تک کہ جوڑ پر کافی طور سے سہارا پہنچ جائے۔ اِس قسم کی بندش کی ضرورت اُس وقت ہوتی ہے جبکہ کہنی کو موڑ کر

رکھنا ہوتا ہے۔

۵۔ شانے کی بندش | جسم کے مختلف حصّوں کی بندش سے اس کی بندش زیادہ دشوار ہوتی ہے۔ اس کی بندش کے دو طریقے ہیں۔

الف۔ نیچے سے اوپر کی جانب چڑھنے والا اسپائیکا۔

ب۔ اوپر سے نیچے کی جانب اُترنے والا اسپائیکا۔

(الف) چڑھنے والے اسپائیکا Spics کی بندش نیچے سے اوپر کی طرف کو کی جاتی ہے۔ ایک رول کی ہوئی پٹی ڈھائی سے تین انچہ تک چوڑی اور کم ازکم دس گز لانبی لی جائے اور اُس کا کھُلا ہوا حصّہ بازو کے ارد گرد شانہ سے چار انچہ نیچے اندر سے باہر کی جانب دو لپیٹ دے کر باندھا جائے۔ دونوں بغلوں میں روئی کی چھوٹی سی گدی لگائی جائے پٹی کو بازو و لپیٹتے ہوئے شانہ کے پیچھے سے پیٹھ پر لے جائیں اور وہاں سے دوسری جانب کی بغل میں لیجائیں اور وہاں سے آڑے پیچ سینہ کے اوپر سے ہوتے ہوئے جائے۔ ابتدائی پر پہنچائیں۔ پٹی کو بازو کے ارد گرد پہلے پیچ کے نچلے حصے کے آدھ انچہ اوپر سے لپیٹو۔ اور پیچوں کو سینے اور پیٹھ کے اوپر سے نکالتے چلے جاؤ جسم اور بازو کو اس طرح پر لپیٹتے جاؤ اور اس بات کی احتیاط رکھو کہ ہر ایک پیچ پہلے پیچ سے نصف انچہ اوپر نکلا ہوا رہے۔ یہاں تک کہ شانہ ڈھک جائے۔ آخری پیچ کو سینے کے اوپر چند ٹانکوں یا سیفٹی پن سے لگا دیا جائے بازو کے اوپر جو بل پڑیں گے اُن کی شکل انگریزی اُلٹے ہوئے حرف

وہی "V" کی ہوگی جہاں پر وہ پٹی بندھے ہوئے بازو کے باہر کی جانب ایک دوسرے پر آڑے ہوتے ہوئے جائیں گے۔

ب۔ اوپر سے نیچے کے رخ کا اسپائیکا Spics | یہ بندش اوپر سے شروع کی جاتی ہے اور نیچے کی جانب اُترتی آتی ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ پیچ دار بل بغل کی ہمواری میں دئے جائیں۔ اور پٹی گردن سے ملاکر پیٹھ پر ہوتی ہوئی بغل میں گذرتی ہوئی سینے پر پھرا کر شانے پر لائی جائے۔ پھر اسی طرح اُس جانب کے بازو کے نیچے سے سینے کے سامنے سے ہوکر اور بازو کے سامنے سے اُس جانب کے بازو پر لائی جائے جس پر پٹی باندھنی ہو۔ اب بغل کے نیچے اور شانہ کے اوپر سے پیٹھ کی طرف لیجاؤ لیکن وہ اس مرتبہ پہلے پیچ کی نسبت قدرے نیچے رہے اور علیٰ ہذا القیاس اسی طرح پر باندھے جاؤ یہاں تک کہ وہ جگہ جہاں سے شروع کی گئی تھی پہنچ جائے۔

۶۔ بازو کی بندش | بازو کے بالائی حصّہ کی بندش پیچ دار بلوں کے ذریعہ سے کی جاتی ہے اور بل نیچے سے اوپر کی جانب شانے تک دئے جاتے ہیں۔

۷۔ ٹخنے کی بندش ڈھائی یا تین انچ چوڑی پٹی لو اور پٹی کا کھلا ہوا سرا ٹخنے کے اندرونی جانب ہڈی پر رکھو اور پاتوں کے اندرونی حصّہ کی طرف کو نکالکر چھوٹی اُنگلی کی جڑ تک لے جاؤ اور وہاں سے تلوے کے نیچے سے نکال کر پانوں کے بڑے انگوٹھے کے پاس لے جاؤ

بعدازاں اِس پٹی کو اوپر سے پھر تلوے کی جانب سے لا کر ٹخنے کی بیرونی ہڈی پر اِس طرح لپیٹا جائے کہ ایڑی پورے طور پر ڈھک جائے اور پٹی کے ابتدائی سرے پر جما دیا جائے۔

۸- ایڑی کی بندش | رول شدہ پٹی کا کھلا ہوا سرا ٹخنے کے بیرونی حصّہ پر رکھو۔ پٹی کو تلوے کے نیچے سے ہو کر ٹخنے کے اندرونی جانب لاؤ اور وہاں سے پشتِ پا کو لپیٹتے ہوئے پھر اُسی جگہ لاؤ جہاں سے شروع کیا ہے بعدازاں پٹی کو ایڑی کے نکلے ہوئے حصّہ پر لپیٹو اور اِس کے بعد پٹی کو پانوٗں کی پشت پر لپیٹو اور پھر پاؤں کے تلوے میں سے نکالو۔ لپیٹنے میں اُس پیچ کا جو کہ ایڑی پر ہو کر گزرتا ہے نیچے کا حصّہ ڈھک جائے اِس جگہ سے پٹی کو پاؤں کے اوپر کے حصّے سے لے جاؤ اور پھر ایڑی کے اوپر سے ہوتے ہوئے نیچے کو لاؤ اور اِس طور پر بندش کی جائے کہ ایڑی کے اوپر سے ہر ایک پیچ سابقہ پیچ سے ہٹا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حصّہ ڈھک جائے ٹانگ کے نیچے کے حصّہ کے اِردگرد دو ایک گول پیچ دے کر اوپر سے سیفٹی پن لگا دو۔

۹- ٹانگ اور ران کی بندش | ٹانگ کے نیچے کے حصّے میں اوّل تین معمولی سیدھے سیدھے بل لپیٹے جائیں اور جوں جوں اس کی موٹائی بڑھتی جائے اِسی طرح بلوں میں پیچ لگاتے جائیں حتیٰ کہ پیچ دار بل کا سلسلہ اوپر تک رکھا جائے یہاں تک کہ پٹی گھٹنے تک پہنچ جائے۔ جب گھٹنے کی بندش کرنی ہو تو انگریزی ہندسہ (8) کے شکل کی بندش کی جائے

اس کے بعد ران کی بندش بھی مثل ٹانگ کی بندش کے نیچے سے اوپر کی جانب پیچ دار بل پڑے ہوئے کی جائے اور پیڑو کے قریب جب پٹی پہنچ جائے تو اس کے سرے کو باندھ دیا جائے۔

۱۰۔ گھٹنے کی بندش پہلے کسی قدر گھٹنے کو جھکاؤ اور ڈھائی سے تین انچ تک چوڑی اور قریباً چار گز لانبی پٹی کا سرا گھٹنے کے اندر کی جانب کو رکھو اور پٹی کی پنڈی کو زانو کے اوپر سے ہوتے ہوئے زانو کی باہر کی جانب کو لے جاؤ اور پھر وہاں سے جائے ابتدائی پر لے جاؤ پھر گھٹنے کے اوپر سے لے جا کر اوپر والے پیچ کے کھلے ہوئے حصتہ کو دبائیں اور پھر جہاں سے شروع کیا تھا وہاں لے جائیں اور پھر زانو کے اوپر سے لے جائیں۔

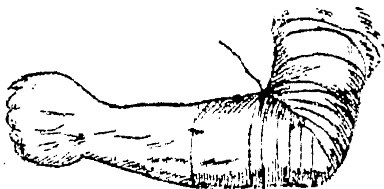
اِس مرتبہ پہلے پیچ کے اوپر کا کھلا حصتہ پکڑ لیں یہ ہی طریقہ اوپر اور نیچے شکل آٹھ کا ہندسہ بناتے ہوئے جاری رکھیں۔

۱۱۔ بُن ران کی بندش | مثل شانے کے بُن ران کی بندش بھی نہایت دشوار ہوتی ہے اور اِس کے لئے بھی دو قسم کی اسپائیکا Spics بندشیں حسب ذیل ایجاد کی گئی ہیں۔

الف۔ نیچے سے اوپر کی جانب پیچ دار اسپائیکا Spics

ب۔ اوپر سے نیچے کی جانب و پیچ دار اسپائیکا Spics

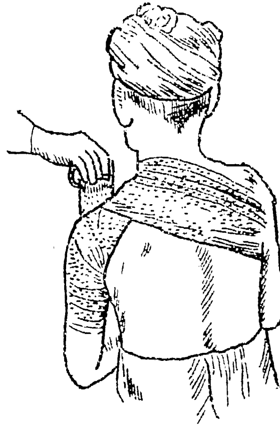
الف ۔ نیچے سے اوپر کی جانب اسپائیکا | جو جانب ماؤف ہو اُس جانب کسی قدر پیڑو کو جھکایا جائے ڈھائی سے تین انچہ تک چوڑی اور دس سے



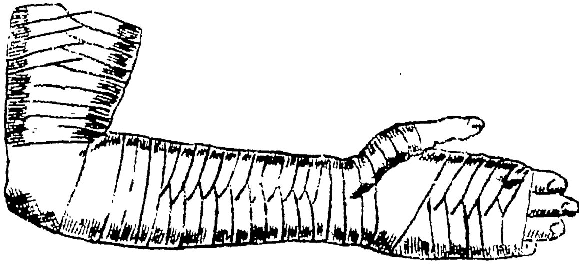
نمبر ۱۶۔ کہنی کی بندش



نمبر ۱۷۔ شانہ کا اوپر کی جانب چڑھتا ہوا اسپائیگا



نمبر ۱۸۔ نیچے کی جانب اُترنے والا شانہ کا اسپائیکا



نمبر۱۹ - اوپر کے بازو کی بندش



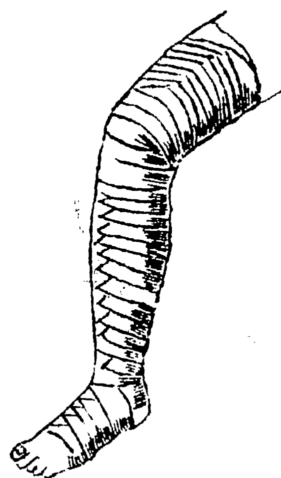
نمبر۲۰- بندش ٹخنہ بشکل ہندسہ (8)



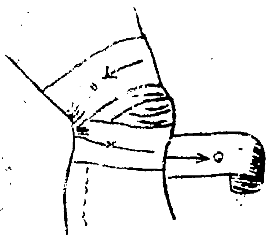
نمبر ۲۱ - ایڑی کی بندش



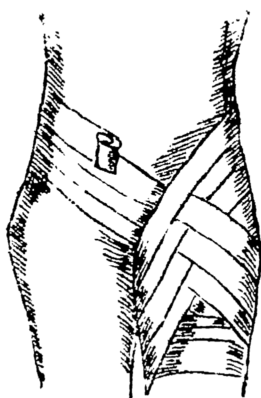
نمبر ۲۲- پاؤں کی بندش



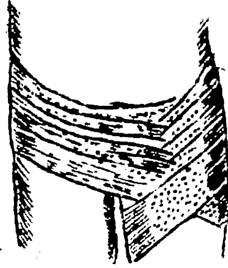
نمبر ۲۳ - ٹانگ کی بندش



نمبر ۲۴ - گھٹنے کی بندش



نمبر ۲۵ - بن ران چڑھتی ہوئی اسپائیکا



نمبر۲۶-بِن ران کی نیچے اُترنے والی اسپائیکا

بارہ گز تک لانبی پٹی لی جائے اور گھٹنے سے کچھ اوپر تین چار بل معمولی لپیٹی جائے اور بعدازاں اوپر کے جانب چڑھاؤ میں جو بل دیئے جائیں وہ سب پیچ دار ہوں اور اِس طرح بندش بُنِ ران تک کی جائے۔ بعدازاں پٹی بُنِ ران کے اوپر سے باہر کی جانب اور کولھے کے اوپر سے قدرے اوپر نکلی ہوئی اور پھر وہاں سے پشت کے نیچے کے حصہ پر ہوتی ہوئی اور کولھے پر سے پیٹ کے سامنے کے حصہ سے نکلتی ہوئی عضو مخصوص کے اوپر سے ہوتی ہوئی پھر واپس بُنِ ران کے جائے ماؤف پر باندھ دی جائے۔ اب پٹی کو ران کے اردگرد اندر کی جانب کو اور پیٹھ کے اوپر اور پھر جسم پر لے جاؤ اور پیچوں کو اس طرح سے باندھتے جاؤ کہ یہاں تک کہ ہر ایک پیچ اپنے سابقہ پیچ کے نیچے کے حصہ سے آدھا انچہ اونچا رہے اور پھر سیفٹی پن کے ساتھ اُس کو ایک جگہ لگا دو۔

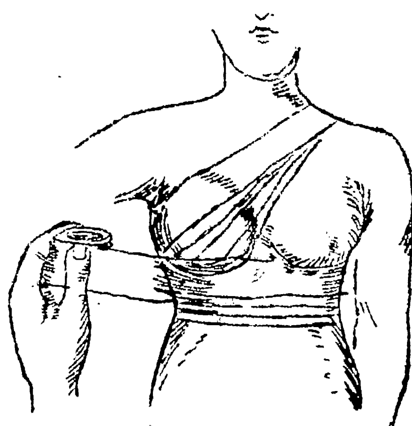
ب - اوپر سے نیچے کی جانب اسپائیکا Spica کسی قدر پیڑو کو جھکاؤ اور پٹی کا کھلا ہوا سرا ٹھیک بُنِ ران پر رکھو پٹی کو دوسرے پیڑو کی طرف سے پُشت کی جانب سے اِس طرح لائیں کہ سابقہ پٹی پر سے ہو کر گذرے بندش اِس طرح پر کی جائے کہ ران کا بالائی حصہ بالکل ڈھک جائے اور اِس کے بل نیچے سے اوپر کی جانب اِس طرح لگائے جائیں کہ سابقہ بل کو قریب نصف انچہ کے دوسری پٹی دبائے رہے۔ اِسی طرح بندش کئے جاؤ یہاں تک کہ زخمی حصہ بالکل ڈھک جائے اور پٹی کا دوسرا سِرا سیفٹی پن سے ٹانک دیا جائے۔

١٢- پستان کی بندش | چار انچہ چوڑی رول کی ہوئی پٹی لو اور ماؤف
پستان کے تین انچہ نیچے پٹی کا کھلا ہوا سرا رکھ کر دو لپیٹ پیٹ پر
لگاؤ تاکہ پٹی قائم ہو جائے بعد ازاں پٹی کو جائے ماؤف پر لگائے ہوئے
دوسری جانب کے شانے پر لے جا کر پشت کی طرف سے پھر ابتدائی
جگہ پر لا کر ایک بل لپیٹ دیا جائے اور اسی طرح کل بندش کی جائے
مگر ہر پٹی سابقہ پٹی کو اس قدر دبائے کہ اس کا کچھ حصہ کھلا رہے۔
اور آخری سرے کو سیفٹی پن سے دبا دیا جائے۔

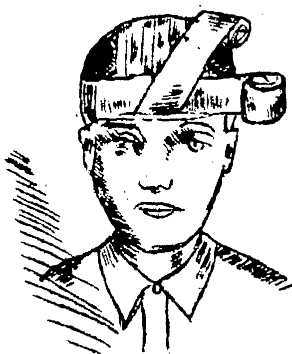
١٣- سر کی بندش | تین طرح کی پٹیاں بنا کر سر کی بندش کی جاتی ہے۔

الف - سر کی پٹی
ب- مثلث شکل کی پٹی۔
ج - گرہ دار پٹی۔

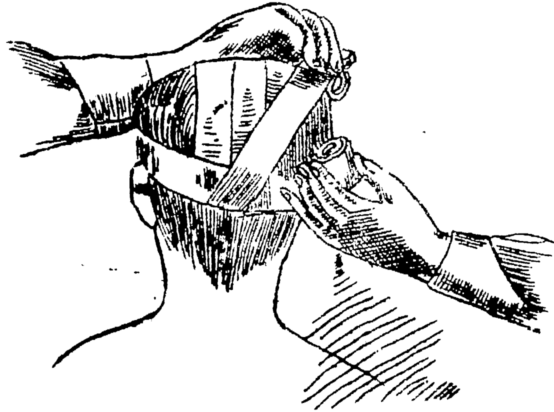
الف - سر کی پٹی | ڈھائی ڈھائی انچہ چوڑی رول کی ہوئی دو پٹیاں
لو اور نصف سے کچھ کم دور تک ایک کھول کر دوسری سے جوڑ دو اور
بقیہ کو اسی طرح رول کی ہوئی رہنے دو۔ اس طرح دو شاخی پٹی
ہو جائے گی اور ایک دوسری سے تین گنا بڑی ہو جائے گی۔
مریض کو کرسی یا کسی دوسری چیز پر بٹھاؤ اور خود اس کے پیچھے کھڑے ہو
بائیں ہاتھ میں پٹی کی بڑی پنڈی ہو اور دائیں ہاتھ میں چھوٹی۔ ابروؤں
سے ملا کر پیشانی پر پٹی رکھو بعد ازاں ان دونوں پنڈیوں کو کان کے
پیچھے کی جانب اس طرح سے لیجاؤ کہ دونوں ہاتھ سر کے پچھلے حصے میں



نمبر ۲۷- عورت کی پستان کی بندش



نمبر ۲۸ - سر کی بندش - سامنے کا رُخ



نمبر۲۹-سر کی بندش- پیچھے کا رُخ

جہاں تک ممکن ہو نیچے کی جانب ملیں بڑی پٹی کو چھوٹی پٹی پر سے کھینچیں اور بڑی پٹی دائیں ہاتھ کی جانب منتقل کریں اور چھوٹی کو بائیں ہاتھ کی طرف کریں اور پٹیوں کو خوب زور سے کھینچیں۔ اب چھوٹی پٹی کو سر کے اوپر سے بیچ میں رہے اوپر کی طرف اور ناک کی جڑ میں نیچے کی جانب کھینچیں۔ چھوٹی پٹی کو ورٹیکل Vertical پٹی بھی کہتے ہیں اور بڑی پٹی کو ہاری زینٹل Horizontal کہتے ہیں۔ بڑی پٹی کو دائیں ہاتھ میں لو اور دائیں کان کے اوپر کو آڑے لے جا کر ناک کی جڑ میں سیدھے رُخ پر باندھ دیں۔ اب سیدھے رُخ کی پٹی کو سر کے اوپر سے لے جا کر سیدھ کی لکیر کے قدرے بائیں جانب کو لے جا کر پیچھے (مثل آگے کے) آڑی پٹی سے باندھ دیں۔ پھر ایک دفعہ دوبارہ اُس کو آگے کو لاؤ اور اِس مرتبہ سیدھ کے قدرے دائیں جانب رکھو اور اس کو پھر آڑی پٹی سے باندھ دو۔ اِس سیدھی پٹی کو آگے سے پیچھے کو بائیں جانب برابر باندھتے جاؤ اور پیچھے سے آگے کو دائیں جانب اِس طور پر باندھتے جاؤ کہ پٹی بیچ میں سے ہٹتی چلی جائے یہاں تک کہ کانوں تک پٹی آ جائے۔ اور اُس وقت آگے سے اُس کو کاٹ دیا جائے۔

ورٹیکل Vertical پٹی کو جب کہ وہ آگے اور پیچھے کو لپیٹی جاتی ہے اُس کو باندھنے کے لئے سر کے ارد گرد ہاری زینٹل Horizontal پٹی آ جاتی ہے۔

تمام پٹی آخر کار ہاری زینٹل پٹی کو سر کے ارد گرد دو زائد پیچ دینے اور

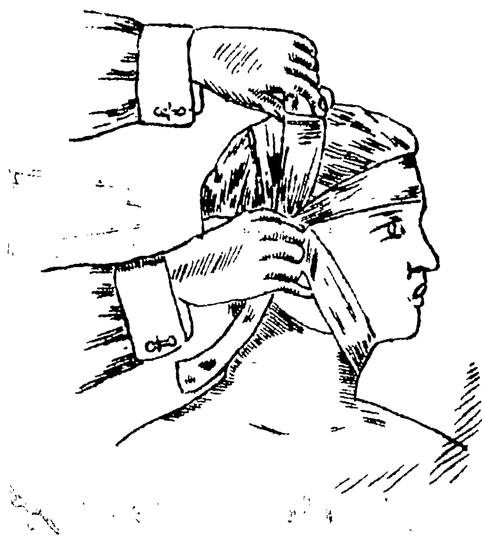
آگے پن لگا دینے سے ختم ہو جاتی ہے۔

اِس قسم کی بندش، ڈاکٹر کاس گریو" صاحب نے اپنی کتاب ہوم نرسنگ میں دی ہے۔ اور اُسی کے موافق یہاں تفصیل کی گئی ہے۔

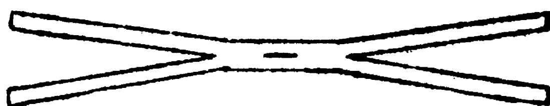
یہ بندش گرم ممالک کے لئے موزوں نہیں ہوتی اور اگر سخت کس جائے تو مریض کو تکلیف دہ ہوتی ہے اور علاوہ ان باتوں کے اِس کی بندش بھی مشکل ہے۔

ب۔ مثلث شکل کی بندش اکتاب انڈین مینول آف فرسٹ ایڈ کے صفحہ (۳۴) میں اِس بندش کا تذکرہ ہے اور بندش مذکورہ بالا سے قابلِ ترجیح ہے۔ مثلث شکل کی پٹی بعض اوقات اُن گدیوں پر جو خون روکنے کے لئے کھوپڑی پر رکھی جاتی ہیں۔ پورے طور پر دباؤ نہیں ڈالتی اِس لئے ذیل کے قسم کی بندش بہت کارآمد ہوتی ہے۔

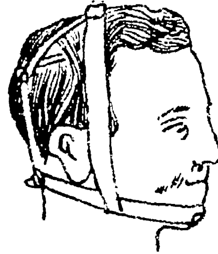
ج۔ گرہ دار بندش ڈھائی انچہ چوڑی اور آٹھ گز لانبی پٹی لیکر اس کو ایک فٹ تک کھول ڈالو اور اِس کھلے ہوئے سرے کو بائیں ہاتھ میں لیکر دونوں کنپٹیوں میں سے کسی کنپٹی سے ملا کر رکھو۔ رول کئے ہوئے حصّہ کو سر کے نیچے سے گھماتے ہوئے پیشانی پر سے اُس کھلے ہوئے سرے پر لاؤ اور اُس سے دبا کر پنڈلی کو کھوپڑی پر سے دوسری کنپٹی کے جانب لے جاؤ اور پھر اِس کو گلے کے نیچے سے ہوتے ہوئے دوسری کنپٹی پر لایا جائے۔ بعدازاں اِسی طرح دوسری لپیٹ سر پر پہنچائی جائے اور یہ لپیٹ سابقہ لپیٹ سے کسی قدر ترچھی ہوگی یہاں تک کہ کافی دباؤ پہنچ جائے اور ختم ہونے پر دونوں سروں کو ملا کر ایک گرہ



نمبر ۳۰- گره دار بندش



نمبر ۱۳۔ چارسروں والی بندش



نمبر ۲۳۲ - چار سروں والی بندش بندھی ہوئی

دے دینی چاہئے۔

رول کی ہوئی پٹیوں میں خاص ترمیمات

یہ ترمیمات حسب ذیل ہیں

الف۔ چار دُم والی پٹی۔
ب۔ زیادہ دُم والی پٹی۔
ج۔ انگریزی حرف "ٹی" کی شکل کی پٹی۔

الف۔ چار دم والی پٹی ٹھوڑی۔ گھٹنا۔ اورسر کے آگے و پیچھے جانب کی ڈریسنگ ایک جگہ قائم رکھنے کے لئے اِس قسم کی پٹی ایجاد کی گئی ہے۔

(۱) جبڑے کی چار دم والی پٹی تین انچہ چوڑی رول کی ہوئی ڈیڑھ گز لانبی پٹی لے کر بیچ میں چھ انچہ چھوڑ کر دونوں جانب سے پٹی مذکور پھاڑ لی جاے اور وسط میں ایک چاقو سے دو انچہ لانبا شگاف دے دیا جائے اور ٹھوڑی پر وہ سوراخ رکھ دیا جائے۔ دونوں نیچے کے سروں کو سر پر لے جاکر گرہ دے دی جائے اور اوپر کے دونوں سروں کو لپیٹ کر سر کے پیچھے کی جانب لے جاکر باندھ دیا جاے اور پھر آخر میں دونوں سروں کو ایک دوسرے کے ساتھ سر کے پیچھے باندھ دیا جاے۔

(۲) چار سروں والی سر کی پٹی قریباً چھ انچہ چوڑی اور ایک گز لانبی پٹی

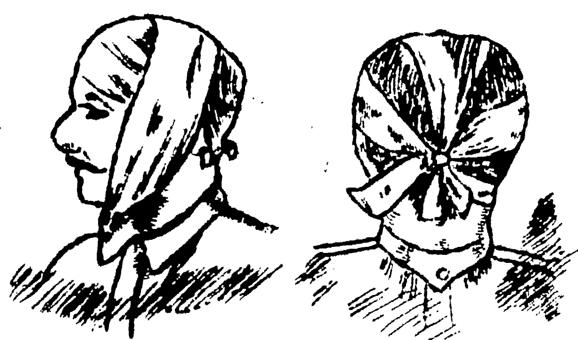
اِس طرح بنائی جائے کہ تین انچہ بیچ میں چھوڑکر دونوں جانب سے پٹیاں پھاڑلی جائیں ایسی پٹیاں سر پہ نیچے یا اوپر کی بندش میں استعمال کی جاتی ہیں۔

سر کے اوپر کی پٹی | سر کے اگلے حصے پر پٹی کا درمیانی حصہ رکھا جائے سامنے والے دونوں سروں کو کانوں کے اوپر سے پیچھے کی طرف لے جاؤ اور اُن کو سر کے پیچھے کانوں کی سیدھ سے ذرا نیچے باندھ دو بعد ازاں بقیہ دوسرے سروں کو لاکر ٹھڈی کے نیچے باندھ دیا جائے۔

سر کے پیچھے حصے کی پٹی | پٹی کا درمیانی حصہ سر کے پشت کی طرف کو رکھو اور دونوں اوپر کے سروں کو ٹھڈی کے نیچے اور دونوں نیچے کے سروں کو پیشانی کے بیچ میں باندھ دو۔

(۳)۔ چار سرے والی گھٹنے کی پٹی | چھ انچہ چوڑی اور ایک گز لانبی پٹی لو۔ اور درمیان میں دو انچہ چھوڑکر ہر دو جانب برابر پھاڑ لیا جاسے پٹی کا درمیانی حصہ گھٹنے کے درمیانی ہڈی پر رکھکر پٹی کے سروں کو زانو کے نیچے ایک دوسرے کے اوپر لے جاؤ اور پھر اُن کو زانو کے سامنے لے آؤ اور پھر اوپر کے دونوں سروں کو گھٹنے کی چپنی کے اوپر باندھ دو اور دونوں نیچے کے سروں کو اُن کے نیچے باندھ دو۔

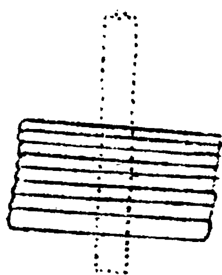
ب۔ زاید سروں والی پٹی | اِس کی ضرورت اُس حالت میں ہوتی ہے جب کہ ایک عضو کی بار بار مرہم پٹی کرنی ہو مگر اُس کو معمولی رولی کی حد کی پٹیوں کے استعمال سے حرکت دینا منظور نہ ہو خاص طور پر اس بندش



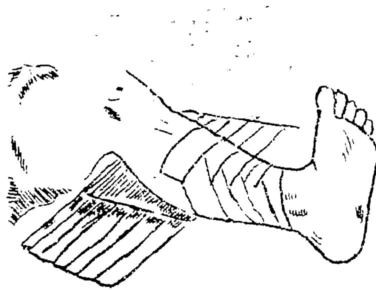
نمبر ۳۳۔ مختلف سروں والی بندش



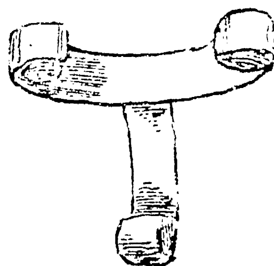
نمبر ۲۴۔ گھٹنے کی چار سروں والی بندش



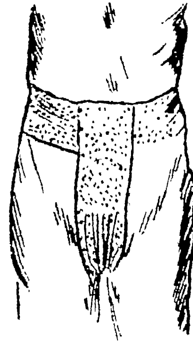
نمبر ۳۵۔ مختلف سروں والی بندش



نمبر ۳۶ - پاؤں کی بندش



نمبر ۳۷ - انگریزی حرف T کی شکل کی بندش



نمبر ۳۸ - انگریزی حرف "ٹی" کی شکل کی بندش

کی ضرورت سینہ اور شکم کے زخموں اور چوٹوں کی بندش میں بکار آمد ہوتی ہے اور یہ عضو کے جل جانے کی حالت میں بھی استعمال ہوتی ہے بازو کے لئے ڈھائی انچہ چوڑی۔ٹانگ۔شکم یا پیڑو کے لئے ساڑھے تین انچہ چوڑی پٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ترکیب یہ ہے کہ جتنے لانبے عضو پر پٹی باندھنی ہو اُتنا ہی لانبا کپڑا ایک کر پھیلاؤ اور جس عضو پر باندھنا ہو اُس سے چھ انچہ زائد لانبی پٹیاں اس پر اس طرح بچھا دی جائیں کہ اُن کے درمیانی حصے وسط میں رہیں۔ یہ آڑھی قسم کی پٹیاں ایک دوسرے کے اوپر ⅓ حصہ چڑھی ہوئی رہیں اور اس سیدھی پٹی کے ساتھ سی دی جائیں۔عضو پر پٹی باندھنے میں عضو کو بیچ والی پٹی پر رکھو اور ادھر اُدھر کی پٹیوں کو نیچے سے اوپر کی طرف اِس طرح پر لاؤ کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جائیں اور آخری دو پٹیوں کو نیچے کی دو پٹیوں کے ساتھ کچھ ٹانکوں سے ٹانک دو یا سیفٹی پن سے اُن کو جما دو۔

ج۔ انگریزی حرف "ٹی" کی شکل کی پٹی | اِس قسم کی پٹی کی بندش کی ضرورت اُس حالت میں ہوتی ہے۔جبکہ عضو مخصوص کی مرہم پٹی کو تھامنا ہوتا ہے۔

اِس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک پٹی تین انچہ چوڑی اور ڈیڑھ گز لانبی لو اور اُس کو دوسری لانبی ویسی ہی پٹی کے وسط میں عمودی شکل میں سی دو۔بندش اس طرح کی جائے کہ لانبی پٹی پیڑو کے اوپر کمر کے

اِردگرد ایسے طور سے لپیٹی جائے کہ چھوٹی پٹی رانوں کے بیچ میں سے سامنے والی ہڈی کے اوپر آ جائے۔ سروں کو سامنے باندھ دیا جائے اور پھر "ٹی" کے اوپر کے حصّہ کو رانوں میں سے نکالکر سامنے باندھ دیا جائے اور اُس کو آڑے حصّے کے ساتھ جما دیا جاے۔



"ضمیمہ اوّل"

ناگہانی اور اتفاقی ضرورت کے لئے ہر گھر میں ایک الماری ایسی ہونی چاہئے۔ جس میں ضروری ادویہ مثل مرہم پٹی اور ادویہ وغیرہ رہیں۔

الف ۔ مرہم پٹی

۱۔ چند ٹکڑے اسٹرے لائز شدہ لنٹ کے
۲۔ جذب کرنے والی کاٹن اول۔
۳۔ پرانے صاف کپڑوں کے ٹکڑے۔
۴۔ نصف درجن رول کی ہوئی پٹیاں دو نصف انچہ چوڑی۔ تین دو انچہ چوڑی۔ ایک تین انچہ چوڑی۔ اور دو مثلث شکل کی بندشں کے لئے ہوں۔
۵۔ چپکنے والا پلاسٹر ساختہ میڈ صاحب ایک پنڈی۔
۶۔ چند سیفٹی پن۔
۷۔ معمولی تاگہ اور سوئیاں۔
۸۔ ایک یا دو سرجری کی سوئیاں اور ریشم کا تاگہ۔
۹۔ قدرے روغنی ریشم یا گٹا پارچہ کا ٹکڑا۔

۱۰- مقراض-

۱۱- ڈرنسنگ کرنے کا چمٹا

۱۲- ایک بوتل روغن زیتون جس میں ایک حصّہ کاربولک اور تین حصّہ روغن زیتون ملا ہو-

۱۳- ایک بوتل قلمی پرمنگنیٹ آف پٹاشش Permsnganate of Potash

۱۴- ایک سونگھنے کی بوتل "اسملنگ بوتل" Smelling boitle

ب- ادویہ داخلی

۱- عرق سونف یعنی ڈل واٹر Dill wster

۲- لکرس پاؤڈر Liqucorice powder

۳- گرے گریز پاؤڈر Gregory·s powder

۴- سیال مگنیشیا Fluid Msgnesia

۵- مانا Manne

۶- کیسٹر آئل CastoF oil

۷- گندھک

۸- ایپکاکوانہا Ipecacuanha

۹- مچھلی کا تیل

۱۰- اکسٹریکٹ آف مالٹ Extract of malt

۱۱- لایم واٹر Lime water

۱۲- سائٹریٹ آف سوڈا Ctrste of Soda

۱۳- روغن زیتون

۱۴- بائی کاربینیٹ آف سوڈا Bicarbonate of Soda

۱۵- سال والے ٹائل Sal vclatile

ج- ادویہ خارجی

۱- بوریکس Borax (سہاگہ)

۲- کیمفریٹڈ آئل Csmphorated oil (روغن کافور)

۳- بوراسک پاؤڈر Boracic powder

۴- لینولائین Lanline

۵- بوراسک اینٹمنٹ Boracic ointment



ضمیمۂ دوم

پرہیزی کھانوں کے پکانے کی ترکیب

ذیل میں پرہیزی کھانوں کے اقسام اور ان کے پکانے کی ترکیب ہم بتلاتے ہیں۔ لیکن نرس یا تیماردار کو معلوم رہنا چاہیئے کہ یہ کھانے اگرچہ مخصوص مریضوں کے لئے ہیں اور پرہیزی ہیں مگر اس کی ضرورت نہیں ہے کہ مریضوں کے کمروں میں پکائے جائیں۔

ایلومینم کے ظروف بہ نسبت تام چینی کے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ تام چینی میں خرابی یہ ہے کہ روغن جلد اُکھڑ جاتا ہے اور پھر صفائی میں دقت ہوتی ہے۔

ہندوستان اور دیگر گرم ممالک میں مریضوں کے کھانے نرسوں کی خاص نگرانی میں پکوائے جائیں۔ آدھ سیر بیف Beef عمدہ جو کسی عمدہ گول حصے کا ہو لیا جائے۔ پنڈلی کا گوشت نہ ہونا چاہیئے جو کہ اکثر خانساماں لے لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ بدذائقہ ہوتا ہے اس کے چھوٹے چھوٹے پارچے کر لئے جائیں۔ اُس کے اوپر کی جھلّی اور چربی نکال دی جائے پھر اس کو کسی ظرف میں رکھکر ایک پائنٹ Pint پانی ڈال کر خوب

خوب اچھی طرح سے اُس کا مُنہ بند کر دیا جائے تاکہ کسی جگہ سے بھاپ نہ نکلنے پائے۔ پھر ایک بڑی دیگچی میں پانی بھر کر اس بند ظرف کو اُس میں رکھ دو اور جوش دینا شروع کر دو اور تین گھنٹے تک وہ جوش کھاتا رہے۔ بعد ازاں ظرف کو دیگچی سے نکالکر ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھ دیا جائے اور اوپر سے چکنائی اُتار لی جائے اور یہ آب جوش بموجب ضرورت کے گرم کیا جا سکتا ہے۔ عمدہ بیف ٹی لیسدار نہیں ہونی چاہیئے اور کبھی اُس کو بعد تیاری کے جوش نہیں دینا چاہیئے۔ گو اس میں غذائیت کم ہے مگر محرک زیادہ ہے۔

اِس قسم کا آب جوش شیر خوار بچوّں کے پالنے میں بہت مفید ثابت ہوا ہے کیونکہ جب اُن کو سادہ دودھ ہضم نہیں ہوتا یا اُس سے استفراغ ہو جاتا ہے تو وہ اکثر آدھا دودھ اور آدھا آب جوش مذکور یا آب جوش چوزہ کو ہضم کر لیتے ہیں۔

بیف جوس Beef Juice یعنی بیف کا عرق

نہایت عمدہ بیف آدھ پاؤ لیا جائے۔ اور اُس پر سے چربی چھڑا دی جائے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے باریک قیمہ کر لیا جائے۔ بعد ازاں بقدر آدھی چھٹانک کے پانی ڈالکر اور ذائقہ کے لئے قدرے نمک ملا کر تین گھنٹے تک پانی میں پڑا رہنے دیا جائے البتہ کبھی کبھی کسی چمچہ سے چلا دیا جائے بعد ازاں کسی صاف ململ سے چھان کر ایک چمچہ ایک وقت میں مریض کو

دیا جائے۔ موسم گرما میں یہ عرق دن میں دو بار تیار کرنا چاہئے۔ چونکہ شیر خوار بچوں کے واسطے یہ ایک بیش بہا مرکب ہے اسلئے اُس تکلیف کو جو اُس کے تیار کرنے میں ہوتی ہے گوارا کرنا چاہیئے۔ وہ بچوں کے مرض اسکروی[1] Scurvy اور ریکٹس[2] Rickets کو مفید ہے۔

پندرہ منٹ والی بیفٹی

نصف سیر بیف کو جو چربی اور جھلی سے صاف ہو اس کا باریک قیمہ کر لو دیگچی میں قیمہ رکھکر اوپر سے تقریباً نصف پائنٹ خوب کھولتا ہوا پانی ڈال کر اور ظرف کو اچھی طرح ڈھانک دو کہ اندر سے بھاپ نہ نکلے اور دس منٹ تک آگ کے قریب دیگچی کو رکھو بعد ازاں ایک پیالے میں چھان لو اور چوڑے ظرف میں پانی جو مثل برف کے ٹھنڈا ہو بھر کر بیف ٹی کے پیالے کو رکھ دو۔ ٹھنڈے ہونے پر روغن کی ایک تہ اوپر جم آئے گی اُس کو آہستہ آہستہ کسی چمچہ سے اُتار لو اور بعد میں باسی روٹی کے ٹکڑے یا بلاٹنگ سے جو کچھ چکنائی باقی رہ جائے اُٹھا لو بعد ازاں ایک گرم پیالے میں ڈال دو اور جب پلانا ہو تو خفیف گرم کر لو۔ ایک ایک گھنٹہ کے بعد دو دو تین تین چمچے (چائے) سے زیادہ نہ دی جائے۔

[1] اسکروی Scurvy میں بچوں کے مسوڑھے اور دانت خراب ہو جاتے ہیں۔

[2] ریکٹس Rickets میں سوکھے کا میلان ہوتا ہے دراصل ہڈیوں اور پٹھوں میں کیلسیم Celcium کی کمی ہوتی ہے۔

جب جلدی میں بغیر جوش دئے جانے کے اِس قسم کے بیف ٹی تیار کرنے کی ضرورت ہو تو یہ نہایت عمدہ اُس کے تیار کرنے کی ترکیب ہے۔

"شفاف بھورے رنگ کا شوربہ"

بیف کا قیمہ بنا لو اور ایک دیگچی میں رکھ کر اِس قدر پانی ڈالو کہ قیمہ کے اوپر پانی ہو جائے پھر آگ پر چڑھا دو جب کھولنے لگے تو آہستہ آہستہ ایک چمچہ سے اُس کا روغن اُتار لو اور قدرے نفیس اور زود ہضم ترکاں مثلاً شلجم چقندر اور سیلری Celery (ایک قسم کی ترکاری) اور قدرے سیاہ مرچ اور نمک ڈال دو ان سب چیزوں کو رکھکر دیگچی کا مُنہ آٹے سے بند کر دو تاکہ اندر سے بھاپ باہر نہ نکل سکے۔ بعد ازاں ایک بڑی دیگچی میں پانی بھر کر اِس چھوٹی دیگچی کو رکھ دو اور آگ پر چڑھا دو اور یہاں تک پکاؤ کہ ترکاری اور گوشت سب اچھی طرح گل جائیں۔ بعد ازاں کسی ململ کے پارچہ سے چھان لو اور ایک دن اِسی طرح رکھا رہنے دو۔ دوسرے دن جب ٹھنڈا ہو جائے تو اُس کے اوپر چربی کی ایک تہ جمی ہوئی ہو گی اُس کو کسی چمچہ سے اوپر ہی اوپر اُتار لیا جائے بعد ازاں دو انڈوں کو توڑ کر اِس قدر پھینٹا جائے کہ جھاگ ہی جھاگ ہو جائیں اور تیار شدہ یخنی میں اُن کو ملا کر کسی چیز سے اچھی طرح حل کر دیا جائے۔ دس منٹ تک دھیمی آنچ پر کھولا کر باریک پارچہ سے چھان لیا جائے تو ایک نفیس بھورے رنگ کا شفاف شوربا تیار ہو جاتا ہے۔

چوزہ مُرغ کا شوربا

چھوٹا چوزہ مُرغ ذبح کرکے اوّل اُس کی چربی دور کی جائے بعدازاں مع ہڈی کے کوٹ کر قیمہ کرلیا جائے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے قدرے نمک ڈال کر ایک کوارٹ Quart کھولتا ہوا پانی ڈال دیا جاے اور دیگچی کا مُنہ بند کرکے دھیمی آنچ پر دو گھنٹہ تک آہستہ آہستہ پکایا جاے آگ سے اُتارنے کے بعد اتنی دیر تک رکھا رہنے دیا جاے کہ اچھی طرح ٹھنڈا ہوجاے بعدازاں کسی چھنّے میں چھان لیا جاے۔ بچوں کو دودھ میں ملا ہوا یہ شوربا بہت مرغوب ہوتا ہے۔ اور علیٰ ہذا جوانوں کو بھی نہایت پسند اور خوش ذائقہ معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بجاے بیفٹی کے چوزہ کا شوربا استعمال کرایا جاتا ہے اور اگر ہضم ہوجاے تو ایسا ہی اچھا ہوتا ہے جیسا کہ انگریزی تیار شدہ ہوتا ہے۔

مٹن براتھ Mutton Broth

نصف سیر بھیڑ یا بکری کا پتلا گوشت بلا ہڈی کا لیکر ڈھائی پائنٹ کھولتا ہوا پانی ڈالو اور اُس کو دو گھنٹہ تک آہستہ آہستہ جوش کھانے دو اور ذائقہ کے لئے قدرے نمک ڈال دو۔ آنچ سے اُتار کر کسی چوڑے مُنہ کے ظرف میں چھان لو۔ جب سرد ہوجائے تو اُس کے اوپر کی چکنائی اُتار ڈالو اور وقت ضرورت گرم کرکے مریض کو دو۔ آش جو۔ چاول اور

ترکاریاں بھی بڑے بچوں کے لئے ملادی جاتی ہیں۔ لیکن ان اشیاء کو علیحدہ اور پورے طور پر جوش دے کر پکالیا جاوے اور جب تک کہ شوربہ کافی طور پر گرم نہ ہو جاوے اُس وقت تک یہ چیزیں ملانی نہیں چاہئیں۔ بھیڑ کے گوشت کا شوربہ اگر احتیاط سے تیار کیا جائے تو چھوٹے بچوں کو دیا جاسکتا ہے لیکن یہ ایسا مفید نہیں ہے جیسا کہ بیف ٹی یا بیف جوس ہوتا ہے۔

براتھ۔ شوربہ۔ یخنی اور بیفٹی Beef Tea کی نسبت بعضوں کی رائے ہے کہ اِن میں غذائیت ہوتی ہے۔ لیکن واقعی بات یہ ہے کہ اِن میں غذائیت کا جزو کچھ بھی نہیں ہوتا اور یہ ضرور ہے کہ مقوی بہت ہیں اور ذرا گرم حالت میں سوڈے اور برانڈی کی بہ نسبت بچوں اور جوانوں کے لئے زیادہ محفوظ محرّک ہوتے ہیں۔

ویل براتھ Veal-broth

ڈیڑھ پاؤ ویل Veal کے گوشت کا خوب باریک قیمہ کر ڈالو اور ایک پائنٹ ٹھنڈا پانی ڈالو تین گھنٹہ تک پانی بھیگا رکھو بعد ازاں آہستہ آہستہ آگ پہنچا کر اِس قدر گرم کرو کہ کھولنے کے قریب ہو جائے اور تین منٹ تک تیز آنچ میں کھولا کر کسی باریک چھلنی میں چھان لو اور ذائقہ کے لئے قدرے نمک ڈالدو، بچوں کو اگر ویل کا شوربہ دینا ہو تو اِسی طرح تیار کیا جائے کیونکہ یہ دیر ہضم ہوتا ہے اور غذائیت بہت کم ہوتی ہے

بلینک منج Blance Mange

یہ دودھ اور میدہ ملا کر لیسی سی بنائی جاتی ہے۔ بچوں کے لئے یہ نہایت مُفید حلوہ ہے جس میں نشاستہ کا جز نہیں ہوتا ہے اور سریع الہضم ہوتا ہے۔

بنانے کی ترکیب یہ ہے

خفیف آنچ پر نصف پائنٹ دودھ میں نصف آونس "جلے ٹائن" Gelatine ملا کر کسی چیز سے آہستہ آہستہ چلاتے رہیں اور خوش ذائقہ کرنے کے لئے کسی پھل کا قدرے ست ڈال دیا جائے۔ ایک پائنٹ "کریم" Creau میں تین اونس شکر ملا کر اور پھر اُس کو جلے ٹائن اور دودھ کے گرم سالوشن میں ڈال دو۔

اِن سب کو اِس قدر پھینٹا جائے کہ خشک ہو جائیں اور پڈنگ کے سانچوں میں جما دیا جائے۔

"جن کٹ" Junket

ایک پائنٹ خالص گائے کا دودھ لو اور اس قدر گرم کرو کہ اس کا پینا ناگوار نہ ہو۔ دو چمچہ رینٹ Rennet کا ست یا جس مقدار میں ڈالنا بوتل کے لیبل پر لکھا ہو ڈال دو اور آہستہ آہستہ کسی چیز سے ہلاتے رہو۔

آگ سے اُتار کر تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ رکھ دو۔ ٹھنڈا ہونے پر جم جائے گا اور بالائی ملا کر یا بلا بالائی کے بسکٹوں کے ساتھ استعمال کرایا جاتا ہے۔

بیضہ کا "جن کٹ" Junket

دو انڈے لو اور اسی قدر اُن کو پھینٹو کہ جھاگ ہو جائیں اور ذائقہ کے لئے بقدر چار چمچہ چائے شکر ملا دو بعد ازاں ایک پائنٹ تازہ اور خالص دودھ میں ان سب کو ملا کر چلا دو۔ اور "پیپسین" Pepsin. یا "رنٹ" Rennt کا ضامن دے کر جما دو۔ قہوہ کی چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں جما لیا جائے تو مریض کے سامنے رکھنے اور نکالنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔

وہایٹ واین وہے White-Wine Whey

ایک پائنٹ تازہ اور خالص دودھ لو اور دھیمی آنچ پر اس قدر گرم کرو کہ جوش کرنے کے قریب ہو جائے اور ایک گلاس "شیری" Sherry (ایک قسم کی شراب) اوپر سے گرم دودھ میں ڈالی جائے۔

شیری Sherry ڈالنے کے بعد دودھ کو اس قدر اَور گرم کرو کہ اُبلنے کے قریب ہو جائے لیکن ہلا یا نہ جائے۔ آگ سے اُتار کر علیحدہ رکھ دیا جائے تو تھوڑی دیر کے بعد نیچے وہے Whey بیٹھ جاتا ہے

اور صاف وہے Whey اوپر آجاتا ہے روٹنڈا ہسپتال Rotunda Hospitai میں اس وہے Whey کی بہت قدر کی جاتی ہے وہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ جب کوئی چیز نہ ہضم ہوتی ہو اور معدے میں نہ ٹھیرتی ہو تو یہ وہے Whey ٹھیر جاتا ہے ذاتی طور پر ہم کو یہ معمولی وہے Whey سے زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوا۔

"وہے" Whey

ایک پائنٹ تازہ اور خالص دودھ کو آہستہ آہستہ اس قدر گرم کرو کہ جوش کھانے کے قریب ہو جائے اور دو چمچہ یا جس قدر کہ بوتل پر لکھا ہو "رنٹ" Rennet ملا دو۔

بار دوم دودھ کو جوش کھانے کے قریب تک گرم کرو اور وہے کو وہی میں سے نکال لو۔

مریضوں کے لئے یہ نہایت عمدہ چیز ہے اور معمولی دودھ میں کسی مقدار میں ملا کر استعمال کرایا جاتا ہے۔ جب کسی قسم کا دودھ معدے میں نہیں ٹھیرتا اس حالت میں یہ بہت مُفید ہے اس قسم کے وہے Whey میں انسانی دودھ کے مشابہ اجزا پائے جاتے ہیں۔

السی کی چاء

ایک اونس السی اور نصف اونس کُچلی ہوئی لکورس Liguorice

کو چاء دانی یا جگ میں رکھ کر اوپر سے ایک پائنٹ کھولتا ہوا پانی ڈال دو اور اچھی طرح چاء دانی کو ڈھانک دو۔ تاکہ اندر سے بھاپ باہر نہ نکلے۔ اور نصف گھنٹہ تک پانی میں بھیگی رکھی جائے۔ اگر ضرورت ہو تو قدرے "ٹریکل" Treacle ملا کر چھان لی جائے۔

کھانسی اور زکام میں یہ چاء نہایت مفید ہوتی ہے۔

"بلیک کرنٹ پنچ" Black currant Punch

خانہ ساز بلیک کرنٹ کے جام کا ایک بڑا چمچہ لو اور ایک ٹمبلر گرم پانی میں ملا لو۔ یہ سونے کے وقت بچہ کو پلایا جاتا ہے۔ عموماً پسینہ خوب لاتا ہے اور زکام وغیرہ میں بہت مفید ہوتا ہے۔

ارا روٹ اور بلیک کرنٹ کا مشروب

Arrowroot and Black-currant drink

حلق کے امراض میں یہ خانہ ساز دوا بہت مُفید ہوتی ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ بقدر بڑے دو چمچے کے بلیک کرنٹ Black Currant کا جام ایک کوارٹ پانی میں شربت بنا کر چھان لیا جائے بعد ازاں ایک چھوٹی چمچی ارا روٹ کے ٹھنڈے پانی میں گھول کر اوپر سے کھولتا ہوا شربت ڈال دیا جائے اور کسی چیز سے چلا دیا جائے ٹھنڈا ہو جانے پر استعمال کرنا چاہیئے۔

دودھ کی پڈنگ Pudding

پڈنگ Pudding مختلف اقسام کی ہوتی ہے اور کبھی اُن طریقوں سے بنا کر مریضوں کو نہ کھلائی جائے کہ جو طریقے کھانا پکانے کی کتابوں میں ہیں۔ ایک بڑا چمچہ چاول یا ساگو یا ٹپیوکا Tapioca ایک پائنٹ دودھ کے لئے بالکل کافی ہے۔ غرض ان اشیاء کے ملانے کی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ دودھ کا ذائقہ بچّہ کے لئے خوش گوار ہو جائے۔ چاول۔ ساگو یا ٹپیوکو Tapioca اِن ہرسہ میں نشاستہ کا جزو ہوتا ہے اور دیگر اجزاء محض برائے نام ہوتے ہیں۔ اِس لئے یہ چیزیں بچّوں کو خفیف مقدار میں دی جانی چاہئیں۔

شاہی شربت

اِس کے بنانے کی ترکیب یہ ہے۔ ایک لیمو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرو اور کریم آف ٹاٹار Cream of Tartar کی دو چمچیوں کے ساتھ ایک جگ میں ڈالو اور اُس میں بڑی دو چمچیاں شکر کی ملا دو اور ایک کوارٹ جوشش دیا ہوا پانی ملا دو۔ پھر سر پوش سے ڈھانک دو اور ہلاتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ پھر اُس کو چھان کر بچّوں اور بڑوں کے لئے کام میں لاؤ۔ یہ شربت رفع تشنگی اور تفریح کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔

البومن واٹر Aibumen Water

نصف پائنٹ پانی اور ایک انڈے کی سفیدی۔
تین میز کے چمچہ برابر پانی لو اور خفیف گرم کرلو۔ ایک انڈے کی سفیدی ایک پیالے میں لے کر اس میں اس گرم کئے ہوئے پانی کو ڈالکر خوب اچھی طرح کسی کانٹے سے پھینٹو۔ جب انڈے کی سفیدی بالکل جھاگ ہوجائے تو بقیہ پانی ملاکر کسی موٹی چھلنی میں چھان لو۔ اگر فوراً پینا منظور نہیں ہے تو سرد ہونے کے لئے رکھ دو۔

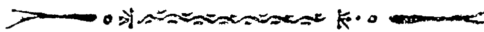
آشِ جَو کا پانی

ایک پیالہ عمدہ اور صاف کئے ہوئے جَو کا دلیا دو کوارٹ پانی میں جوش دے کر ٹھنڈا کرلیا جائے بعدازاں پانی ڈالکر ۸۰ درجہ فیرن ہائٹ Fehrenheit کی آنچ پر رکھ دو اور ڈیڑھ گھنٹہ تک اس دھیمی آنچ میں پکنے دو۔ بعدازاں چھان لو اور ٹھنڈا کرلو

ضمیمہ متعلق باب پانزدہم

ٹمپریچر ایک نقشہ میں جس کو ٹمپریچر چارٹ کہتے ہیں درج کی جاتی ہے بعض نقشوں میں صرف صبح اور شام کی ٹمپریچر درج کی جاتی ہے۔ بعض ایسے نقشے چھپے ہوئے ہیں کہ جن میں زیادہ اوقات کی ٹمپریچر درج کی جاتی ہے۔

نقشہ جو ذیل میں دیا ہوا ہے اس میں ہر چار گھنٹے کے بعد کی ٹمپریچر درج کی جاتی ہے۔ ٹمپریچر لکھنے کے نقشے تمام اقسام کے سینٹ جان ایمبیولینس اسٹورس ڈپو St. John Ambulenco Stores Depot بمبئی یا اُس کے ہندوستان کے صدر مقام شملہ سے مل سکتے ہیں۔



وِنے سے خائف ہو کر کہا۔ تمہارا جی کیسا ہے؟

صوفیا۔ مجھے کچھ ہُوا تھوڑا ہی ہے۔ میں تو اپنے اگلے جنم کی بات یاد کر رہی ہوں۔ مجھے ایسا یاد آتا ہے کہ تم مجھے جھونپڑے میں تنہا چھوڑ کر اپنی کشتی پر کہیں پردیس چلے گئے تھے اور میں روز ندی کے کنارے بیٹھ کر تمہاری راہ دیکھتی رہتی تھی پر تم آتے نہ تھے۔

وِنے۔ صوفیا مجھے خوف ہو رہا ہے کہ تمہارا جی اچھا نہیں ہے۔ رات بہت گئی ہے اب سو جاؤ۔

صوفیا۔ "میرا تو آج یہاں سے جانے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ کیا تمہیں نیند آ رہی ہے۔ تو سوؤ۔ میں بیٹھی ہوں۔ جب تم سو جاؤ گے میں چلی جاؤں گی" ایک لمحہ بعد پھر بولی۔ "مجھے نہ جانے کیوں خوف ہو رہا ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ سچ بتاؤ کیا تم مجھے چھوڑ جاؤ گے"؟

وِنے۔ صوفی۔ اب ہم روزِ ابد تک جدا نہ ہوں گے۔

صوفیا۔ تم لٹنے سے ڈرتے نہیں ہو۔ میں جانتی ہوں۔ کس رانی جی میں ڈرروں گی۔ صاف صاف کہہ دوں گی کہ وِنے میرے ہیں

وِنے کی حالت اُس بھولے ہوئے آدمی کی سی تھی جس کے آگے پروسی ہوئی تھالی رکھی ہو۔ بھوک سے طبیعت بے چین ہو۔ آنتیں قُل ہو اللہ پڑھ رہی ہوں۔ بھوک سے آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہو مگر تھالی میں ہاتھ نہ ڈال سکتا ہو۔ اس لئے پہلے کسی دیوتا کا بھوگ لگانا ہے۔ انہیں اب اِس میں کوئی شک نہ رہا تھا کہ صوفیا کی بیقراری اُن کے عمل کا نتیجہ ہے۔ اُنہیں تعجب ہوتا تھا کہ اُس جڑی میں ایسی کون سی تاثیر ہے۔ وہ اپنے فعل پر نادم تھے۔ دُکھی تھے اور سب سے زیادہ خوفزدہ

تھے۔ آتما سے نہیں۔ پرماتما سے نہیں۔ صوفی سے! جب صوفیا کو معلوم ہو جائے گا۔ کبھی نہ کبھی تو یہ نشہ اُترے ہی گا۔ اُس وقت وہ مجھ سے اُس کا سبب پوچھے گی اور میں چھپا نہ سکوں گا۔ اُس وقت وہ مجھے کیا کہے گی ؟

آخر جب انگیٹھی کی آگ ٹھنڈی ہوگئی اور صوفیا کو سردی معلوم ہونے لگی تو وہ اُٹھ کر چلی گئی۔ عمل کا وقت بھی آ پہنچا۔ لیکن آج ونے کو عمل کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ انہیں جڑی کا امتحان ہی لینا تھا وہ ہو گیا۔ اور اُنہیں ایسے عمل پر ہمیشہ کے لئے اعتقاد ہو گیا ؟

صوفیا کو چارپائی پر لیٹتے ہی ایسا وہم ہوا کہ رانی صاحبہ سامنے کھڑی ہوئی تاک رہی ہیں اُس نے کمبل سے سر کو باہر کر کے دیکھا اور اپنی دماغی کمزوریوں پہ جھنجھلا کر وہ سوچنے لگی ۔۔ آج کل مجھے کیا ہو گیا ہے ؟ مجھے کیوں طرح طرح کے اندیشے ہوتے رہتے ہیں۔ کیوں روز ناگوار واقعات کا خوف دل پر طاری رہتا ہے ؟ جیسے مجھ میں تمیز ہی نہیں باقی رہی۔ ونے آج کل مجھے کیوں کھنچے ہوئے ہیں ؟ شاید وہ ڈر رہے ہیں کہ رانی جی کہیں انہیں بددعا نہ دے دیں یا خودکشی نہ کر لیں۔ اُن کی باتوں میں پہلا سا جوش ہے اور نہ پہلی سی محبت۔ رانی میری زندگی کو تباہ و برباد کئے دیتی ہیں ..

انہیں خیالات پریشان کے ہوتے ہوئے وہ سو گئی۔ تو دیکھتی کیا ہے کہ واقعی رانی جی میرے سامنے کھڑی قہر آلود نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں۔ اور کہہ رہی ہیں ۔۔۔ ونے میرا ہے وہ میرا بچہ ہے۔ اُسے میں نے پیدا کیا ہے۔ پالا پوسا ہے۔ تو کیوں اُسے میرے ہاتھوں سے چھینے لیتی ہے ؟ اگر تو نے اُس کو مجھ سے چھینا میرے خاندان کو داغ لگایا تو میں تم

دونوں کو اسی تلوار سے قتل کر دوں گی ❖

صوفیا تلوار کی چمک سے گھبرا گئی۔ چلا اٹھی۔ نیند ٹوٹ گئی۔ اُس کا سارا بدن تنکے کی طرح کانپ رہا تھا۔ وہ دل مضبوط کر کے اٹھی اور ونے کی کوٹھڑی میں جا کر اُن کے سینہ سے لپٹ گئی۔ ونے کی آنکھیں لگ ہی رہی تھیں۔ اُنھوں نے چونک کر سر اُٹھایا۔

صوفیا۔ ونے ونے جاگو۔ میں ڈر رہی ہوں ❖

ونے۔ فوراً چارپائی پر سے اُتر کر کھڑے ہو گئے۔ اُنھوں نے پوچھا — کیا ہے صوفیا؟

صوفیا۔ رانی جی کو ابھی ابھی میں نے اپنے کمرہ میں دیکھا۔ ابھی وہیں کھڑی ہیں ❖

ونے۔ صوفیا۔ اطمینان رکھو۔ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ❖

صوفیا۔ خواب نہیں تھا ونے! میں نے رانی جی کو مجسّم دیکھا ❖

ونے۔ وہ یہاں کیسے آ جائیں گی؟ ہوا تو نہیں ہیں ❖

صوفیا۔ تم اِن باتوں کو نہیں جانتے۔ ونے! ہر شخص کے دو قالب ہوتے ہیں ایک کثیف دوسرا لطیف۔ دونوں مشابہ ہوتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ دوسرا پہلے سے کہیں زیادہ لطیف ہوتا ہے وہ معمولی حالتوں میں نظر نہیں آتا مگر مراقبہ یا خواب کی حالت میں کثیف جسم کا عوض بن جاتا ہے۔ رانی جی کا لطیف جسم ضرور یہاں ہے ❖

دونوں نے بیٹھ کر ساری رات آنکھوں میں کاٹی۔ صوفیا کو اب ونے کے بغیر ایک لمحہ بھی چین نہ آتا۔ اُسے صرف دماغی بے چینی نہ تھی۔ نفسانی

خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بھی بے چین رہتی۔ جن باتوں کے محض خیال سے اُسے نفرت ہوتی تھی۔ جن باتوں کی فقط یاد سے اُس کے چہرہ پر شرم کی سُرخی دوڑ جاتی تھی۔ وہیں باتیں اب ہر وقت اُس کے دل میں موجود رہتیں۔ اسے اپنی اِس دلی کثافت پر تعجب ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ عیش وعشرت کے تصوّر میں محو ہو کر اُس دائرہ میں قدم رکھتی جو تاہل ہی کے لئے مخصوص ہے تو رانی جی کی وہی غضب ناک مُورت اُس کے روبرو آ کر کھڑی ہو جاتی اور وہ چونک کر کمرہ سے نکل بھاگتی۔ اِس طرح اُس نے دس بارہ یوم گزارے۔ شمشیر برہنہ کے نیچے کھڑے ہوئے مجرم کی حالت بھی اتنی بُری نہ ہوتی ہوگی۔

ایک روز وہ گھبرائی ہوئی ونے کے پاس آئی اور بولی۔ ونے میں بنارس جاؤں گی۔ میں بڑی پریشانی میں ہوں۔ رانی جی یہاں مجھے چین نہ لینے دیں گی۔ اگر یہاں رہی تو شاید مجھے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے۔ مجھ پر ضرور کوئی نہ کوئی عمل کیا گیا ہے۔ میں اتنی پریشان حال کبھی نہ تھی مجھے خود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب میں وہ نہیں رہی۔ کوئی اور ہی ہو گئی ہوں۔ میں جا کر رانی جی کے پیروں پڑوں گی۔ اُن سے اپنی خطا معاف کراؤں گی اور اُنہیں کی اجازت سے تمہیں حاصل کروں گی۔ اُن کی مرضی کے بغیر میں تمہیں نہیں پا سکتی اور جبراً لے لوں تو خیریت سے نہ گزرے گی۔ ونے مجھے خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ میں تمہارے لئے ایسی اکتانے والی چیز ہو جاؤں گی۔ میرا دل اتنا کمزور اتنا گرویدہ کبھی نہ تھا۔

ونے نے متردد ہو کر کہا ــــ صوفیا۔ مجھے امید ہے کہ چند روز میں تمہارے دل کو قرار ہو جائے گا۔

صوفیا۔ نہیں ونے ہرگز نہیں۔ رانی جی نے تمہیں ایک اعلیٰ مقصد کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ موقوفہ تسے سے مستفیذ ہونا مضرت رساں ہوا کرتا ہے۔ میں اُن سے بھیک مانگوں گی ـــــ

ونے ۔ تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا ۔

صوفیا۔ نہیں نہیں۔ خدا کے لئے ایسا نہ کہو۔ میں تمہیں رانی جی کے سامنے نہ لے جاؤں گی۔ مجھے تنہا جانے دو ۔

ونے۔ اِس حالت میں میں تمہیں تنہا کبھی نہ جانے دوں گا۔ اگر ایسا ہی ہے تو میں تمہیں وہاں چھوڑ کر واپس آ جاؤں گا ۔

صوفیا۔ وعدہ کرو کہ بلا میری اجازت رانی جی کے پاس نہ جاؤ گے :

ونے ۔ ہاں صوفیا یہ منظور ہے۔ وعدہ کرتا ہوں ۔

صوفیا۔ پھر بھی دِل نہیں مانتا۔ ڈر لگتا ہے کہ وہاں تم جوش میں آ کر کہیں رانی جی کے پاس نہ چلے جاؤ۔ تم یہیں کیوں نہیں رہتے ؟ میں تمہیں روزمرّہ خط لکھا کروں گی۔ اور جلد سے جلد واپس آ جاؤں گی ۔

ونے نے اُسے تسکین دینے کے لئے تنہا جانے کی اجازت دے دی مگر اُن کا محبّت میں ڈوبا ہوا دل یہ کب گوارا کر سکتا تھا کہ صوفیا اِس اضطراب کی حالت میں اتنا طویل سفر تنہا کرے۔ سوچا اُس کی نگاہ بچا کر گاڑی کے کسی دوسرے کمرہ میں بیٹھ جاؤں گا۔ اُنھیں واپسی کی بہت کم اُمّید تھی۔ بھیلوں نے سُنا تو انواع و اقسام کے تحفے لے کر اُنھیں رخصت کرنے کو آ موجود ہوئے۔ ہرنوں کی کھالیں شیروں کے ناخون اور نہ جانے کن کن جڑی بوٹیوں کا انبار لگ گیا۔ ایک بھیل نے اپنی بھاری کمان نذر کی۔ صوفیا اور ونے دونوں ہی کو اس مقام سے رغبت ہو گئی تھی۔ وہاں

کے باشندوں کی سیدھی سادی اور سچی زندگی اُن میں ایسی پسند آ گئی تھی کہ چھوڑ کر جاتے ہوئے دلی رنج ہوتا تھا بھیل لوگ کھڑے رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جلد آنا ہمیں بھول نہ جانا۔ بڑھیا بھیلنی تو انہیں کسی طرح چھوڑتی ہی نہ تھی۔ سب کے سب اسٹیشن تک انہیں پہنچانے آئے۔ لیکن جب گاڑی کے آجانے پر وہ سب سے جدا ہونے کا وقت آیا تو صوفیا اُن کے گلے سے بے اختیار لپٹ کر رونے لگی۔ ونے چاہتے تھے کہ نکل جائیں اور کسی دوسری گاڑی میں بیٹھیں مگر اُن کو چھوڑتی ہی نہ تھی گویا کہ وہ آخری ملاقات تھی۔ جب اسحٰق نے سیٹی دی تو وہ دلی صدمہ سے بیقرار ہو کر بولی —— ونے مجھ سے اسے دنوں تک کیسے رہا جائے گا؟ رو رو کر مر جاؤں گی۔ ایسٹور میں کیا کروں؟

ونے۔ صوفیا۔ گھبراؤ نہیں۔ مَیں تمہارے ساتھ چلوں گا۔

صوفیا۔ نہیں نہیں۔ خدا کے لئے۔ میں اکیلی ہی جاؤں گی۔

ونے گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے اور گاڑی چل دی۔ ذرا دیر بعد صوفیا نے کہا —— تم نہ آتے تو مَیں شاید گھر تک نہ پہنچتی۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جان نکلی جا رہی ہے۔ سچ بتانا! تم نے مجھ پر جادو تو نہیں کر دیا میں اتنی بے صبر کیوں ہوں۔

ونے نے شرمندہ ہو کر کہا۔ کیا جانے صوفی۔ مَیں نے ایک عمل تو کیا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ جادو تھا یا کچھ اور۔

صوفیا۔ سچ؟

ونے۔ ہاں بالکل سچ؟ مَیں تمہاری سرد مہری سے خائف ہو گیا تھا کہ شاید تم پھر میرا امتحان لو۔

صوفیا نے ونے کی گردن میں ہاتھ ڈال دئے اور بولی — تم بڑے چھلیا ہو۔ اپنا جادو اُتارلو۔ مجھے کیوں تڑپا رہے ہو؟

ونے۔ کیا کہوں اُتارنا نہیں سیکھا۔ یہی تو غلطی ہوئی۔

صوفیا۔ تو مجھے بھی وہی منتر کیوں نہیں سکھا دیتے؟ نہ میں اُتار سکوں گی۔ نہ تم اُتار سکو گے — (ایک لمحہ کے بعد) لیکن نہیں میں تمہیں دیوانہ نہ بناؤں گی۔ دو میں سے ایک کو تو ہوش رہنا ہی چاہئے دونوں بیہوش ہو جائیں گے تو بُرا ہوگا۔ اچھا بتاؤ کون سا عمل کیا ہے؟

ونے نے اپنی جیب سے اس جڑی کو نکال کر دکھاتے ہوئے کہا —

بس اسی کی دُھونی دیا تھا۔

صوفیا۔ جب میں سو جاتی تھی؟

ونے (زیادہ شرمندہ ہو کر) ہاں۔ صوفیا جی۔

صوفیا۔ تم بڑے گستاخ ہو۔ اچھا۔ اب وہ جڑی مجھے دے دو۔ تمہاری محبت کم ہوتے دیکھوں گی تو میں بھی وہی عمل کروں گی۔

یہ کہتے ہوئے اُس نے جڑی لے کر رکھ لی۔ ذرا دیر بعد اُس نے پوچھا۔ یہ تو بتاؤ کہ وہاں تم رہوگے کہاں؟ میں تمہیں رانی کے پاس نہ جانے دوں گی۔

ونے۔ اب میرا کوئی دوست نہیں رہا۔ سبھی مجھ سے ناراض ہو رہے ہوں گے۔ نایک رام کے گھر چلا جاؤں گا۔ تم وہیں آکر مجھ سے مل لیا کرنا وہ تو اپنے گھر پہنچ ہی گیا ہوگا۔

صوفیا۔ کہیں جا کر کہہ نہ دے۔

ونے۔ نہیں۔ وہ احمق ہو مگر دغاباز نہیں ہے۔

صوفیا - اچھی بات ہے۔ دیکھیں رانی صاحبہ سے مراد ملتی ہے یا موت!

(۳۹)

تیسرے دن سفر ختم ہوگیا۔ شام ہو چکی تھی۔ صوفیا اور ونے دونوں ڈرتے ہوئے گاڑی سے اُترے کہ کہیں کسی شناسا سے ملاقات نہ ہو جائے۔ صوفیا نے سیوا بھون (ونے کا گھر) جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اُس کی ہمّت نہ پڑتی تھی۔ رانی صاحبہ نہ جانے کس طرح پیش آئیں وہ پچھتا رہی تھی کہ ناحق یہاں آئی۔ نہ جانے کیسی بڑے کیسی نہ پڑے۔ اب اُسے اپنی دیہاتی زندگی کی یاد آنے لگی۔ کتنا سکون تھا کیسی سادی زندگی تھی۔ نہ کوئی خلل تھا نہ کوئی رکاوٹ تھی۔ نہ کسی سے حسد تھا۔ کبنہ ونے سنگھ اُسے تسکین دیتے ہوئے بولے ـــــ دل مضبوط رکھنا۔ ذرا بھی نہ ڈرنا سچی باتیں کہہ دینا بالکل سچی۔ ذرا بھی مبالغہ نہ ہو۔ ذرا بھی خوشامد نہ ہو۔ التجا اور سوال کا ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکالنا۔ مَیں باتوں کو گھٹا بڑھا کر اپنی جان کی حفاظت نہیں کرنا چاہتا میں انصاف اور خالص التجا چاہتا ہوں۔ اگر وہ تم سے ناجہد یا نہ سلوک کریں۔ سخت الفاظ کا استعمال کریں تو پھر تم ذرا بھی نہ ٹھہرنا علے الصباح آکر مجھ سے ایک ایک بات کہہ دینا۔ یا کہو تو مَیں بھی تمہارے ساتھ چلوں ×

صوفیا اُنہیں ساتھ لے جانے پر رضامند نہ ہوئی۔ ونے تو پانڈے پور کی طرف چلے اور وہ سیوا بھون کی طرف چلی۔ تانگہ والے نے کہا ـــــ مِس صاحب۔ آپ کہیں چلی گئی تھیں کیا؟ بہت دنوں بعد دکھلائی دیں ×

صوفیا کا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا بولی ـ تم نے مجھے کب دیکھا؟ مَیں

تو اِس شہر میں پہلی ہی بار آئی ہوں ؁

تانگہ والے نے کہا۔ آپ ہی جیسی ایک مس صاحب یہاں سیوک صاحب کی بیٹی بھی تھیں۔ میں نے سمجھا۔ آپ ہی ہوں گی ؁

صوفیا۔ میں عیسائی نہیں ہوں ؁

جب وہ سیوا کھون کے سامنے پہنچی تو تانگہ سے اُتر پڑی۔ وہ رانی صاحبہ سے ملنے کے پہلے اپنے آنے کی کانوں کان بھی خبر نہ ہونے دینا چاہتی تھی۔ ہاتھ میں اپنا بیگ لئے ہوئے ڈیوڑھی پر گئی اور دربان سے بولی — جاکر رانی جی سے کہو کہ مس صوفیا آپ سے ملنا چاہتی ہیں ؁

دربان اُسے پہچانتا ہی تھا۔ اُس نے اُٹھ کر سلام کیا اور بولا — حضور اندر چلیں۔ اطلاع کیا کرنی ہے۔ بہت دنوں کے بعد آپ کے درشن ہوئے ؁

صوفیا۔ میں بہت اچھی طرح کھڑی ہوں۔ تم جاکر اطلاع تو کردو۔

دربان۔ سرکار۔ اُن کا مزاج آپ جانتی ہی ہیں۔ بگڑ اُٹھیں گی کہ ساتھ کیوں نہ لایا۔ اطلاع کیوں دینے آیا ؟

صوفیا۔ میری خاطر سے دو چار باتیں سُن لینا۔

دربان اندر گیا تو صوفیا کا دل اِس طرح دھڑک رہا تھا جیسے کوئی پتّا ہل رہا ہو۔ چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا۔ ایک جاتا تھا۔ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں رانی صاحبہ غصّہ میں بھری وہیں سے بگڑتی ہوئی نہ آئیں۔ یا کہلا دیں کہ چلی جا۔ میں نہیں ملنا چاہتی۔ ایک مرتبہ اُن سے ملنے کے بعد تو میں جانے کی نہیں چاہے وہ ہزار بار دھتکاریں ؁

ایک منٹ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ رانی جی شال اوڑھے ہوئے

دروازہ پر آ گئیں اور اُس سے لپٹ کر گلے ملیں جیسے کوئی ماں سُسرال سے آئی ہوئی بیٹی کو گلے لگا لے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ روندھے ہوئے گلے سے بولیں ــــ تم یہیں کیوں کھڑی رہ گئیں بیٹی اندر کیوں نہ چلی آئیں؟ میں تو رو رہی تمہاری راہ دیکھتی رہتی تھی۔ تم سے ملنے کو جی تڑپ تڑپ کر رہ جاتا تھا۔ مجھے اُمید ہو رہی تھی کہ تم آ رہی ہو پر تم آتی نہ تھیں۔ کئی بار یونہی اسٹیشن تک گئی کہ شاید تمہیں دیکھ سکوں البشور سے رو رو دعائیں کرتی تھی کہ ایک بار تم سے ملاقات ہو۔ چلو اندر چلو۔ میں نے تمہارے ساتھ جو سخت کلامی کی تھی اُسے بھول جاؤ۔ (دربان سے) یہ بیگ اُٹھا لے۔ جہری سے کہہ دے کہ مِس صوفیا کا پُرانا کمرہ صاف کر دے۔ بیٹی تمہارے کمرہ کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ دل بھر بھر آتا ہے۔

یہ کہتے ہوئے وہ صوفیا کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرہ میں آئیں اور اُسے اپنی بغل میں مسند پر بیٹھا کر بولیں۔ آج میری مُراد پوری ہو گئی۔ تم سے ملنے کو دل بہت بے چین تھا۔

صوفیا کا متفکر دل اِس بے لوث محبت کے اظہار سے بیقرار ہو گیا وہ صرف اتنا کہہ سکی ــــ مجھے بھی آپ کے درشن کی بڑی خواہش تھی۔ آپ سے اپنی خطائیں معاف کرانے آئی ہوں۔

رانی۔ بیٹی۔ تم دیوی ہو۔ میری عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔ میں نے تمہیں پہچانا نہ تھا۔ مجھے سب معلوم ہے بیٹی۔ سب سُن چکی ہوں۔ تمہارا دِل اتنا پاک و صاف ہے۔ یہ مجھے معلوم نہ تھا۔ آہ اگر میں پہلے سے جانتی! یہ کہتے کہتے رانی صاحبہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں جب طبیعت ٹھہری

تو پھر لوٹیں --- اگر پہلے سے جان گئی ہوتی تو آج اس گھر کو دیکھ کر کلیجہ ٹھنڈا ہوتا۔ آہ میں نے ونے کے ساتھ بڑی بے انصافی کی۔ تمہیں نہ معلوم ہوگا بیٹی۔ جب تم نے ... (سوچ کر) سیر پال سنگھ ہی نام تھا نا؟ ہاں جب تم نے اُس کے گھر پر رات کے وقت ونے کو ملامت کی تو وہ نادم ہوکر ریاست کے حکام کے پاس قیدیوں پر رحم کرنے کے لئے دوڑتا رہا وہ دن دن بھر بھوکا پیاسا پڑا رہتا۔ رات رات بھر رویا کرتا۔ کبھی دیوان کے پاس جاتا۔ کبھی ایجنٹ کے پاس۔ کبھی پولیس کے افسر اعلیٰ کے پاس۔ کبھی خود مہاراجہ صاحب کے پاس۔ سب سے التجائیں کر کے ہار گیا۔ کسی نے نہ سُنی۔ قیدیوں کی حالت پر کسی کو ترس نہ آیا۔ بیچارہ ونے مایوس ہوکر اپنے ڈیرے پر آیا۔ وہاں وہ نہ جانے کس سوچ میں بیٹھا تھا کہ میرا خط اُسے مل گئے (رو کر) صوفی وہ خط نہیں تھا۔ زہر کا پیالہ تھا جسے میں نے اپنے ہاتھوں اُسے پلایا۔ تیز خنجر تھا جسے میں نے اپنے ہاتھوں اُس کی گردن پر پھیرا۔ میں نے لکھا تھا تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہیں اپنا بیٹا سمجھوں تم مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔ اور بھی نہ جانے کتنی ہی سخت باتیں لکھی تھیں یاد کرتی ہوں تو چھاتی پھٹنے لگتی ہے۔ یہ خط پاتے ہی وہ بلا کسی سے کچھ کہے ہوئے نایک رام کے ساتھ یہاں آنے کو تیار ہوگیا۔ کئی اسٹیشنوں تک نایک رام اُس کے ساتھ آئے۔ پھر پنڈا جی کو نیند آگئی اور جب اُن کی آنکھیں کھلیں تو ونے کا کہیں گاڑی میں پتہ نہ تھا۔ انھوں نے ساری گاڑی میں ڈھونڈھ مارا۔ پھر اودے پور تک گئے۔ راستہ میں ایک ایک اسٹیشن پر اُتر کر دریافت کیا مگر سب بے سود۔ بیٹی۔ یہ اس دکھیا کی رام کہانی ہے۔ میں ہتیارنی ہوں مجھ سے زیادہ ابھاگنی دنیا میں اور کون ہوگی؟ نہ جانے

وِنے کا کیا حال ہوا؟ کچھ پتہ نہیں۔ وہ بڑا غیرت مند ہے بیٹی۔ بات کا بڑا دھنی۔ میری باتیں اُس کے دل میں لگ گئیں میرے پیارے لعل نے کبھی آرام نہ پایا۔ اُس کی ساری زندگی تپسیا ہی میں گزری۔

یہ کہہ کر رانی پھر رونے لگیں۔ صوفیا بھی رو رہی تھی۔ مگر دونوں کے خیالات میں کتنا فرق تھا۔ رانی کے آنسو قطرۂ غم کے تھے اور صوفیا کے آنسو مسرت و جوش کے۔۔

ایک لمحہ بعد رانی جی نے پوچھا — کیوں بیٹی تم نے اُسے جیل میں دیکھا تھا تو بہت دُبلا ہو گیا تھا؟

صوفیا۔ جی ہاں۔ پہچانے نہ جاتے تھے:

رانی۔ اُس نے سمجھا کہ باغیوں نے نہ جانے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہو۔ بس اِسی بات پر اُسے صدمہ ہو گئی۔ آرام سے بیٹھو بیٹی۔ اب یہی تمہارا گھر ہے۔ اب میرے لئے تمہیں وِنے کی جگہ پر ہو۔ اب یہ بتاؤ تم اتنے دِنوں تک کہاں تھیں؟ اندردت تو کہتا تھا کہ تم وِنے کو لعنت ملامت کرنے کے تین ہی چار روز بعد وہاں سے چلی آئی تھیں۔ اتنے دن کہاں رہیں؟ سال بھر سے زیادہ تو ہو گیا ہوگا۔۔

صوفیا کا دل فرطِ مسرت سے اُچھل رہا تھا۔ جی میں تو آیا کہ اُسی وقت سارا ماجرا بیان کر دوں اور ماں کی آتشِ غم کو بُجھا دوں۔ مگر اندیشہ ہوا کہ کہیں اِن کا مذہبی جذبہ پھر نہ متحرک ہو جائے وِنے کی طرف سے تو اب وہ بیفکر ہو گئی تھی۔ اب اُسے صرف اپنی ہی فکر تھی۔ دیوتا کو نہ پا کر ہم پتھر پُوجتے ہیں دیوتا مل جائے تو پتھر کون پُوجے؟ بولی — کہاں تھی؟ اِدھر اُدھر بھٹکتی پھرتی تھی۔ مایوس ہو کر یہاں چلی آئی ہوں۔

رانی۔ تم ناحق اتنے دنوں تک تکلیف اُٹھاتی رہیں۔ تمہارا کیا یہ گھر نہ تھا؟ بُرا نہ ماننا بیٹی۔ تم نے ونے کے ساتھ بڑی زیادتی کی۔ اُتنی ہی جتنی ہیں نے۔ تمہاری بات اُسے اور بھی زیادہ لگی۔ کیونکہ اُس نے جو کچھ کیا تھا ہمارے ہی فائدہ کے لئے کیا تھا۔ میں تو اپنے جینے کے ساتھ اتنی بیرحمی کبھی نہ کر سکتی۔ اب تم جو اپنی بھول پر پچھتا رہی ہو گی۔ ہم دونوں ہی ابھاگنی ہیں۔ آہ بیچارے ونے کو کہیں سکھ نہ ملا۔ تمہارا دل بہت سخت ہے۔ سوچو۔ اگر تمہیں خبر ملتی کہ ونے کو ڈاکوؤں نے پکڑ کر قتل کر ڈالا ہے۔ تو تمہاری کیا حالت ہو جاتی۔ شاید تم بھی اتنی ہی بیرحم ہو جاتیں۔ یہ انسانی خاصہ ہے۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے؟ میں آپ ہی ہر وقت پچھتایا کرتی ہوں۔ اب تو اُس کام کو سنبھالنا ہے جو اُسے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ عزیز تھا۔ تم نے اُس کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ دِلّت بدنامی۔ سختی سبھی اُٹھائیں۔ اب اُس کا کام سنبھالو۔ اسی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھو۔ تمہیں کیا خبر ہو گی۔ کچھ دنوں تک پربھوسیوک اِس سیوا سمتی کے نایک رہے۔ کام کرنے والا ہو تو ایسا ہو۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُن سے سارا ملک چھان ڈالا اور ریورسے پانچ سو والنٹیر جمع کر لئے۔ بڑے بڑے شہروں میں ساجیں قائم کر دیں۔ بہت سا روپیہ بھی جمع کر لیا۔ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی تھی کہ ونے نے جس تحریک پر اپنی زندگی قربان کر دی وہ پھل پھول رہی ہے۔ مگر الینور کو نہ جانے کیا سوجھا تھا۔ پربھوسیوک اور کنور صاحب میں اَن بَن ہو گئی۔ پربھوسیوک اُسے ٹھیک اُسی راستہ پر لے جا رہا تھا جس پر ونے لے جانا چاہتا تھا۔ کنور صاحب اور اُن کے خاص دوست ڈاکٹر گنگولی اُسے دوسرے ہی راستہ پر

لے جانا چاہتے تھے ۔آخر یربھوسیدوک نے استعفا دے دیا۔جبھی سے سمتی ڈانواڈول ہو رہی ہے ۔ نہ جانے بچتی ہے یا جاتی ہے۔کنور صاحب میں ایک عجیب تبدیلی ہو گئی ہے ۔وہ اب حکام سے خائف رہنے لگے ہیں!افواہ تھی کہ سرکار اُن کی کُل جائداد ضبط کرنے والی ہے۔حکام کی بدگمانیاں رفع کرنے کے لئے اُنہوں نے پربھو کے مجوزہ پروگرام سے اپنا اختلاف شائع کرا دیا۔یہی باہمی ناچاقی کا خاص سبب تھا۔ابھی دو ماہ بھی نہیں گذرے لیکن شیرازہ بکھر گیا۔سیکڑوں رضاکار مایوس ہو کر اپنے کام دھندوں میں لگ گئے۔مشکل سے دو سو والنٹیر اور رہوں گے۔چلو بیٹی۔تمہارا کمرہ اب صاف ہو گیا ہوگا۔تمہارے کھانے کا بندوبست کر کے پھر اطمینان سے باتیں کروں۔(مہاراجن سے) اِنہیں پہچانتی ہے نہ؟ پہلے یہ میری مہمان تھیں اب یہ میری بہو ہیں۔جا اِن کے لئے دو چار نئی چیزیں تیار کر لا۔آہ۔آج ونے ہوتا تو میں اپنے ہاتھوں سے اِسے اُس کے گلے لگا دیتی۔بیاہ رچاتی۔شاستروں میں اس کی اجازت ہے۔

صوفیا کی زبردست خواہش ہوئی کہ راز کو افشا کر دوں۔بات لبوں تک آئی اور رُک گئی۔اُسی وقت دفعتاً شور اُٹھا کہ لال صاحب آ گئے۔لال صاحب آ گئے۔بھیا ونے سنگھ آ گئے۔نوکر چاکر ہر طرف سے دوڑ پڑے لونڈیاں باندیاں کام چھوڑ چھوڑ کر بھاگیں۔ایک لمحہ میں ونے نے کمرہ میں قدم رکھا۔رانی نے اُنہیں سر سے پیر تک دیکھا گویا یقین کر رہی تھیں کہ میرا ہی ونے ہے یا کوئی اور۔پھر رانی صاحبہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور بولیں۔بہت دنوں میں آئے بیٹا۔آؤ چھاتی سے لگا لوں۔لیکن ونے نے دور ہی سے اُن کے پیروں پر سر رکھ دیا۔رانی صاحبہ کو آنسوؤں کی کثرت سے نہ

کچھ سوجھا تھا اور نہ محبت کے سبب انتہا جوش کے سبب کوئی بات منہ سے نکلتی تھی وہ جھکی ہوئیں رسے کا سر پکڑ کر اُسے اُٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ بھگتی اور ماتا کا کیسا قابل دید نظارہ تھا!

لیکن رسلے کو رانی کی باتیں بھولی نہ تھیں۔ ماں کو دیکھ کر اُس کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ اُن کے قدموں پر جان دے دوں۔ ایک مجبورانہ خیال تھا جان دے دینے کے لئے وہیں ماں کے قدموں پر زندگی کا خاتمہ کر دے سکنے کے لئے یہ دکھلا دینے کے لئے کہ اگرچہ میں نے قصور کیا ہے مگر بالکل بے غیرت نہیں ہوں۔ جینا نہیں چاہتا لیکن مرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ سامنے ہی دیوار سے تلوار لٹک رہی تھی۔ وہ جھپٹ کر تلوار کو اُتار لایا اور اُسے یکدم کھینچ کر بولا —— ماں اس قابل تو نہیں ہوں کہ آپ کا بیٹا کہلاؤں لیکن آپ کے آخری حکم کی تعمیل میں ابھی ساری غلطیوں کا پرایسچت (کفارہ) کئے دیتا ہوں۔ مجھے آشیرواد دیجئے

صوفیا چیخ مار کر ونے سے لپٹ گئی۔ رانی نے لپک کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بولی —— ونے ایشور گواہ ہے کہ میں تمہیں کب کا معاف کر چکی۔ تلوار چھوڑ دو۔ صوفیا۔ تو ان کے ہاتھوں سے تلوار چھین لے میری مدد کر!

ونے کا چہرہ تمتما اُٹھا تھا۔ آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں۔ اُسے معلوم ہو رہا تھا کہ گردن پر تلوار پھیر لینا کتنا آسان ہے۔ صوفیا نے دونوں ہاتھوں سے اُس کی کلائی پکڑ لی اور آنسو بھری آنکھوں سے دیکھ کر بولی۔ ونے مجھ پر رحم کرو :

اُس کی نگاہ میں اتنا درد اتنا انکسار تھا کہ ونے کا دل پسیج گیا۔ اُن کی مٹھی ڈھیلی پڑ گئی۔ صوفیا نے تلوار لے کر کھونٹی پر لٹکا دی ؛

اتنے میں کنور بھرت سنگھ آ کر کھڑے ہو گئے اور ونے کو سینے سے
لگاتے ہوئے بولے۔ تم تو بالکل پہچانے نہیں جاتے۔ مونچھیں کتنی بڑھ
گئی ہیں۔ اتنے دبلے کیوں ہو؟ بیمار تھے کیا؟

ونے۔ جی نہیں۔ بیمار تو نہیں تھا۔ ایسا دُبلا بھی نہیں ہوں۔ اب ان کے
ہاتھوں کا پکوان کھا کر موٹا ہو جاؤں گا۔

کنور۔ تم دور کیوں کھڑی ہو صوفیا۔ آؤ تمہیں بھی پیار کر لوں۔ روز ہی تمہاری
یاد آتی تھی۔ ونے بڑا خوش نصیب ہے کہ اس نے تم جیسی استری پائی۔
دنیا میں تو ملتی ہیں۔ بہتیری کی ہیں نہیں جانتا۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ
تم دونوں ایک ہی روز آئے۔ بیٹی میں تم سے ونے کی سفارش کرتا ہوں۔ تم
نے انہیں جو ملامت کی تھی اسے سن کر بیچارہ نائک رام عورتوں سے اتنا ڈر
گیا ہے کہ ٹھے کی کرائی شادی سے انکار کر گیا۔ عمر بھر عورت کے لئے ترستا
رہا پر اب تو نام بھی نہیں لیتا۔ کہتا ہے کہ یہ ذات بیوفا ہوتی ہے۔ بھیا
ونے سنگھ نے جس کے لئے بدنامی سہی، جان پر کھیلے وہی ان سے آنکھیں
پھیر لے! کان پکڑے۔ اب تو مر جاؤں گا پر بیاہ نہ کروں گا۔ اپنا ہاتھ بڑھا دو
ونے۔ صوفیا یہ ہاتھ لو تو مجھے اطمینان ہو جائے کہ تمہارے دل صاف ہو
گئے۔ جاہنوی چلو۔ ہم لوگ باہر چلیں۔ انہیں ایک دوسرے کو منانے دو۔
انہیں کتنی ہی شکایتیں کرنی ہوں گی۔ دونوں باتیں کرنے کے لئے بیقرار
رہے ہوں گے۔ آج بڑا مبارک دن ہے۔

جب تخلیہ ہو گیا تو صوفیا نے پوچھا — تم اتنی جلد کیسے آ گئے؟

ونے نے شرماتے ہوئے کہا — صوفیا مجھے وہاں منہ چھپا کر بیٹھتے ہوئے
شرم آتی تھی۔ جان کے خوف سے چھپے رہنا بزدلوں کا کام ہے۔ ماتا جی

کی جو مرضی ہو وہی سہی۔ نایک رام کہتا رہا کہ پہلے میں صاحب کو آجانے دو پر مجھ سے نہ رہا گیا۔

صوفیا۔ خیر اچھا ہی ہوا۔ خوب آگئے۔ ماتا جی تمہاری چرچا کر کے آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھیں۔ اُن کا دل تمہاری طرف سے صاف ہو گیا ہے ونے۔ تمہیں تو کچھ نہیں کہا؟

صوفیا۔ مجھ سے تو ایسا لپٹ کر گلے ملیں کہ میں متحیّر ہو گئی۔ یہ اُنہیں سخت الفاظ کا اثر ہے جو میں نے تم سے کہے تھے۔ وہاں خود چاہے بیٹے کو جتنا ڈانٹے مگر اُسے یہ گوارا نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا شخص اُسے کڑی نگاہوں سے بھی دیکھے۔ میری بے انصافی نے اُن کے منصفانہ جذبہ کو بیدار کر دیا ونے۔ ہم لوگ بڑی اچھی ساعت چلے تھے۔

صوفیا۔ ہاں ونے۔ ابھی تک تو خیریت سے گزری۔ آگے کی ایشور جانے ونے۔ ہم اپنا دکھ کا حصہ بھگت چکے۔

صوفیا نے شک کے لہجہ میں کہا۔ ایشور کرے ایسا ہی ہو۔

لیکن صوفیا کو اپنے دل کے آئینہ میں کسی آنے والی ناگہانی مصیبت کا عکس نظر آ رہا تھا۔ وہ اُسے ظاہر نہ کر سکتی تھی مگر وہ ملول تھی۔ ممکن ہے کہ آبائی مذہب کو ترک کر دینے کا غم اِس کا سبب ہو یا وہ اِسے ایسی بارش خیال کر رہی ہو جو ایسی کثرت سے آیندہ ہونے والی بارش کی قلت کی خبر دیتی ہے معلوم نہیں جو بات ہو مگر صوفیا رات کو کھانا کھا کر سوئی تو اُس کا دل کسی بوجھ سے دبا ہوا تھا۔

(۴۰)

مِل کے تیار ہونے میں اب بہت تھوڑی کسر رہ گئی تھی۔ باہر سے

تمباکو کی گاڑیاں لدی چلی آتی تھیں۔ کسانوں کو تمباکو کی کاشت کے لئے نقاوی تقسیم کی جارہی تھی۔ گورنر سے مل کے افتتاحی رسم ادا کرنے کی استدعاء کی گئی تھی اور اُنھوں نے منظور بھی کر لیا تھا۔ تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ اس لئے تعمیری کام کو اُس دن تک ختم کر دینے کے لئے بڑی مستعدی سے کام کیا جا رہا تھا۔ اُس وقت کوئی کام باقی نہ رہنا چاہیئے۔ مزہ تو جب آئے کہ دعوت میں اِسی مِل کا بنا ہُوا سگار بھی رکھا جاوے۔ مسٹر جان سیوک صبح سے شام تک اِنھیں تیاریوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کو بھی دونی اُجرت دے کر کام کرایا جا رہا تھا۔ مل کے قریب پختہ مکانات تیار ہو چکے تھے۔ سڑک کے دونوں کناروں پر اور پاس کے کھیتوں میں مزدوروں نے جھونپڑیاں ڈال لی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف ایک میل تک جھونپڑیوں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ دوکانداروں نے بھی اپنے اپنے چھپر ڈال لئے تھے۔ پان مٹھائی اناج۔ گڑ۔ گھی۔ ساگ ترکاری اور منشی اشیاء کی دوکانیں کھل گئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کوئی بازار ہے۔ مل کے پردیسی مزدور جنہیں نہ برادری کا خوف تھا نہ رشتہ داروں کا لحاظ۔ دن بھر تو مل میں کام کرتے تھے اور رات کو تاڑی شراب وغیرہ پیتے تھے۔ جُوا روز ہوتا تھا۔ ایسے مقامات پر بدچلن عورتیں بھی آ ہی پہنچتی ہیں۔ یہاں بھی ایک چھوٹا موٹا چکلہ آباد ہو گیا تھا۔ پانڈے پور کا بُرا یا بازار سرد ہوتا جاتا تھا۔ مٹھوا۔ گھیسو۔ وِدّیادھر۔ تینوں اکثر اس طرف سَیر کو آتے اور جُوا کھیلتے۔ گھیسو تو دودھ بیچنے کے بہانے آتا۔ وِدّیادھر نوکری تلاش کرنے کے بہانے آتا اور مٹھوا صرف ان دونوں کا ساتھ دینے کے لئے آتا۔ کوئی چاٹ کھا رہا ہے۔ کوئی تمبولی کی دوکان

کے سامنے کھڑا ہے۔ کوئی پیشہ ور عورتوں سے مذاق کر رہا ہے۔ فحش مذاق حیا سوز نظر بازیاں۔ شہوانی طور وطریق۔ ان سب کا ایک نہ رُکنے والا بہاؤ سا جاری رہتا تھا۔ یا نڈے پور میں یہ دلچسپیاں کہاں؟ لڑکوں کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ ناڑی کی دوکان کے سامنے کھڑے ہوں۔ کہیں گھر کا کوئی آدمی نہ دیکھ لے۔ نوجوانوں کی مجال نہ تھی کہ کسی عورت کو چھیڑیں۔ کہیں میرے گھر جا کر کہہ نہ دے۔ سبھی ایک دوسرے سے رشتہ رکھتے تھے۔ یہاں وہ رکاوٹ کہاں؟ ہر شخص آزاد تھا۔ اُسے نہ کسی کا خوف تھا نہ لحاظ۔ کوئی کسی پر پہرے والا نہ تھا۔ تینوں کو منع کیا جاتا تھا کہ وہاں نہ جایا کرو اور جاؤ بھی تو اپنا کام کرکے چلے آیا کرو۔ مگر ہوائی دلوائی ہوتی ہے کون کسی کی سنتا تھا؟ سب سے بُری حالت بجرنگی کی تھی۔ کھیسورو رہی روپیہ مارہ آنے اُڑا لیا کرتا اور پوچھنے پر بگڑ کر کہتا۔ کیا میں چور ہوں؟

ایک روز بجرنگی نے سورداس سے کہا ۔۔۔ سورداس لڑکے برباد ہوئے جاتے ہیں۔ جب دیکھو چکلے ہی میں ڈٹے رہتے ہیں۔ گھسوا ہیں چوری کی بات کبھی نہ تھی۔ اب ایسا ہتھ لپکا ہو گیا ہے کہ سو جتن سے پیسے رکھو وہ کھوج کر نکال لیتا ہے۔

جگدھر سورداس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ باتیں سُن کر بولا ۔۔۔ میری بھی وہی دشا ہے بھائی۔ ودیادھر کو کیسا پڑھایا لکھایا۔ مڈل تک کھینچ کھانچ کر لے گیا۔ آپ بھوکا رہتا تھا۔ گھر کے لوگ کپڑوں کو ترستے تھے۔ پر اُس کے لئے اُکسی بات کی کمی نہ تھی۔ آس تھی کہ چار پیسے کمائے گا۔ میرا بُڑھاپا کٹ جائے گا۔ گھر بار سنبھالے گا مرادری میں مرجاؤ بڑھائے گا سو اب روج وہاں جا کر جُوا کھیلتا ہے۔ مجھ سے بہانہ کرتا ہے کہ وہاں

ایک مالو کے پاس کام سیکھنے جاتا ہوں۔ سنا ہوں کسی عورت سے اُس کی آسنائی ہو گئی ہے ابھی پُتلی گھر کے کئی مجور اُسے کھوجتے ہوئے میرے پاس آئے تھے۔ اُسے پا جائیں تو مار پیٹ کریں۔ وہ بھی اُسی عورت کے آسنا ہیں۔ مَیں نے ہاتھ پَیر جوڑ کر ان کو ماہ اکیا۔ یہ کار کھانا کیا کُھلا ہماری نبا ہی آ گئی۔ بھانڈا جُرور ہے۔ چار پیسے کی آمدنی ہے۔ پہلے ایک ہی کھونچہ نہ بِکتا تھا۔ اب تین تین بِک جاتے ہیں۔ لیکن ایسا سوما کس کام کا جس سے کان پھٹیں؟

بجرنگی۔ جی جوا ہی کھیلتا تب تک گنیمت تھی۔ ہمارا گھیسو تو آوارہ ہو گیا ہے۔ دیکھنے ہیں ہو صورت کیسی بگڑ گئی ہے۔ کیسی دیہہ نکل آئی تھی، مجھے پوری آسا تھی کہ اب کی دنگل مارے گا۔ اکھاڑے کا کوئی پٹھا اُس کے جوڑ کا نہیں ہے مگر جب سے چیکلے کی چاٹ پڑ گئی ہے دن دن گھلا جاتا ہے۔ دادا کو تم نے دیکھا تھا نا؟ دس پانچ کوس کے گرد میں کوئی کوئی اُن سے ہاتھ نہ مِلا سکتا تھا۔ چٹکی سے سپاری توڑ دیتے تھے۔ میں نے بھی جوانی میں کتنے ہی دنگل مارے۔ تم نے تو دیکھا ہی تھا۔ اُس پنجابی کو کیسا مارا کہ پانچ سو روپے انام پائے اور اکھباروں میں دور دور تک نام ہو گیا۔ کبھی کسی مائی کے لال نے میری پیٹھ میں دھول نہیں لگائی۔ تو بات کیا تھی؟ لنگوٹ کے سچے تھے۔ مونچھیں نکل آئی تھیں تب تک کسی استری کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ بیاہ بھی ہو گیا تب بھی محنت کسرت کی دھن میں استری کا دھیان ہی نہ کرتے تھے۔ اُسی کے بَل پر اب بھی دعویٰ ہے کہ دس پانچ کا سامنا ہو جائے تو چھکے چھڑا دوں۔ پر اس لونڈے نے ڈونگا ڈبا دیا۔ گھورے اُستاد کہتے تھے کہ اِس میں تو دم ہی نہیں ہے

جہاں دو پکڑ ہوئیں کہ بس بھینسے کی طرح ہانپنے لگتا ہے۔۔
سُورداس ۔ میں اندھا آدمی ۔ لونڈوں کے یہ چرتر کیا جانوں ۔ پر سُبھاگی کہتی تھی کہ مٹھوا کے ڈھنگ بھی اچھے نہیں ہیں ۔ جب سے ٹیشن پر قلی ہو گیا ہے ۔ روپیہ آٹھ آنے روج کماتا ہے مگر قسم لے لو جو گھر میں ایک پیسہ بھی دیتا ہو ۔ بھوجن میرے ماتھے ہے ۔ جو کچھ پاتا ہے نشہ پانی میں اُڑا دیتا ہے ؛

جگدھر ۔ تم بھی تو جھوٹ موٹ لاج ڈھو رہے ہو ۔ نکال کیوں نہیں دیتے گھر سے ؟ اپنے سر پڑے گی تو آٹا دال کا بھاؤ معلوم ہو گا ۔ ایسا لڑکا ہو تو ایک بات ہے ۔ بھائی بھتیجے کس کے ہوتے ہیں ؟

سُورداس ۔ پالا تو لڑکے ہی کی طرح ہے ۔ دل نہیں مانتا ۔۔

جگدھر ۔ اپنا بنانے سے تھوڑے ہی اپنا ہو جائے گا ۔۔

ٹھاکردین بھی آ گیا تھا ۔ جگدھر کی بات سُن کر بولا ۔ بھگوان نے کیا تمہارے کرم میں کانٹے ہی بونا لکھا ہے ؟ کسی کا بھی بھلا نہیں دیکھ سکتے ۔

سُورداس ۔ اُس کے من میں جو آئے کرے پر میرے کیئے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں آپ کھا کر سوؤں اور اُس کی بات نہ پوچھوں ۔

ٹھاکردین ۔ کوئی بات کہنے کے پہلے سوچ لینا چاہیئے کہ سننے والے کو اچھی لگے گی یا بُری ۔ جس لڑکے کو بچپنے سے پالا اور اس طرح کہ کوئی اپنے بیٹے کو بھی نہ پالتا ۔ اُسے اب کیسے چھوڑ دے ؟

جمنی ۔ اَبکے کلجُگی لڑکے جو کچھ نہ کریں تھوڑا ہے ۔ ابھی دودھ کے دانت نہیں اُکھڑے ۔ سُبھاگی نے گھیسو کو گود میں کھلایا ہے ۔ سو آج وہ اُسی سے دل لگی کرتا ہے ۔ چھوٹے بڑے کا لحاج اُٹھ گیا نہ تو کہو سُبھاگی کی کاٹھی

اچھی ہے نہیں بال بچے ہوئے ہوتے تو گھبسو سے بیٹھے ہوتے ۔

اِدھر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں اُدھر تینوں لونڈے نایک رام کے دالان میں بیٹھے ہوئے منصوبے باندھ رہے تھے۔ گھبسو نے کہا سُبھاگی مارے ڈالتی ہو۔ دیکھ کر یہی جی چاہتا ہے کہ گلے لگا لوں۔ سر پر ساگ کی ٹوکری رکھ کر بَل کھاتی ہوئی چلتی ہے۔ سو جان لے لیتی ہے۔ بڑی کا پھر ہے ۔

وِدّیا دھر۔ تم تو ہو گھامڑ۔ پڑھے لکھے تو ہو نہیں بات کیا سمجھو معشوق۔ کبھی اپنے منہ سے تھوڑا ہی کہتا ہے کہ مَیں راجی ہوں۔ اُس کی آنکھوں سے تاڑ جانا چاہئے۔ جتنی ہی بگڑے اُتنی ہی دل سے راجی سمجھو۔ کچھ پڑھے ہوتے تو جانتے۔ عورتیں کیسے نکھرے کرتی ہیں ۔

مٹھوا۔ پہلے سُبھاگی مجھ سے بھی اسی طرح بگڑتی تھی۔ کسی طرح ہتّھے ہی نہ چڑھے۔ بات ہی نہ سُنے۔ پر مَیں نے ایک دن ہمت کر کے کلائی پکڑ لی اور کہا ـــــ اب نہ چھوڑوں گا چاہے مار ہی ڈالو۔ مرنا تو ایک دن ہے ہی تیرے ہی ہاتھوں مروں گا تو سیدھے سرگ جاؤں گا۔ وہ تو بگڑ کر گالیاں دینے لگی۔ پھر کہنے لگی ـــــ چھوڑ دو۔ کہیں کوئی دیکھ لے تو غجب ہو جائے۔ میں تیری لُوا لگنی ہوں۔ پر مَیں نے ایک نہ سُنی۔ بس پھر کیا تھا اُسی دن سے آ گئی چُنگل میں ۔

مٹھوا اپنی عشقیہ فتوحات کی فرضی داستانیں گھڑنے میں بڑا ہوشیار تھا۔ جاہل ہوتے یہ بھی غضب مار لے میں اُن سے وِدّیا دھر کو مات کر دیا تھا۔ اپنی گڑھ حصتوں میں کچھ ایسا رنگ بھرتا تھا کہ دوستوں کو اُن گپوڑوں پر یقین آ جاتا تھا ۔

گھبسو بولا۔ کیا کروں۔ میری تو ہمت ہی نہیں پڑتی۔ ڈرتا ہوں کہیں

شور نہ مچادے تو آفت آجائے۔ تمہاری ہمت کیسے پڑ گئی تھی؟

وِدّیا دھر۔ تمہارا سر۔ جاہل جیٹ تو ہو۔ معسوک ایسے عاسک کو آجماتا ہے کہ اس میں کچھ جیوٹ بھی ہے یا یوں ہی چھیلا بنا پھرتا ہے۔ عورت اُسی کو پیار کرتی ہے جو دلاور ہو نڈر ہو۔ آگ میں کود پڑے۔

گھیسو۔ تم تیار ہو؟

وِدّیا دھر۔ ہاں آج ہی۔

مٹھوا۔ مگر دیکھ لینا دادا دوار پر نیم کے نیچے سوتے ہیں۔

گھیسو۔ اِس کا کیا ڈر؟ ایک دھکا دے دیں گا دور جا کر گرے گا۔

تینوں مشورہ کرتے اس سازش کے داؤں پیچ سوچتے تلی بازار کی طرف چلے گئے۔ وہاں تینوں نے شراب پی دس گیارہ بجے رات تک بیٹھے گانا بجانا سنتے رہے۔ شراب خانوں میں نعمہ سے ناآشنا کانوں کے لئے گانے کی کمی کبھی نہیں رہتی۔ تینوں مدمست ہو کر لوٹے تو گھیسو بولا صلاح پکی ہے نا؟ آج وارا نیارا ہو جائے۔ چت پڑے یا پٹ۔

آدھی رات گذر چکی تھی۔ چوکیدار پہرہ دے کر جا چکا تھا۔ گھیسو اور وِدّیا دھر سودا اس کے دروازہ پر گئے۔

گھیسو۔ تم آگے چلو۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔

وِدّیا دھر۔ نہیں تم جاؤ۔ تم گنوار آدمی ہو۔ یہاں کوئی دیکھ لے گا تو بات بھی نہ بنا سکو گے۔

لسہ نے گھیسو کو آپے سے باہر کر رکھا تھا۔ کچھ یہ دکھانا بھی منظور تھا کہ تم لوگ مجھے جتنا احمق سمجھتے ہو اتنا نہیں ہوں۔ وہ جھونپڑی میں گُھس ہی پڑا اور جا کر سُبھاگی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

سُبھاگی چونک کر اُٹھ بیٹھی اور زور سے بولی — کون ہے؟ چل ہٹ!

گھیسو۔ چُپ چُپ میں ہوں۔

سُبھاگی۔ چور چور! چور چور!

سورداس جاگا۔ وہ اُٹھ کر جھونپڑی میں جانا چاہتا تھا کہ کسی نے اُسے پکڑ لیا۔ اُس نے ڈانٹ کر پوچھا۔ کون ہے؟ جب کچھ جواب نہ ملا۔ تو اُس نے بھی اُس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلّایا "چور چور!" محلہ والے یہ آوازیں سُنتے ہی لاٹھیاں لے کر نکل پڑے۔ بجرنگی نے پوچھا کہاں گیا کہاں؟ سبھاگی بولی میں پکڑے ہوئے ہوں۔ لوگوں نے جاکر پوچھا تو اندر سُبھاگی گھیسو کو پکڑے ہوئے ہے اور باہر سُورداس ودّیادھر کو۔ مٹھوا نایک رام کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ یہ شور غُل سنتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک لمحہ میں سارا محلّہ ٹوٹ پڑا۔ چور کے پکڑنے کو شاید ہی کوئی نکلے مگر پکڑے ہوئے چور پر زور آزمائی کے لئے سبھی پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہاں آکر دیکھتے ہیں تو نہ چور نہ چور کا بھائی۔ بلکہ اپنے ہی محلّہ کے لونڈے ہیں۔

ایک عورت بولی۔ یہ زمانے کی خوبی ہے کہ گاؤں گھر کا بچار بھی اُٹھ گیا کسی کی آبرو بچے گی؟

ٹھاکر دین۔ ایسے لونڈوں کا سر کاٹ لینا چاہئے۔

نایک رام۔ چپ رہو ٹھاکر دین۔ یہ گُسّا کرنے کی بات نہیں۔ رونے کی بات ہے۔

جگدھر۔ بجرنگی۔ جمنی۔ سر جُھکائے چُپ چاپ کھڑے تھے۔ مُنہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ بجرنگی کو تو ایسا غصّہ آرہا تھا کہ گھیسو کا گلا دبا دے۔ یہ بھیڑ اور ہل چل دیکھ کر کئی کانسٹبل بھی آپہنچے۔ اچھا شکار پھنسا۔ مٹھیاں گرم

ہوں گی۔ ورنہ اُن دونوں نوجوانوں کی کلائیاں پکڑ لیں۔ جمنی نے روکر کہا۔ یہ لونڈے مُنہ میں کالکھ لگانے والے ہیں۔ اچھّا ہوگا۔ چھ چھ مہینے کی سجا کاٹ آئیں گے تب اُن کی آنکھیں کھُلیں گی۔ سمجھا نے سمجھا نے ہار گئی کہ بیٹا۔ بدراہ مت چلو پر کون سُنتا ہے۔ اب جا کر چکّی پیسو۔ اِس سے تو اچھّا تھا کہ بانجھ ہی رہتی۔

نایک رام۔ اچھّا۔ اب اپنے اپنے گھر جاتے جاؤ۔ جمعدار لونڈے ہیں چھوڑ دو۔ آؤ چلیں۔

جمعدار۔ ایسا نہ کہو پنڈا جی۔ کوتوال صاحب کو معلوم ہو جائے گا تو سمجھیں گے کہ ان سبھوں سے کچھ لے دے کر چھوڑ دیا ہوگا۔

نایک رام۔ کیا کہتے ہو سورداس۔ اب یہ لوگ جائیں نا؟

ٹھاکردین۔ ہاں اور کیا۔ لڑکوں سے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ کام تو بُرا کیا پر اب جانے دو۔ جو ہوا سو ہوا۔

سورداس۔ مَیں کون ہوتا ہوں کہ جانے دوں؟ جانے دیں کوتوال ڈپٹی حاکم لوگ۔

بجرنگی۔ سورداس۔ بھگوان جانتا ہے جان کا ڈر نہ ہوتا تو اِس دُشٹ کو کچّا ہی چبا جاتا۔

سورداس۔ اب تو حاکم لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ چھوڑیں چاہے ڈنڈ دیں۔

بجرنگی۔ تم کچھ نہ کرو گے تو کچھ نہ ہوگا۔ جمعداروں کو ہم منا لیں گے۔

سورداس۔ تو بھیّا۔ سانچ سانچ بات یہ ہے کہ مَیں سنا سرکار میں رپٹ کئے نہ مانوں گا چاہے سارا محلّہ میرا دُشمن ہو جائے۔

بجرنگی۔ کیا یہی ہوگا۔ سورداس؟ گاؤں گھر ٹولے محلّے کا کچھ لحاظ نہ کرو گے؟

لڑکوں سے بھول تو ہی گئی اب اُن کی جندگانی کھراب کر کے کیا ملے گا ؟
جگدھر۔ سُبھاگی ہی کہاں کی دیبی ہے۔ جب سے بھیرو نے چھوڑ دیا۔ سارا محلّہ اُس کا رنگ ڈھنگ دیکھ رہا ہے۔ بنا پہلے کسی سانٹھ گانٹھ کے کوئی کسی کے گھر میں نہیں گھستا۔
سُورداس۔ تو یہ سب مجھ سے کیا کہتے ہو بھائی ؟ سبھاگی دیبی ہو چاہے ہرجائی۔ وہ جانے اس کا کام جانے۔ میں نے اپنے گھر میں چوروں کو پکڑا ہے اُس کی تھانے میں جرور رپٹ کروں گا۔ تھانہ والے نہ سُنیں گے تو حاکم سے کہوں گا۔ لڑکے لڑکوں کی راہ رہیں تو لڑکے ہیں۔ سُہدوں کی راہ چلیں تو سُہدے ہیں۔ بدماسوں کے اور کیا سینگ پونچھ ہوتی ہے
بجرنگی۔ سور کہے دیتا ہوں۔ کھون ہو جائے گا۔
سُورداس۔ تو کیا ہو جائے گا ؟ کون میرے نام کو کوئی رونے والا بیٹھا ہوا ہے ؟
نایک رام نے وہاں ٹھہرنا بفائدہ سمجھا کیوں نیں خراب کریں ؟ چلنے لگے تو جگدھر نے کہا۔ پنڈا جی تم بھی جاتے ہو۔ یہاں کیا ہو گا ؟
نایک رام نے جواب دیا۔ بھائی سُورداس مانے گا نہیں چاہے لاکھ کہو۔ میں بھی تو کہہ چکا۔ کہا اور ہاتھ پیر پڑوں یہ ہونا ہوا تا مجھ سے نہیں۔ گھیسو اور ودّیا کی تو بات ہی کیا۔ مٹھوا بھی ہوتا تو سورداس اُس کو بھی نہ چھوڑتا ہیٹھی آدمی ہے۔
جگدھر۔ ایسا کہاں کا دھنّا سیٹھ ہے کہ اپنے مَن ہی کی کرے گا۔ تم چلو۔ جَرا ڈانٹ کر کہو تو۔
نایک رام لوٹ کر سورداس سے بولے۔ سُور۔ کبھی کبھی گاؤں گھر

ساتھ مُلا ہجا بھی کرنا پڑتا ہے۔ لڑکوں کی زندگانی برباد کر کے کیا پاؤ گے؟

سُور داس۔ پنڈا جی۔ تم بھی اوروں کی سی کہنے لگے۔ دنیا میں کہیں نیاؤ ہے کہ نہیں؟ کیا عورت کی آبرو کچھ ہوتی ہی نہیں؟ سُبھاگی غریب ہے۔ اَبلا ہے مجوری کر کے اپنا پیٹ پالتی ہے۔ اِس لئے جو کوئی چاہے اُس کی آبرو بگاڑ دے؟ جو چاہے اُسے ہرجائی سمجھ لے؟

سارا محلّہ ایک ہو گیا۔ یہاں تک کہ دونوں کانسٹبل بھی محلّہ والوں کی سی کہنے لگے۔ ایک بولا عورت کھلم (خود) ہرجائی ہے۔

دوسرا۔ محلّہ کے آدمی چاہیں تو کھدیں بچا لیں۔ یہ کون سا بڑا جُرم ہے۔

پہلا۔ شہادت ہی نہ ملے گی تو جُرم کیا ثابت ہوگا۔

سُورداس۔ شہادت تو جب نہ ملے گی جب میں مر جاؤں گا۔ کیا کہا۔ وہ ہرجائی ہے؟

کانسٹبل۔ ہرجائی تو ہے ہی۔ ایک بار ہمیں سو بار اُسے بازار میں ترکاری بیچتے اور ہنستے دیکھا ہے

سُورداس۔ تو بازار میں ترکاری بیچنا اور ہنسنا ہرجائیوں کا کام ہے؟

کانسٹبل۔ ارے تو جاؤ گے تو تھانہ ہی تک نا؟ وہاں بھی تو ہمیں سے رپٹ کرو گے۔

نایک رام۔ اچھی بات ہے۔ اِسے رپٹ کرنے دو۔ میں دیکھ لوں گا۔ درگا جی کوئی گیر آدمی نہیں ہیں۔

سُور داس۔ ہاں۔ درگا جی کے جو مَن میں آئے کریں۔ دوس پاپ اُن کے ساتھ ہے۔

نایک رام۔ کہتا ہوں۔ محلّہ میں نہ رہنے پاؤ گے۔

سُورداس۔ جب تک جیتا ہوں تب تک نو رہوں گا۔ مرنے کے بعد دیکھی جائے گی ؂

کوئی سورداس کو سمجھاتا تھا کوئی دھمکاتا تھا۔ وہاں وہی لوگ رہ گئے تھے جو اِس معاملہ کو دبا دینا چاہتے تھے۔ جو لوگ اِسے بڑھانا چاہتے تھے وہ بجرنگی اور نایک رام کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکنے کے سبب اپنے اپنے گھر کو چلے گئے تھے۔ اِن دونوں آدمیوں سے بیر مول لینے کی کسی میں ہمّت نہ تھی۔ پر سُورداس اپنی بات پر ایسا اَڑا تھا کہ کسی طرح مانتا ہی نہ تھا۔ آخر یہی طے ہوا کہ اِسے تھانہ جا کر رپٹ لکھوا آنے دو۔ ہم لوگ تھانہ دار ہی کو راضی کر لیں گے دس بیس روپے سے غم کھائیں گے ؂

نایک رام۔ ارے وہی لالہ تھانہ دار ہیں نا ؟ اُنہیں تو مَیں چٹکی بجاتے بجاتے گانٹھ لوں گا۔ میری پُرانی جان پہچان ہے ؂

جگدھر۔ پنڈا جی میرے پاس تو روپے بھی نہیں ہیں۔ میری جان کیسے بچے گی ؟

نایک رام۔ مَیں بھی تو پردیس سے لوٹا ہوں۔ ہاتھ خالی ہے۔ جاکر کہیں روپے کی فکر کرو ؂

جگدھر۔ بس سُورداس کو اپنا ہتو سمجھتا تھا۔ جب کبھی کام پڑا ہے اُس کی مدد کی ہے۔ اِسی کے پیچھے پھیر دسے میری دُشمنی ہو گئی اور تب بھی یہ میرا نہ ہوا ؂

نایک رام۔ یہ کسی کا نہیں ہے اور سب کا ہے۔ جاکر دیکھو۔ جہاں سے ہو سکے پچیس روپے تو لے ہی آؤ ؂

جگدھر۔ بھیّا۔ روپے کس سے مانگنے جاؤں ؟ کون پتیائے گا ؟

نایک رام۔ ارے وِدّیا کی اماں سے کوئی گہنا ہی مانگ لو۔ اس بکھت تو پران بچیں۔ پھر چھڑا دینا۔

جگدھر بہانے کرنے لگا۔ وہ چھلا تک نہ دے گی۔ میں مر بھی جاؤں تو کیھن کے لئے روپیے نہ نکالے گی۔ یہ کہتے کہتے وہ رونے لگا۔

نایک رام کو اس پر ترس آ گیا۔ روپیے دینے کا وعدہ کر لیا۔ سورداس بڑے سویرے تھانہ کی طرف چلا تو بجرنگی نے کہا سورداس تمہارے سر پر موت کھیل رہی ہے۔ جاؤ۔

جمنی سورداس کے پیروں سے لپٹ گئی اور روتی ہوئی بولی۔ سورداس تم ہمارے بیری ہو جاؤ گے۔ یہ کبھی آسا نہ تھی۔

بجرنگی نے کہا۔ یہ ہے اور کیا۔ ہم اس کو پالتے ہی چلے آتے ہیں۔ بھوکوں کبھی نہیں سونے دیا۔ بیماری آرامی میں کبھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب کبھی دودھ مانگنے آیا خالی ہاتھ نہیں جانے دیا۔ اس نیکی کا یہ بدلا سچ کہا ہے کہ اندھوں میں سیل (مروت) نہیں ہوتی۔ ایک پاپ کے پیچھے نایک رام پہلے ہی لپک کر تھانہ جا پہنچے اور تھانہ دار کو سارا ماجرا سُنا کر کہا۔ پچاس کا ڈول ہے کم نہ چیاوہ۔ رپٹ ہی نہ لکھئے۔

دار وغہ نے کہا۔ پنڈا جی۔ جب تم درمیان میں ہو تو سو پچاس کی کوئی بات نہیں۔ لیکن اندھے کو معلوم ہو جائے گا کہ رپٹ نہیں لکھی گئی تو سیدھا ڈپٹی صاحب کے پاس جا پہنچے گا۔ پھر میری جان آفت میں پڑ جائے گی۔ نہایت ڈھیٹھ اکھڑ ہے۔ پولیس کا تو جانی دشمن ہی سمجھو۔ اندھا یوں ماننے والا آسامی نہیں ہے۔ جب اس نے چتاری کے راجہ صاحب کو ناکوں چنے چبوا دئے تو دوسروں کی کون گنتی ہے۔ بس یہی ہو سکتا ہے

کہ جب ہم تحقیقات کے لئے آئیں تو آپ لوگ کسی کو شہادت نہ دینے دیں۔ عدم ثبوت میں معاملہ خارج ہوجائے گا۔ میں اتنا ہی کرسکتا ہوں کہ شہادت کے لئے کسی کو مجبور نہ کروں گا اور گواہوں کے بیانات میں بھی کچھ کاٹ چھانٹ کر دوں گا۔

دوسرے روز شام کے وقت داروغہ جی تحقیقات کرنے گئے۔ محلّے کے سب لوگ جمع ہوئے مگر جس سے پوچھو یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے رات کو کسی کی چوں چرا کی آواز نہیں سُنی۔ میں نے کسی کو سُورداس کے دروازہ پر نہیں دیکھا۔ میں تو گھر میں دروازہ بند کئے پڑا سوتا تھا۔ یہاں تک کہ ٹھاکردین نے بھی صاف کہا۔ صاحب میں کچھ نہیں جانتا۔

داروغہ نے سُورداس پر بگڑ کر کہا۔ جھوٹی رپٹ کرتا ہے بدمعاش!

سُورداس۔ رپٹ جھوٹی نہیں ہے۔ سچّی ہے۔

داروغہ۔ تیرے کہنے سے سچّی مان لوں۔ کوئی گواہ بھی ہے؟

سُورداس نے محلّہ والوں کو مخاطب کرکے کہا۔ یارو سچّی بات کہنے سے مت ڈرو۔ میل مروّت اِسے نہیں کہتے کہ کسی عورت کی آبرو بگاڑ دی جائے اور لوگ اُس پر پردہ ڈال دیں کسی کے گھر میں چوری ہوجائے اور لوگ چھپالیں۔ اگر یہی حال رہا تو سمجھ لو کہ کسی کی آبرو نہ بچے گی۔ بھگوان نے سبھی کو بہو بیٹیاں دی ہیں۔ کچھ اُن کا بھی خیال کرو عورت کی آبرو کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سر کٹ جاتے ہیں۔ لہو کی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔ میں اور کسی سے نہیں پوچھتا۔ ٹھاکردین تمہیں بھگوان کا ڈر ہے۔ پہلے تمہیں آئے تھے۔ تم نے یہاں کیا دیکھا؟ کیا میں

اور سُبھاگی دونوں گھسو اور بدّیا دھر کا ہاتھ نہیں پکڑے ہوئے تھے؟ دیکھو مُنہ دیکھی نہیں۔ ساتھ کوئی رہ جائے گا۔ جو کچھ دیکھا ہے سچ سچ کہہ دو۔ یہ ٹھاکر دین دھرم سے ڈرتا تھا۔ یہ باتیں سُن کر وہ زرد ہو گیا۔ بولا۔ چوری ڈاکے کی بات تو مَیں کچھ نہیں جانتا۔ یہی پہلے بھی کہہ چکا۔ بات بدلی نہیں آتی۔ ہاں جب مَیں آیا تو تم اور سُبھاگی دونوں لڑکوں کو پکڑے چلّا رہے تھے۔

سُورداس۔ بس ان دونوں کو اُن کے گھر سے تو نہیں پکڑ لایا تھا؟

ٹھاکر دین۔ بھگوان جانیں۔ ہاں چور چور کی آواج میرے کان میں پڑی تھی۔

سُورداس۔ اچھا اب میں تم سے پوچھتا ہوں جمعدار۔ تم آئے تھے نا؟ بولو یہاں جماؤ تھا کہ نہیں؟

کانسٹیبل نے ٹھاکر دین کو بدلتے دیکھا تو ڈرا کہ اندھا دو چار آدمیوں کو اور لائے گا تو ہم جھوٹے بنیں گے۔ بولا۔ ہاں جماؤ کیوں نہیں تھا۔

سُورداس۔ گھیسو کو سُبھاگی پکڑے ہوئے تھی کہ نہیں؟ بدّیا دھر کو میں پکڑے ہوئے تھا کہ نہیں؟

کانسٹیبل۔ چوری ہوتے ہم نے نہیں دیکھی۔

سُورداس۔ ہم ان دونوں لڑکوں کو پکڑے ہوئے تھے کہ نہیں؟

کانسٹیبل۔ ہاں پکڑے ہوئے تھے پر چوری ہوتے نہیں دیکھی۔

سُورداس۔ دارو گاجی۔ ابھی گواہی ملی کہ اور دوں؟ یہاں ننگے لُچّے نہیں بستے۔ بھلے مانسوں ہی کی بستی ہے۔ کہئے۔ بجرنگی سے کہلا دوں۔ کہئے کھد گھیسو سے کہلا دوں۔ کوئی جھوٹی بات نہ کہے گا مروّت

کی جگہ ہے۔ محبت کی جگہ ہے۔ مروت اور محبت کے پیچھے کوئی اپنا پرلو نہ بگاڑے گا۔

بجرنگی نے دیکھا۔ اب لڑکے کی جان نہیں بچتی تو اپنا ایمان کیوں بگاڑیں۔ داروغہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور بولا — داروغہ جی سورداس جو بات کہتے ہیں وہ ٹھیک ہے۔ جس نے جیسی کرنی کی ہے ویسی بھوگے۔ ہم کیوں اپنا پرلوک بگاڑیں؟ لڑکا ایسا نالائق نہ ہوتا تو آج کیوں منہ میں کالکھ لگتی؟ جب اس کا چلن ہی بگڑ گیا تو میں کہاں تک بچاؤں گا؟ ڈنڈ بھوگے گا تو آپ آنکھیں کھلیں گی۔

ہوا بدل گئی۔ ایک لمحہ میں شہادتوں کا تانتا بندھ گیا۔ دونوں ملزم حراست میں لے لئے گئے۔ مقدمہ چلا اور تین تین مہینے کی سزا ہو گئی۔ بجرنگی اور جگدھر دونوں سورداس کے معتقد تھے۔ نایک رام کا یہ کام تھا کہ سب سے سورداس کے گن کا بکھان کیا کرے۔ اب یہ تینوں اس کے دشمن ہو گئے۔ دو بار پہلے بھی وہ اپنے محلہ سے تیر سے چکا تھا مگر ان دونو موقعوں پر کسی کو اس کی ذات سے اتنا صدمہ نہ پہنچا تھا۔ اب کے تو اس نے بڑا زبردست قصور کیا تھا۔ جمنی جب سورداس کو دیکھتی تو سو کام چھوڑ کر اسے کوستی۔ سبھاگی کو گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا۔ یہاں تک ہوا کہ مٹھوا نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اب وہ رات کو بھی اسٹیشن ہی پر رہ جاتا۔ اپنے ساتھیوں کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ نایک رام تو اتنے برہم تھے کہ سورداس کے دروازہ کا راستہ ہی چھوڑ دیا چکر کھا کر آتے جاتے۔ بس اس کے ساتھیوں میں لے دے کے ایک بھیرو رہ گیا۔ ہاں کبھی کبھی دوسروں کی نظر بچا کر ٹھاکردین بھی خیریت کا حال

ملوچھ جاتا۔ اور تو اور دیا گر بھی اُس سے کنارہ کرنے لگے کہ کہیں لوگ اُس کا دوست سمجھ کر مجھے دان دکھشنا دینا بند نہ کردیں۔ سچائی کے دوست کم ہوتے ہیں۔ دشمنوں کی تعداد سے کہیں کم ؀

(۱۴)

پربھو سیوک نے تین سال تک امریکہ میں رہ کر اور ہزاروں روپے خرچ کر کے جو تجربہ اور ہنر حاصل کیا تھا وہ مسٹر جان سیوک نے اُن کی صحبت سے اُتنے ہی مہینوں میں حاصل کر لیا تھا۔ اتنا ہی نہیں پربھو سیوک کی طرح وہ صرف بتلائے ہوئے راستہ پر آنکھیں بند کر کے چلنے پر قانع نہ تھے۔ اُن کی نگاہ آگے پیچھے دائیں بائیں بھی رہتی تھی۔ ماہرین میں ایک تنگ دلی ہوتی ہے جو اُن کی نگاہوں کو محدود رکھتی ہے۔ وہ کسی مسئلہ پر آزاد ہو کر وسیع نگاہ نہیں ڈال سکتے۔ ضابطہ اصول اور روایات اُن کی نگاہوں کو پھیلنے نہیں دیتیں۔ طبیب ہر مرض کی دوا کتابوں میں تلاش کرتا ہے۔ وہ صرف تشخیص کا بندہ ہے اور علامات کا غلام۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ کتنے ہی مریضوں کی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں تھی عقل سلیم اگر تفصیلات پر قادر نہیں تو تعصبات سے بھی آزاد ہوتی ہے۔ وہ کسی مسئلہ پر مجموعی حیثیت سے غور کر سکتی ہے ذرا ذرا سی باتوں میں اُلجھ کر نہیں رہ جاتی۔ یہی باعث ہے کہ دفتر وزارت میں بیٹھا ہوا فوجی وزیر سپہ سالار پر حکومت کرتا ہے پربھو سیوک کی علیحدگی سے مسٹر جان سیوک ذرا بھی برداشتہ خاطر نہیں ہوئے وہ دوگنے حوصلے سے کام کرنے لگے کاروباری شخص تھے۔ جتنی آسانی سے دفتر میں بیٹھ کر بہی کھاتہ لکھ سکتے تھے اُتنی ہی آسانی سے موقع پڑنے پر وہ انجن کے پہیوں کو بھی چلا سکتے تھے۔ پہلے کبھی کبھی سرسری نگاہیں

سے مِل کر دیکھ لیا کرتے تھے۔ اب باقاعدگی کے ساتھ اوقاتِ معینہ پر جاتے اکثر دن کا کھانا وہیں کھاتے اور شام کو گھر جاتے۔ کبھی کبھی رات کے نو دس بج جاتے۔ وہ پربھوسیوک کو دکھا دینا چاہتے تھے کہ مَیں نے تمہارے ہی بھروسہ پر یہ کام نہیں شروع کیا۔ کوّے کے نہ بولنے پر بھی سویرا ہو ہی جایا کرتا ہے۔ اُن کی زر پرستی اولاد کی محبت پر مبنی نہ تھی۔ وہ اُن کی زندگی کا خاص جُزو اور اُن کے چشمۂ حیات کا اصلی منبع تھی۔ دنیا کی اور سبھی باتیں ضمنی تھیں۔

مزدوروں اور کاریگروں کے لئے مکانات تعمیر کرانے کا مسئلہ ابھی حل نہ ہوا تھا۔ اگرچہ مجسٹریٹ ضلع سے اُنہوں نے ربط ضبط پیدا کر لیا تھا مگر چتاری کے راجہ صاحب کی طرف سے اُنہیں بڑا اندیشہ تھا۔ راجہ صاحب ایکبار عوام کی مرضی کے خلاف چل کر اس قدر بدنام ہو چکے تھے کہ اُس سے کہیں زیادہ اہم فتح کی اُمید بھی اب اُنہیں ایسی نصیحت کے لئے تیار نہ کرسکتی تھی۔ مِل بڑے زوروں پر چل رہی تھی مگر مزدوروں کے مکانات کا نہ ہونا اُس کی ترقی میں رُکاوٹ ڈال رہا تھا۔ جان سیوک اسی اُدھیڑ بن میں پڑے رہتے تھے۔

اتفاقاً وقتی حالات میں کچھ ایسا تغیر ہوا کہ یہ مشکل مسئلہ بھی کسی خاص کوشش کے بغیر ہی حل ہو گیا۔ پربھوسیوک کی علیحدگی نے وہ کام کر دکھایا جو شاید اُن کی رفاقت سے نہ ہو سکتا۔

جب سے صوفیا اودے پور گئے تھے۔ سمتی خوب ترقی کر رہی تھی۔ اُس کی سیاسی رفتار روز بروز تیز ہوتی جاتی تھی۔ کنور صاحب نے جتنی آسانی سے پہلی مرتبہ حکام کے شکوک رفع کر دئے تھے اُتنی آسانی سے ابکے

نہ کر سکے۔ اب مسئلہ کہیں زیادہ پیچیدہ ہو گیا تھا۔ پربھو سیوک کو استعفا دینے کے لئے مجبور کرنا مشکل نہ تھا مگر دونے کو گھر سے بدر کر کے اُسے حکام کے رحم پر چھوڑ دینا کہیں زیادہ مشکل تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ کنور صاحب بے خوف آدمی تھے۔ حب الوطنی کے رنگ میں رنگے ہوئے آزاد۔ بے لوث اور دور اندیش۔ اُن کی زندگی اتنی سادہ اور صاف تھی کہ لوگ اُنہیں تارک الدنیا کہا کرتے تھے۔ اُنہیں عیش و عشرت کے لئے کسی بڑی جائداد کی مطلقاً ضرورت نہ تھی۔ مگر ظاہرا طریقہ پر وہ حکام کے مورد عتاب بننے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ قومی کام کے لئے اپنا سب کچھ دے سکتے تھے۔ مگر اس طرح کہ امانت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھوں میں رہے۔ اُن میں اُس قربانی کی ہمت نہ تھی جو بالکل بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اُنہیں یقین تھا کہ ہم آڑ میں رہ کر اُس سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں جتنا کہ سامنے آ کر۔ ونے کی اور ہی رائے تھی۔ وہ کہتا تھا کہ ہم جائداد کے لئے اپنے ضمیر کی آزادی کا خون کیوں کریں۔ ہم جائداد کے مالک بن کر رہیں گے۔ اُس کے غلام بن کر نہیں۔ اگر دولت پرستی سے نجات نہ پا سکے تو اس ریاضت کا نتیجہ کیا ہوا۔ یہ تو گناہ بے لذت ہے بے نیازی کے لئے ہی تو یہ ریاضت اختیار کی گئی ہے۔ کنور صاحب اس کا یہ جواب دیتے کہ ہم جائداد کے مالک نہیں بلکہ محافظ ہیں۔ یہ جائداد آئندہ نسلوں کی امانت ہے۔ ہمیں کیا اختیار ہے کہ ہم اُن نسلوں سے وہ آرام چھین لیں جو اُنہیں ورثتاً ملنا چاہئے بہت ممکن ہے کہ وہ اتنے معیار پسند نہ ہوں یا اُنہیں وقتی حالات کے تبدیل ہو جانے سے نفس کشی کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اُن میں وہ فطرتی اوصاف

نہ ہوں جن کے سامنے جائداد کوئی چیز نہیں۔ ایسے ہی دلائل سے وہ دونے کی تشفی کی ناکام کوشش کیا کرتے تھے۔ دراصل بات یہ تھی کہ اپنی زندگی بھر دولت و ثروت سے آرام و عزت حاصل کرنے کے بعد وہ ترک اور استغناء کا واقعی مطلب ہی نہ سمجھ سکتے تھے۔ وہ اولاد کے لئے جائداد نہ چاہتے تھے۔ جائداد کے لئے اولاد چاہتے تھے۔ جائداد کے مقابلہ میں اولاد کی حیثیت ثانوی تھی۔ اُنہیں حکام کی خوشامد سے نفرت تھی۔ وہ حکام کے ہاں میں ہاں ملانا معیوب سمجھتے تھے۔ مگر حکام کی نظروں میں مشتبہ ہو جانا اس حد تک کہ وہ دشمنی پر آمادہ ہو جائیں۔ اُنہیں محض حماقت معلوم ہوتی تھی۔ کنور صاحب کے ہاتھوں میں ونے کو راہ راست پر لانے کی ایک ہی تدبیر تھی۔ وہ یہ کہ صوفیا سے اُس کی شادی ہو جائے۔ اس طرح زنجیروں میں جکڑ کر وہ اُس کے اُٹھتے ہوئے جوش کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اب جو کچھ تاخیر تھی وہ صوفیا کی طرف سے۔ صوفیا کو اب بھی اندیشہ تھا کہ اگرچہ رانی صاحبہ اُس وقت مجھ پر خصوصاً مہربان ہیں مگر اُنہیں دل سے یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ اُس کا یہ اندیشہ بالکل بے بُنیاد بھی نہ تھا۔ رانی بھی صوفیا سے محبت کر سکتی تھیں اور کرتی تھیں۔ وہ اُس کی عزت کر سکتی تھیں اور کرتی تھیں۔ مگر وہ اپنی بہو میں ترک تعلق و استغنا غرور و حوض کی بہ نسبت حیا۔ سادگی اور خاندانی شرافت کا ہونا زیادہ ضروری خیال کرتی تھیں۔ وہ چھوڑنے والی بہو نہیں بلکہ لپٹنے والی بہو چاہتی تھیں۔ مگر وہ اپنے دلی خیالات کو بھول کر بھی زبان پر نہ لاتی تھیں نہیں۔ بلکہ وہ ایسے خیالات کو اپنے دل میں آنے ہی نہ دینا چاہتی تھیں۔ وہ اسے احسان فراموشی سمجھتی تھیں۔

کنور صاحب کئی روز تک اسی فکر میں مبتلا رہے مسٹر جان سیوک سے گفتگو کئے بغیر شادی کس طرح طے ہوتی؟ آخر ایک دن اپنی مرضی کے خلاف ہونے پر بھی وہ مجبوراً اُن کے پاس گئے۔ شام ہو گئی تھی۔ مسٹر سیوک ابھی ابھی مِل سے واپس آئے تھے۔ اور مزدوروں کے مکانات کی تجویز کو سامنے رکھے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے۔ کنور صاحب کو دیکھتے ہی اُٹھے اور بڑے تپاک سے ہاتھ مِلایا۔

کنور صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے بولے آپ ونے اور صوفیا کی شادی کے متعلق کیا تجویز کرتے ہیں؟ آپ میرے دوست اور صوفیا کے والد ہیں اور دونوں ہی رشتوں کے سبب مجھے آپ سے یہ کہنے کا حق ہے کہ اب اس کام میں دیر نہ کیجئے۔

جان سیوک۔ دوستی کے تعلق سے آپ مجھ سے چاہے جو خدمت لے سکتے ہیں لیکن (متانت سے) صوفیا کا والد ہونے کے تعلق سے مجھے کچھ تجویز کرنے کا حق نہیں ہے۔ اُس نے مجھے اِس حق سے محروم کر دیا ہے۔ ورنہ اُسے یہاں آتے اتنے دن ہو گئے کیا ایک مرتبہ بھی یہاں تک نہ آتی؟ اِس لے ہم سے یہ حق چھین لیا ہے۔ اتنے ہی میں مسز سیوک بھی آ گئیں اور شوہر کی باتیں سُن کر بولیں۔ میں تو مر جاؤں گی پر اُس کی صورت نہ دیکھوں گی۔ ہمارا اُس سے اب کوئی تعلق نہیں رہا۔

کنور۔ آپ لوگ صوفیا کے ساتھ نا انصافی کر رہے ہیں۔ جب سے وہ یہاں آئی ہے ایک روز بھی گھر سے باہر نہیں نکلی۔ اس کا سبب فقط شرم ہے اور کچھ نہیں شاید ڈرتی ہے کہ باہر نکلوں اور کسی شناسا سے ملاقات ہو جائے تو اُس سے کیا باتیں کروں گی۔ ذرا دیر کے لئے فرض

کیجئے کہ ہم میں سے کوئی بھی اُس کی جگہ ہوتا تو اُس وقت دل میں کیسے خیالات ہوتے اس بارہ میں وہ قابل معافی ہے۔ مَیں تو اِسے اپنی بدقسمتی سمجھوں گا۔ اگر آپ لوگ اُس سے اس طرح بے تعلق ہو جائیں گے۔ اب شادی میں تاخیر نہ ہونی چاہیئے ؛

مسز سیلوک۔ خدا وہ دن نہ لائے۔ میرے لئے تو وہ مر گئی۔ میں اُس کا فاتحہ پڑھ چکی اور اُس کے نام کو جتنا رونا تھا رو چکی ؛

کنور۔ یہ زیادتی آپ لوگ میری ریاست کے ساتھ کر رہے ہیں۔ شادی ہی ایک ایسی تدبیر ہے جو وسنے کی خودسری کو زائل کر دے گی ؛

جان سیلوک۔ میری تو رائے ہے کہ آپ ریاست کو کورٹ آف وارڈ کے سپرد کر دیجئے۔ گورنمنٹ عالیہ آپ کی تجویز کو بخوشی منظور کر لے گی اور آپ کے متعلق اُس کا سارا شبہ دور ہو جائے گا۔ اُس وقت کنور ونے سنگھ کی سیاسی بدعنوانیوں کا ریاست پر ذرا بھی اثر نہ پڑے گا اور اگرچہ اُس وقت اُن کو آپ کی یہ تجویز بُری معلوم ہو گی مگر کچھ روز بعد جب اُن کے خیالات میں پختگی آجائے گی تو وہ آپ کے ممنون ہوں گے اور آپ کو اپنا سچا بہی خواہ خیال کریں گے۔ ہاں اتنی عرض اَور ہے کہ اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے آپ اپنے کو خوب مضبوط بنا لیں۔ اُس وقت اگر آپ کی طرف سے ذرا بھی پس وپیش ہوا تو آپ کی ساری کوشش بیکار جائے گی۔ آپ گورنمنٹ کی بدگمانیوں کو رفع کرنے کی بجائے اور بھی بڑھا دیں گے ؛

کنور۔ میں جائداد کی حفاظت کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ وسنے کو کسی قسم کی مالی تکلیف نہ ہونے پاوے بس اسی لئے میں اَور کچھ نہیں چاہتا ؛

جان سیوک۔ آپ ظاہرا تو کنور وِنے سنگھ کے لئے کوئی انتظام نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے وثیقہ میں سے جو مناسب سمجھیں اُنہیں بھی دے دیا کریں ؛

کنور۔ اچھا مان لیجئے کہ وِنے اِسی راستہ پر بڑھتے ہی گئے تو ؟

جان سیوک۔ تو اُنہیں ریاست پر کوئی اختیار نہ ہوگا ؛

کنور۔ لیکن اُن کی اولاد کو تو یہ اختیار رہے گا ۔

جان سیوک۔ ضرور ؛

کنور۔ گورنمنٹ صاف لفظوں میں اس شرط کو منظور کر لے گی ؟

جان سیوک۔ نہ منظور کرنے کا تو کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا ؛

کنور۔ ایسا تو نہ ہوگا کہ وِنے کے اعمال کا نتیجہ اُن کی اولاد کو بھگتنا پڑے ؟ سرکار ریاست کو ہمیشہ کے لئے ضبط کر لے ؟ دو ایک مقامات پر ایسا ہوا ہے۔ برار ہی کو لیجئے ۔

جان سیوک۔ کوئی خاص بات پیدا ہو جائے تو نہیں کہہ سکتا لیکن سرکار کا یہ وطیرہ کبھی نہیں رہا۔ برار کی بات جانے دیجئے۔ وہ اتنا بڑا صوبہ ہے کہ کسی ریاست میں اُس کا شامل ہو جانا مُلکی انتظامات میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے ؛

کنور۔ تو میں کل ڈاکٹر گنگولی کو شملہ سے تار بھیج کر بُلائے لیتا ہوں

جان سیوک۔ آپ چاہیں تو بُلا لیں۔ میری رائے تو یہی ہے کہ مسودہ بنا کر اُن کے پاس بھیج دیا جاوے۔ یا کہئے تو میں خود چلا جاؤں اور ساری باتیں آپ کی مرضی کے موافق طے کرا آؤں

کنور صاحب نے شکریہ ادا کیا اور گھر چلے آئے۔ تمام رات وہ

اسی حیص بیص میں پڑے رہے کہ ونے اور جانھوی سے اس تجویز کا تذکرہ کروں یا نہیں۔ اُن کا جواب اُنہیں معلوم تھا۔ اُن سے ناپسندیدگی اور انکار کے سوا ہمدردی کی ذرا بھی اُمید نہیں۔ کہنے سے فائدہ کیا؟ ابھی تو ونے کو کچھ خوف بھی ہے۔ یہ حال سُنے گا تو اور بھی دلیر ہو جائے گا۔ آخر کار اُنہوں نے یہی طے کیا کہ ابھی راز فاش کر دینے سے کوئی نفع نہیں بلکہ خلل پڑ جائے گا۔ کام پورا ہو جائے پر کہنے سُننے کے لئے کافی وقت ملے گا۔

مسٹر جان سیوک پیروں تلے گھاس نہ اُگنے دینا چاہتے تھے۔ دوسرے ہی روز اُنہوں نے ایک بیرسٹر سے درخواست کا مسودہ تیار کرایا اور اُسے کنور صاحب کو بھی دکھلایا۔ اُسی روز وہ کاغذ ڈاکٹر گنگولی کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ ڈاکٹر گنگولی نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور خود شملہ سے آئے۔ یہاں کنور صاحب سے مشورہ کیا اور دونوں اصحاب صوبہ کے گورنر کے پاس جا پہنچے۔ گورنر کو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ریاست پر ایک کوڑی کا بھی قرض نہ تھا۔ سرکاری عمّال نے ریاست کے حساب وغیرہ کی جانچ شروع کی اور ایک ماہ کے اندر ریاست پر سرکار کا قبضہ ہو گیا۔ کنور صاحب ندامت و پشیمانی کے سبب ان دنوں ونے سے بہت کم بولتے۔ گھر میں بہت کم جاتے۔ آنکھیں چُراتے رہتے تھے کہ کہیں یہ گفتگو نہ چھڑ جائے۔ جس روز تمام شرائط طے ہو گئیں۔ کنور صاحب سے ضبط نہ ہو سکا۔ ونے سنگھ سے بولے ریاست پر سرکاری قبضہ ہو گیا۔

ونے نے چونک کر دریافت کیا۔ کیا ضبط ہو گئی؟

کنور۔ نہیں۔ میں نے کورٹ آف وارڈ کے سپرد کر دیا۔

یہ کہہ کر اُنھوں نے شرائط کا ذکر کیا اور انکسار کے ساتھ کہا۔ معاف کرنا۔ میں نے تم سے اِس بارہ میں صلاح نہیں کی۔

ونے۔ مجھے اِس کا ذرا بھی غم نہیں ہے۔ لیکن آپ نے فضول ہی اپنے کو گورنمٹ کے ہاتھوں میں ڈال دیا۔ اب آپ کی حیثیت محض ایک وثیقہ دار کی ہے جس کا وثیقہ کسی وقت بھی بند کیا جا سکتا ہے۔

کنور۔ اُس کا الزام تمہارے سر ہے۔

ونے۔ آپ نے یہ تجویز کرنے کے بیشتر ہی مجھ سے پوچھا ہوتا تو یہ نوبت نہ آنے پاتی۔ میں تمام عمر ریاست سے دست بردار رہنے کا اقرار نامہ تحریر کر دیتا اور آپ اُسے شائع کر کے حکّام کو خوش رکھ سکتے تھے۔

کنور (سوچ کر) اُس حالت میں بھی یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ میں پوشیدہ طور پر تمہاری مدد کر رہا ہوں۔ اِس شبہ کو مٹانے کا میرے پاس اور کون ذریعہ تھا؟

ونے۔ تو میں اِس گھر سے نکل جاتا اور آپ سے ملنا جلنا بھی ترک کر دیتا۔ اب بھی اگر آپ اِس انتظام کو منسوخ کرا سکیں تو بہتر۔ میں اپنے خیال سے نہیں۔ آپ ہی کے خیال سے کہہ رہا ہوں۔ میں اپنے گزر بسر کی کوئی صورت پیدا کر لوں گا۔

کنور صاحب آبدیدہ ہو کر بولے۔ ونے۔ مجھ سے ایسی سخت باتیں نہ کرو۔ میں تمہاری ملامت کا نہیں۔ تمہاری ہمدردی اور رحم کا مستحق ہوں میں جانتا ہوں کہ صرف سوشل خدمات سے ہماری نجات نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ ہم آزادی سے اُن خدمات کو بھی انجام نہیں دے سکتے۔ کوئی

تحریک جس سے ملک میں اپنی حالت کے احساس کی قابلیت پیدا ہو۔ جو اخوت اور قومیت کے جذبات کو بیدار کرے۔ استثناء سے بچ نہیں سکتی یہ سب جانتے ہوئے میں نے اس خدمتی دائرہ میں قدم رکھا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا۔ کہ یہ تحریک جلد ہی موجودہ صورت اختیار کرلے گی اور اُس کا یہ انجام ہوگا —— میں نے سوچا تھا کہ میں ظاہر نہ ہو کر بھی اس کا انتظام کرتا رہوں گا۔ یہ نہ جانتا تھا کہ اُس کے لئے مجھے ایسا سب کچھ اپنا ہی نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کا بھی سب کچھ سواہا کر دینا پڑے گا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ میں اس قدر ایثار کی ہمت نہیں ہے ؛

ونے نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اُنہیں اپنی یا صوفیا کی کوئی فکر نہ تھی۔ ہاں اُسے فکر تھی تحریک کو جاری رکھنے کی۔ اس کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا؟ اُنہیں کبھی دان مانگنے کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ وہ یہ نہ جانتے تھے کہ عوام سے روپے کس طرح ملتے ہیں۔ کم از کم پانچ ہزار ماہوار کا صرفہ تھا۔ اسا روپیہ فراہم کرنے کے لئے ایک علیحدہ جماعت کی ضرورت تھی۔ اب اُنہیں معلوم ہوا کہ دولت اتنی حقیر شے نہیں ہے۔ پانچ ہزار روپئے ہوا یا ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کے لئے بارہ لاکھ کے مستقل سرمایہ کی ضرورت ہے۔ کچھ عقل کام نہ کر سکتی تھی۔ جاہنوی کے پاس کچھ اُن کی بچ کی پونجی تھی جسے وہ دینا نہ چاہتی تھیں۔ اب تو اُسے محفوظ رکھنے کی اور بھی زیادہ ضرورت تھی کیونکہ وہ ونے کو مفلس نہیں بنانا چاہتی تھیں۔

سہ پہر کا وقت تھا۔ ونے اور اندر دت دونوں روپے کے لئے متفکر بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتاً صوفیا نے آکر کہا۔ میں ایک تدبیر بتلاؤں۔ اندر دت۔ چندہ مانگنے چلیں؟

صوفیا۔ کیوں نہ ایک ڈراما کھیلا جائے۔ ایکٹر موجود ہی ہیں۔ کچھ پردے تیار کرا لئے جائیں۔ میں بھی تیاری میں مدد دوں گی۔

ونے۔ رائے تو صائب ہے۔ مگر ڈراما کی ہیروئن تمہیں کو بننا پڑے گا؟

صوفیا۔ ہیروئن کا پارٹ اندو رانی لیں گی اور میں اُن کی سکھی کا۔

اندردت۔ اچھا کون سا ناٹک کھیلا جائے؟ بھٹ جی کا دُرگا وتی ناٹک

ونے۔ مجھے تو پرساد کا "اجات شتر" بہت پسند ہے۔

صوفیا۔ مجھے کربلا بہت پسند آیا۔ اس میں رزم کا بھی تماشہ ہے اور سوگ کا بھی۔ دونوں کی نفیس آمیزش ہے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک چٹھی رساں اندر آیا اور ایک مہر رجسٹرڈ لفافہ ونے کے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ لفافہ لندن سے آیا تھا اور اُس پر پربھو سیوک کے نام کی مُہر تھی:

ونے۔ اچھا بتاؤ اس میں کیا ہوگا؟

صوفیا۔ روپے تو ہوں گے نہیں اور چاہے جو ہو۔ وہ غریب روپے کہاں پائے گا؟ وہاں ہوٹل کا خرچ ہی مشکل ادا کرتا ہوگا۔

ونے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اِس میں روپیوں کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

اندردت۔ کبھی نہیں۔ کوئی نئی تصنیف ہوگی۔

ونے۔ تو رجسٹری کرانے کی کیا ضرورت تھی؟

اندردت۔ روپے ہوتے تو بیمہ نہ کرایا ہوتا۔

ونے۔ میں کہتا ہوں روپے ہیں۔ چاہے شرط بدلو

اندردت۔ میرے پاس کُل پانچ روپے ہیں پانچ پانچ کی بازی ہے:

وِلنے۔ یہ نہیں۔ اگر اِس میں روپے ہوں تو میں تمہاری گردن پر سوار ہو کر کمرہ کے اُس سرے تک جاؤں گا۔ نہ ہوئے تو تم میری گردن پر سوار ہونا۔ لو لو۔

اندر دت۔ اچھّا منظور ہے۔ کھولو لفافہ۔

لفافہ کھولا گیا تو ایک چیک نکلا۔ پورے دس ہزار کا۔ لندن بینک کے نام۔ وِلنے خوشی سے اُچھل پڑے۔ بولے — میں کہتا نہ تھا۔ یہاں علمِ غیب پڑھے ہوئے ہیں۔ آئیے لائیے گردن۔

اندر دت۔ ٹھہرو ٹھہرو۔ گردن توڑ کر رکھ دو گے کیا؟ ذرا خط تو پڑھو۔ کیا لکھا ہے؟ کہاں ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ لگے سواری گانٹھنے۔

وِلنے۔ جی نہیں۔ یہ نہیں ہونے کا۔ آپ کو سواری دینی ہوگی۔ گردن ٹوٹے یا رہے۔ اِس کا میں ذمہ دار نہیں۔ کچھ دُبلے پتلے تو ہو نہیں۔ خاصے دیوبے ہوئے ہو۔

اندر دت۔ بھئی۔ آج منگل کے دن نظر نہ لگاؤ۔ کل دو من ۳۵ سیر تولا گیا ہوں۔ راجپوتانہ جانے کے قبل تین من سے زیادہ تھا۔

وِلنے۔ خیر دیر نہ کیجئے۔ آئیے گردن جھکا کر کھڑے ہو جائیے۔

اندر دت۔ صوفیا میری حفاظت کرو۔ تمہیں نے پہلا کہا تھا کہ اِس میں روپے نہ ہوں گے۔ وہی سُن کر میں نے بھی کہہ دیا تھا۔

صوفیا۔ میں تمہارے جھگڑوں میں نہیں پڑتی۔ تم جانو وہ جانیں۔ یہ کہہ کر اُس نے خط پڑھنا شروع کیا۔

پیارے بھائی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ خط کس کو لکھ رہا ہوں۔ کچھ خبر نہیں کہ آج کل مینیجر کون ہے۔ مگر سیوا سمتی سے مجھے اب بھی وہی محبت

ہے جو پہلے تھی۔ اُس کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ میری خیریت کا حال جاننے کے لئے مشتاق ہوں گے۔ میں پونا ہی میں تھا کہ وہاں کے گورنر نے مجھے ملنے کے لئے بلایا۔ اُن سے دیر تک علم ادب کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ وہ ایک ہی ماہرِ فن ہیں۔ ہمارے ملک میں ایسے لوگ کم نکلیں گے۔ ویسے تو اُس کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا) کے سوا میں نے اور کسی کو بھی ایسا سخن فہم نہیں پایا۔ کتنا جاندار اخلاق تھا گورنر صاحب کے اصرار سے میں یہاں آیا اور جب سے آیا ہوں میری تواضع تکریم برابر ہو رہی ہے۔ واقعی زندہ اقوام ہی ماہرین فن کی قدر کرنا جانتے ہیں۔ بڑے خلیق بڑے خدا ترس اور ملنسار آدمی ہیں۔ مجھے اس قوم سے اب عقیدت ہو گئی ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس قوم کے ہاتھوں ہمارا نقصان کبھی نہیں ہو سکتا۔ کل یونیورسٹی کی جانب سے مجھے ایک سپاس نامہ دیا گیا تھا۔ جاہ داں ادب کا ایسا ہجوم میں نے کا ہے کو کبھی دیکھا تھا۔ عورتیں کا اخلاق اور احترام آمیز سلوک دیکھ کر میں دنگ ہو گیا۔ دو دن پہلے انڈیا ہاؤس نے دعوت دی تھی۔ آج ادبی انجمن نے مدعو کیا ہے۔ کل لیڈی ایس۔ ایس۔ ڈی الش دعوت دے گا۔ پرسوں پارسی سماج کا نمبر ہے۔ اُسی روز پرنس کلب کی جانب سے پارٹی دی جاوے گی۔ مجھے خواب میں بھی اُمید نہ تھی کہ میں اتنی جلد بڑا آدمی ہو جاؤں گا۔ بس شہرت اور عزت کی بڑائی کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ اِس کے سوا اہلِ کمال کو اور کیا صلہ مل سکتا ہے؟ مجھے اب معلوم ہوا کہ میں کیا کرنے کے لئے دُنیا میں آیا ہوں۔ میری زندگی کا مقصد کیا ہے اب تک وہم میں پڑا ہوا تھا۔ اب میری زندگی کا مشن ہوگا مغرب و مشرق میں رشتۂ اتحاد قائم کرنا اور اُسے پائدار بنانا باہمی اختلافات کو مٹانا اور

دونوں میں یکسانیت کے جذبات کو پیدا کرنا۔ میں اسی بات کا عہد کروں گا کسی زمانہ میں مشرق نے مغرب کو مذہب اور ایمان کا راستہ دکھلا دیا تھا۔ اب وہ اُسے اتحاد کا نغمہ سنائے گا۔ اتحاد کا راستہ دکھلائے گا۔ میرے کلام کے پہلے حصّہ کو میکملن کمپنی جلد ہی شائع کرے گی۔ خود گورنر صاحب اُس کا دیباچہ لکھیں گے۔ اِس مجموعۂ کلام کے لئے کمپنی نے مجھے چالیس ہزار روپے دئے ہیں۔ تمنّا تو یہی تھی کہ یہ ساری رقم اپنی پیاری سمتی کے نذر کرتا مگر ارادہ ہے کہ امریکہ کی سیر بھی کروں۔ اِس لئے اِس وقت جو کچھ بھیجتا ہوں اُسے قبول کیجئے۔ مَیں نے محض اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اس لئے شکریہ کی امید نہیں رکھتا۔ البتہ اتنا عرض کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کو خدمت کے معیارانہ اصولوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور سیاسی معاملات سے الگ ہو کر انسانی اخوت کی اشاعت کو اپنا معیار بنانا چاہیئے۔ میری تقریروں کی رپورٹ آپ کو یہاں کے اخبارات میں ملے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ میرے سیاسی خیالات میں کتنا فرق آ گیا ہے۔ میں اب ایک مُلک کا نہیں بلکہ سب ملکوں کا ہوں۔ اب ساری دُنیا میرا مُلک ہے۔ کُل انسان میرے بھائی ہیں اور جغرافیائی یا قومی حدود کو مٹا دینا میری زندگی کا خاص مقصد ہے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ امریکہ سے بخیریت واپس آؤں ۔

آپ کا سچّا بھائی، پربھو سیوک

صوفیا نے خط میز پر رکھ دیا۔ متانت سے بولی ــــ اس کے دونوں ہی مطلب ہو سکتے ہیں۔ روحانی کمال یا زوال۔ مَیں تو زوال ہی سمجھتی ہوں ۔

ونے۔ کیوں کمال کیوں نہیں ؟
صوفیا۔ اِس لئے کہ یہ ھوسیوک آرایش و زیبایش کا دلدادہ ہے۔ وہ ایک بات پر کبھی قائم نہیں رہتا۔ جو شخص اپنی عزت ہونے پر اتنا پُر امید ہو سکتا ہے وہ اپنی ذلّت سے اُتنا ہی نا اُمید بھی ہو جائے گا ۔
ونے۔ یہ کوئی بات نہیں۔ شاید اِسی طرح میں بھی مسرور ہو جاتا۔ یہ تو بالکل قدرتی بات ہے۔ یہاں اُن کی کیا قدر ہوتی ؟ مرنے دم تک گمنام ہی رہتے ۔
اندردت۔ جب ہمارے کام کے نہیں رہے تو مشہور ہوا کریں۔ ایسے دنیا سے محبت کرنے والوں کے ہاتھوں نہ کسی کی بھلائی ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ جس میں اپنا پن نہیں اُس میں پرایا پن کیا ہوگا ؟
صوفیا۔ یہی محبت ہمارے کئی شعراء کو لے ڈوبی اور وہ اِنہیں بھی لے ڈوبے گی۔ انکا عدم وجود ہمارے لئے یکساں ہے بلکہ مجھے تو اب اِن سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے میں ابھی جاکر اِس خط کا جواب لکھتی ہوں ۔
یہ کہتے ہوئے صوفیا اُس خط کو ہاتھ میں لئے اپنے کمرہ میں چلی گئی۔
ونے نے کہا۔ کیا کروں ؟ روپیے واپس کردوں ؟
اندردت۔ روپیے کیوں واپس کروگے۔ اُنھوں نے کوئی شرط تو نہیں لکھی ہے محض دوستانہ صلاح دی ہے اور بہت عمدہ صلاح دی ہے۔ ہمارا بھی تو وہی مقصد ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مساوات کے لئے ہی اخویت کی اشاعت کرنی چاہتے ہیں اور ہم اخویت کے لئے مساوات کا ہونا لازمی خیال کرتے ہیں ۔
ونے۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اخویت کا مساوات ہی پر دارومدار ہے ۔

اندردت - شریمتی صوفیا اُن کی خوب خبر لیں گی ۔

ونے - اچھا - ابھی روپے رکھے لیتا ہوں۔ پھر دیکھا جائے گا ۔

اندردت - دو چار ایسے ہی دوست اور مل جائیں تو ہمارا کام چل نکلے ۔

ونے - صوفیا کے ڈراما کھیلنے والی صلاح کیسی ہے ؟

اندردت - کیا پوچھنا - اُن کا پارٹ دیکھ کر لوگ دنگ رہ جائیں گے ۔

ونے - تم میری جگہ ہوتے تو اُسے اسٹیج پر لانا پسند کرتے ؟

اندردت - پسند سمجھ کر تو نہیں لیکن رفاہ عام کے لئے اسٹیج پر لانے میں شاید مجھے اعتراض نہ ہوتا ۔

ونے - تو تم مجھ سے کہیں زیادہ فراخ دل ہو۔ میں تو یہ بات کسی حالت میں بھی پسند نہ کروں گا - ہاں یہ تو بتاؤ کہ تمہیں صوفیا آج کل کچھ اداس سی معلوم ہوتی ہے ؟ کل اُس نے مجھ سے جو باتیں کہیں وہ بہت مایوس کُن تھیں - اُس کو اندیشہ ہے کہ اُسی کے سبب ریاست کا یہ حشر ہوا ہے ماتا جی تو اُس پر جان دیتی ہیں مگر وہ اُن سے دور بھاگتی ہے - پھر وہی روحانی باتیں کرتی ہے - جس کا مطلب آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا - "میں تمہارے پیروں کی زنجیر نہیں بننا چاہتی - میرے لئے صرف تمہاری محبت کی نظر کافی ہے" - اور خدا جانے کیا کیا بک جاتی ہے - اِدھر میرا یہ حال ہے کہ گھنٹہ بھر بھی اُسے نہ دیکھوں تو دل بیقرار ہو جاتا ہے ۔

اتنے ہی میں موٹر کی آواز سُنائی دی اور ایک لمحہ بعد اندو وہاں آ پہنچی ۔

اندردت - آئیے - اندو رانی آئیے - آپ ہی کا انتظار تھا ۔

اندو - جھوٹے ہو - میری اس وقت ذرا بھی چرچا نہ تھی - روپے کیسے تردد

میں مبتلا ہو ۔

اندر دت۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ لائی ہیں۔ لائیے۔ واقعی ہم لوگ بہت متردّد ہیں ۔

اندو۔ مجھ سے مانگتے ہو؟ میرا حال جان کر بھی! ایک بار جینا دے کر ہمیشہ کے لئے سکھ گئی۔ (رونے سے) صوفیا کہاں ہے؟ ماتاجی تو اب راضی ہیں نا؟

ونے۔ کسی کے دل کی بات کوئی کیا جانے؟

اندو۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ ماتاجی بھی راضی ہو جائیں تو بھی تم صوفیا کو نہ پا سکو گے۔ تمہیں اِن باتوں سے رنج تو ضرور ہو گا مگر کسی صدمہ کے لئے پیشتر سے تیار رہنا اِس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اُسے ناگہانی طریقہ پر برداشت کرنا پڑے ۔

ونے نے آنسو پی کر کہا ——— مجھے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔

اندو۔ صوفیا کل مجھ سے ملنے گئی تھی۔ اُس کی باتوں نے اُسے بھی رلایا اور مجھے بھی۔ وہ بڑی کشمکش میں پڑی ہوئی ہے۔ نہ تمہیں مایوس کرنا چاہتی ہے اور نہ ماتاجی کو ناخوش کرنا چاہتی ہے۔ نہ جانے کیوں اُسے اب بھی شک ہے کہ ماتاجی اُسے اپنی بہو نہیں بنانا چاہتیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ صرف اُس کا خیال ہے۔ وہ خود اپنے دلی راز کو نہیں سمجھتی۔ وہ عورت نہیں ہے ایک خیالی وجود ہے۔ جذبات اور حسیات سے معمور۔ تم اُس سے لطف اندوز ہو سکتے ہو مگر اُسے عملاً محسوس نہیں کر سکتے۔ اُسے مجسم نہیں دیکھ سکتے۔ شاعر اپنے عمیق ترین جذبات کو ادا نہیں کر سکتا۔ زبان میں اتنی سکت ہی نہیں ہے۔ صوفیا بھی وہی عمیق ترین جذبہ ہے ۔

اندر وتی۔ اور آپ کی یہ ساری باتیں بھی شاعرانہ ہیں۔ صوفیا نہ شاعرانہ خیال ہے نہ کوئی مخفی راز۔ وہ نہ دیوی ہے نہ دیوتا۔ نہ حور ہے نہ پری جیسی اور عورتیں ہوتی ہیں ویسی ہی ایک عورت وہ بھی ہے۔ وہی اس کے جذبات ہیں اور وہی اس کے خیالات۔ آپ لوگوں نے کبھی شادی کی کوئی تیاری کی۔ کوئی بھی ایسی بات کی جس سے معلوم ہوتا کہ آپ لوگ یہ شادی کر دینا چاہتے ہیں؟ تو جب آپ لوگ خود ہی بے غرض بنے ہوئے ہیں تو اُسے کیا غرض ہے کہ خواہ مخواہ شادی کا تذکرہ کرتی پھرے میں تو اکھڑ آدمی ہوں۔ اُسے ونے سے لاکھ محبت ہو مگر وہ اپنے منہ سے تو شادی کی بات نہ کہے گی۔ آپ لوگ وہی چاہتے ہیں جو کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اُس نے بھی حیا داری کی راہ سے یہ تدبیر نکالی ہے۔ آپ لوگ تیاریاں کیجئے۔ پھر اُس کی طرف سے اعتراض ہو تو البتہ اُس سے شکایت ہو سکتی ہے جب دیکھتی ہے کہ آپ لوگ خود ہی پس و پیش کر رہے ہیں تو وہ بھی اُن دلیلوں سے اپنی عزّت قائم رکھنا چاہتی ہے۔۔

اندو۔ ایسا کہیں بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ وہ اس مکان میں بھی نہ رہے گی۔

اتنے میں صوفیا اُس خط کو لئے ہوئے آتی نظر پڑی جو اُس نے پر بھو سیوک کو لکھا تھا۔ اندو نے بات پلٹ دی اور کہا۔ تم لوگوں کو تو ابھی خبر نہ ہوگی اور مسٹر سیوک کو پانڈے پور مل گیا۔۔

صوفیا نے اندو سے گلے ملتے ہوئے پوچھا ــــ پاپا اُس گاؤں کو لے کر کیا کریں گے؟

اندو۔ ابھی تمہیں معلوم ہی نہیں؟ وہ محلہ کھدوا کر پھینک دیا جائے گا۔

اور وہاں بل کے مزدوروں کے لئے مکانات بنائے جائیں گے۔

اندر دت۔ راجہ صاحب نے منظور کر لیا؟ اتنی جلد بھول گئے۔ ایسے شہر میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔

اندو۔ سرکار کا حکم تھا کیسے نہ منظور کرتے؟

اندر دت۔ صاحب نے بڑی دوڑ لگائی۔ سرکار پر بھی منتر چلا دیا۔

اندو۔ کیوں اتنی بڑی ریاست پر سرکار کا قبضہ نہیں کرا دیا؟ ایک باغی راجہ کو مجہول نہیں بنا دیا؟ ایک انقلابی تحریک کی بیخ کنی نہیں کر دی؟ سرکار پر اتنے احسانات کر کے اُسے یونہی جانے دیتے۔ کاروباری شخص نہ ہوتے کوئی راجہ نواب ہوئے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے۔ کہ کمپنی نے پچیس فی صدی نفع دے کر لورڈ کثیر التعداد ممبروں کو اپنی مٹھی میں کر لیا۔

وِسنے۔ تو راجہ صاحب کو استعفٰے دے دینا چاہئے تھا۔ اتنی بڑی ذمہ داری سر پر لینے سے تو یہی بہتر ہوتا۔

اندو۔ کچھ سوچ سمجھ کر تو منظور کیا ہوگا۔ سُنا کہ پانڈے پور کے لوگ اپنے مکانات چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے۔

اندر دت۔ نہ ہونا چاہئے۔

صوفیا۔ ذرا چل کر دیکھنا چاہئے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن کہیں مجھے پاپا نظر آ گئے تو؟ نہیں میں نہ جاؤں گی۔ تمہیں لوگ جاؤ۔

تینوں آدمی پانڈے پور کو روانہ ہوئے۔

(۴۲)

عدالت نے اگر دونوں لڑکوں کو سخت سزا دی تو عوام نے بھی سُورداس

کو اُس سے کم سخت سزا نہیں دی۔ اُس پر ہر طرف سے تھڑی تھڑی ہونے لگی۔ محلہ والوں کا تو کہنا ہی کیا۔ آس پاس کے گاؤں والے بھی دو چار کھری کھوٹی سُنا جاتے تھے ۔۔ مانگتا تو ہے بھیک پر اپنے کو کتنا لگاتا ہے۔ ذرا چار بھلے مانسوں نے مُنہ لگا لیا تو گھمنڈ کے مارے دھرتی پر پاؤں ہی نہیں دھرتا۔ سورداس کو شرم کے مارے گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا۔ اُس کا ایک اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ بجرنگی اور جگدھر کا غصہ فرو ہو گیا۔ بجرنگی نے سوچا کہ اب کیا ماروں پیٹوں اُس کے مُنہ میں تو یوں ہی کالکھ لگ گئی۔ جگدھر کی تنہا اتنی ہمت کہاں۔ دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ سبھاگی پھر بھیرو کے گھر جانے پر رضامند ہو گئی۔ اُسے معلوم ہو گیا کہ بلا کسی آڑ کے میں اِن جھونکوں سے بچ نہیں سکتی۔ سورداس کی آڑ صرف ٹٹی کی آڑ تھی۔

ایک روز سورداس بیٹھا ہوا دُنیا کی ہٹ دھرمی اور بے انصافی کا دُکھڑا رو رہا تھا کہ سُبھاگی بولی ۔۔۔ بھیا تمہارے اوپر میرے کارن چاروں طرف سے بوچھار پڑ رہی ہے۔ بجرنگی اور جگدھر دونوں مارنے پر اُتار رو ہیں۔ نہ ہو تو مجھے بھی اب میرے گھر پہنچا دو۔ یہی نہ ہوگا۔ مارے پیٹے گا۔ کیا کروں گی۔ سہ لوں گی۔ اِس بے آبروئی سے تو بچوں گی۔

بھیرو تو پہلے ہی سے منہ پھیلائے ہوئے تھا۔ بہت خوش ہوا۔ آکر سُبھاگی کو بڑے آنند سے لے گیا۔ سُبھاگی جا کر بُڑھیا کے پیروں پر گر پڑی اور خوب روئی۔ بڑھیا نے اُٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ بیچاری اب آنکھوں سے بھی معذور ہو گئی تھی۔ بھیرو جب کہیں چلا جاتا تو دوکان پر کوئی بیٹھنے والا نہ رہتا۔ لوگ اندھیرے میں لکڑیاں اُٹھا لے جاتے تھے۔

کھانا تو خیر کسی طرح پکا لیتی تھی مگر اس لُوٹ گھسوٹ کا نقصان نہ سہا جاتا تھا۔ سُبھاگی گھر کی دیکھ بھال تو کرے گی۔ رہا بھیرو سو اُس کے دل میں اب دغا و فریب کا نام بھی نہ تھا۔ اُسے سورداس سے اتنی عقیدت ہو گئی تھی کہ شاید کسی دیوتا سے بھی نہ ہو گی۔ اب وہ اپنی پچھلی باتوں پر پچھتاتا اور کھلے دل سے سورداس کی سراہنا کرتا تھا۔

اتنے دنوں تک سورداس کو گھر بار کی فکر سے نجات تھی۔ پکّی پکائی روٹیاں مل جاتی تھیں۔ برتن دُھل جاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو لگ جاتی تھی۔ اب پھر وہی پُرانی مصیبت سر پر سوار ہوئی مِٹھوا اب اسٹیشن ہی پر رہتا تھا۔ گھیسو اور ودّیا دھر کی سزا سے اُس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ اُس نے کان پکڑے کہ اب کبھی جُوا اور چرس کے قریب نہ جاؤں گا۔ بازار سے چنے لے کر چباتا اور اسٹیشن کے برآمدے میں پڑا رہتا تھا۔ کون روز تین چار میل چلے؟ ذرا بھی فکر نہ تھی کہ سورداس کی کیسی کٹتی ہے۔ اب میرے ہاتھ پیر ہو گئے کچھ مرا درض بھی اُس کے متعلق ہے یا نہیں۔ آخر کس دن کے لئے اُس نے مجھے اپنے لڑکے کی طرح پالا پوسا تھا؟ سورداس کئی مرتبہ خود اسٹیشن پر گیا اور اُس سے کہا کہ شام کو گھر چلا آیا کر۔ کیا اب بھی بھیک مانگوں؟ مگر اُس کی بلا سُنے۔ ایک مرتبہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ یہاں میرا گذر تو ہوتا ہی نہیں۔ تمہارے لئے کہاں سے لاؤں؟ میرے لئے تم نے کون سی بڑی تپسیا کی تھی؟ ایک ٹکڑا روٹی دے دیتے تھے۔ کُتّے کو نہ دیا مجھی کو دیا۔ تم سے میں کہنے گیا تھا کہ مجھے کھلاؤ پلاؤ؟ چھوڑ کیوں نہ دیا؟ کیا جن لڑکوں کے ماں باپ نہیں ہوتے وہ سب مر ہی جاتے ہیں؟ جیسے تم ایک ٹکڑا دے دیتے تھے

دیسے بہت ٹکڑے مل جاتے۔ اِن باتوں سے سُورداس اس قدر دل شکستہ ہوگیا کہ پھر اُس سے گھر آنے کو نہ کہا۔

اِدھر صوفیا کئی بار سُورداس سے مل چکی تھی۔ وہ اور تو کہیں نہ جاتی مگر وقت نکال کر سُورداس سے ملنے ضرور جاتی۔ ایسے موقع سے پہنچتی کہ سیوک صاحب سے دوچار ہونے کی نوبت نہ آنے پائے۔ وہ جب آتی تو سُورداس کے لئے کوئی نہ کوئی سوغات ضرور لاتی۔ اُس نے اندردت سے اس کا سارا حال سُنا تھا۔ اُس کا عدالت میں عوام سے اپیل کرنا چندہ کے روپے خود نہ لے کر دوسرے کو دے دینا۔ زمین کا معاوضہ جو سرکار سے ملا تھا اُسے خیرات کر دینا۔ اُس وقت سے اُس کو سورداس سے اور بھی زیادہ عقیدت ہوگئی تھی۔ جُہلاء کا مذہبی شوق اینٹ پتھر کی پرستش سے پورا ہو جاتا ہے اور شرفاء کا اولیائے کرام کی خدمت سے۔ اُنہیں، مجذوب اگلے جنم کا کوئی رشی معلوم ہوتا ہے۔ وہ اُس کی گالیاں سُنتے ہیں۔ اُس کے جھوٹے برتن دھوتے ہیں یہاں تک کہ اس کے گرد آلود پیروں کو دھو کر پی جاتے ہیں۔ اُنہیں اُس کے قالب میں کوئی مقدس ترین روح بیٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ صوفیا کو سُورداس سے کچھ ایسی ہی عقیدت ہوگئی تھی۔ ایکبار وہ اُس کے لئے سنترے اور سیب لے گئی سُورداس گھر لایا۔ مگر اُس نے خود نہ کھایا۔ مٹھوا کی یاد آئی۔ وہ اُس کی بدکلامی کو بھول گیا۔ سویرے پھلوں کو لے کر اسٹیشن گیا اور اُسے دے آیا۔ ایکبار صوفیا کے ساتھ اندو بھی آئی تھی۔ سردی کے دن تھے۔ سورداس کھڑا کانپ رہا تھا۔ اندو نے وہ کمبل جسے وہ اپنے پیروں پر ڈالے ہوئے تھی سُورداس کو دے دیا۔ سُورداس کو وہ کمبل ایسا اچھا معلوم ہُوا کہ اُسے خود نہ اوڑھ

سکا۔ میں بوڑھا بھکاری۔ یہ کمبل اوڑھ کر کہاں جاؤں گا؟ کون بھیک دے گا؟ رات کو زمین پر پڑ رہوں۔ دن بھر سڑک کے کنارے کھڑا رہوں۔ مجھے یہ کمبل لے کر کیا کرنا ہے۔ جا کر مٹھوا کو دے آیا۔ اِدھر تو اب بھی اتنی محبت تھی اُدھر مٹھوا اتنا خود غرض تھا کہ کھانے کو بھی نہ پوچھتا۔ سُورداس سمجھتا کہ لڑکا ہے۔ یہی اس کے کھانے پہننے کے دن ہیں۔ میری خبر نہیں لیتا نہ سہی۔ خود تو آرام سے کھاتا پہنتا ہے۔ اپنا ہے تو کب نہ کام آئیگا

پھاگن کا مہینہ تھا اور شام کا وقت۔ ایک عورت گھاس بیچ کر جا رہی تھی۔ مزدوروں نے ابھی ابھی کام سے فراغت پائی تھی۔ دن بھر چپ چاپ چرخیوں کے سامنے کھڑے کھڑے اُکتا گئے تھے۔ تفریح کے بیقرار تھے۔ گھسیاری کو دیکھتے ہی اُس پر گندی کبیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ سورداس کو یہ بات بُری لگی۔ بولا — یارو کیوں اپنی جبان کھراب کرتے ہو؟ وہ بیچاری تو اپنی راہ چلی جاتی ہے۔ اور تم لوگ اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ بھی تو کسی کی بہو بیٹی ہوگی:

ایک مزدور نے کہا۔ بھیک مانگو بھیک۔ جو تمہارے کرم میں بدا ہے۔ ہم گاتے ہیں تو تمہاری نانی کیوں مرتی ہے؟

سُورداس۔ گانے کو تھوڑے ہی کوئی منع کرتا ہے:

مزدور۔ تو ہم کیا لاٹھی چلاتے ہیں؟

سُورداس۔ اُس عورت کو چھیڑتے کیوں ہو؟

مزدور۔ تو تمہیں کیوں بُرا لگتا ہے؟ تمہاری بہن ہے کہ بیٹی؟

سُورداس۔ بیٹی بھی ہے بہن بھی ہے۔ ہماری ہوتی تو کسی دوسرے بھائی کی ہوتی تو۔

اُس کے مُنہ سے جملہ کا آخری لفظ نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک مزدور نے چپکے سے جا کر اُس کی ایک ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ بیچارہ بے خبر کھڑا تھا۔ اتنی زور سے مُنہ کے بل گرا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ مُنہ میں بڑی چوٹ آئی۔ ہونٹ کٹ گئے۔ غشی سی آگئی۔ پندرہ بیس منٹ تک وہیں بیہوش پڑا رہا۔ کوئی مزدور پاس بھی نہ آیا۔ سب اپنی اپنی راہ چلے گئے۔ اتفاقاً نایک رام اُسی وقت شہر سے آرہے تھے۔ سورداس کو سڑک پر پڑا دیکھا تو چکرائے کہ ماجرا کیا ہے۔ کسی نے مارا پیٹا تو نہیں؟ بجرنگی کے سوا اور کس میں اتنا دم ہے۔ بُرا کیا۔ کتنا ہی ہو اپنے ایمان کا سچا ہے۔ اُنہیں رحم آگیا۔ قریب جا کر ہلایا تو سورداس کو ہوش آیا۔ اُس نے اُٹھ کر نایک رام کا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے لاٹھی ٹیکتا ہوا چلا۔

نایک رام نے پوچھا۔ کسی نے مارا ہے کیا۔ سُور؟ مُنہ سے لہو بہہ رہا ہے۔

سُورداس۔ نہیں بھیّا۔ ٹھوکر کھا کر گر پڑا تھا۔

نایک رام۔ چھپاؤ مت۔ اگر بجرنگی یا جگدھر نے مارا ہو تو بتا دو۔ دونوں کو سال سال بھر کے لئے بھجوا نہ دوں تو براہمن نہیں۔

سُورداس۔ نہیں بھیّا۔ کسی نے نہیں مارا۔ جھوٹ کیسے لگا دوں؟

نایک رام۔ مِل والوں میں سے تو کسی نے نہیں مارا؟ یہ سب بہت راہ چلتے آدمیوں کو چھیڑا کرتے ہیں۔ کہتا ہوں۔ لٹوا دوں گا ان جھونپڑوں میں آگ نہ لگا دوں تو کہنا۔ بتاؤ کس نے یہ کام کیا۔ تم تو آج تک کبھی ٹھوکر کھا کر نہیں گرے۔ ساری دیہہ لہو میں لت پت ہو گئی ہے۔

سورداس نے کسی کا نام نہ بتلایا۔ جانتا تھا کہ نایک رام غصّہ میں آجائے گا تو مرنے مارنے کو نہ ڈرے گا۔ گھر پہنچا تو سارا محلّہ دوڑ پڑا۔ ہائے ہائے کس مُدّعی نے بیچارے اندھے کو مارا؟ دیکھو تو مُنہ کتنا سُوج گیا ہے۔ لوگوں نے سورداس کو بستر پر لٹا دیا۔ بھیرو دوڑا۔ بجرنگی نے آگ جلائی۔ افیون اور تیل کی مالش ہونے لگی۔ سبھی کے دل اُس کی طرف سے نرم پڑ گئے۔ تنہا جگدھر خوش تھا۔ جمنی سے بولا۔ بھگوان نے ہمارا بدلا لیا ہے۔ ہم صبر کر گئے۔ پر بھگوان تو نیائے کرنے والے ہیں۔

جمنی چڑھ کر بولی۔ چُپ بھی رہو۔ آئے ہو بڑے نیائی کی پونچھ بن کے۔ پیٹ میں بَیری پر بھی نہ ہنسنا چاہئے۔ وہ ہمارا بَیری نہیں ہے۔ سچّی بات کے پیچھے جان دے دے گا۔ چاہے کسی کو اچھّا لگے یا بُرا۔ آج ہم میں سے کوئی بیمار پڑ جائے تو دیکھو کہ رات کی رات بیٹھا رہتا ہے کہ نہیں۔ ایسے آدمی سے کیا بَیر۔

جگدھر شرمندہ ہو گیا۔

پندرہ روز تک سُورداس گھر سے نکلنے کے قابل نہ ہوا۔ کئی دن تک مُنہ سے خون آتا رہا۔ سُبھاگی دن بھر اُس کے پاس بیٹھی رہتی اور بھیرو رات کو اس کے پاس سوتا۔ جمنی بڑے سویرے گرم دودھ لے کر آتی اور اسے اپنے ہاتھوں سے پلا جاتی۔ بجرنگی بازار سے دوائیں لاتا ہاں اگر کوئی اُسے دیکھنے نہ آیا تو وہ مٹھوا تھا۔ اُس کے پاس تین مرتبہ آدمی گیا مگر اُس کی اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ تیمارداری کے لئے نہیں تو کم از کم اُس کی خیر و عافیت کا حال ہی دریافت کرنے کے لئے آتا۔ ڈرتا تھا کہ جاؤں گا تو لوگوں کے کہنے سُننے سے کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا

اسے اب روپے کا چسکا لگ گیا تھا۔ سورداس کے مُنہ سے بھی اتنا نکل ہی گیا۔ دنیا اپنے مطلب کی ہے۔ باپ ننّھا سا چھوڑ کر مر گیا۔ تو اپنے لڑکے کی طرح پرورش کی۔ آپ لڑکوری کی طرح بن گیا۔ اُس کی نیند سوتا تھا۔ اُس کی نیند جاگتا تھا۔ آج چار پیسے کمانے لگا تو بات بھی نہیں پوچھتا۔ خیر۔ ہمارے بھی بھگوان ہیں۔ جہاں رہے سُکھی رہے۔ اُس کی نیت اُس کے ساتھ۔ میری نیت میرے ساتھ۔ اُسے میری کلک نہ ہو۔ مجھے تو اُس کی کلک ہے۔ میں کیسے بھول جاؤں؟ میں نے لڑکے کی طرح اُسے پالا ہے ۔

اِدھر تو سورداس بستر علالت پر پڑا ہُوا تھا اُدھر پانڈے پور کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ ایک روز علے الصباح راجہ مہیندر کمار مسٹر جان سیوک۔ افسر تخمینہ۔ پولیس کے چند سپاہی اور ایک داروغہ پانڈے پور آ پہنچے۔ راجہ صاحب نے محلّے کے لوگوں کو جمع کر کے کہا۔ سرکار کو ایک خاص سرکاری کام کے لئے اس محلّہ کی ضرورت ہے۔ اُس نے فیصلہ کیا ہے کہ تم لوگوں کو معقول معاوضہ دے کر یہ زمین حاصل کر لی جائے۔ لاٹ صاحب کا حکم آ گیا ہے۔ افسر تخمینہ صاحب اسی کام کے لئے تعینات کئے گئے ہیں کل سے اُن کا اجلاس یہیں ہوا کرے گا۔ وہی سب مکانوں کی قیمت کا تخمینہ کریں گے اور اُسی کے مطابق تم لوگوں کو معاوضہ مل جائے گا۔ تمہیں جو کچھ عرض معروض کرنا ہو۔ اُنہیں سے کرنا۔ آج سے تین ماہ کے اندر تمہیں اپنے اپنے مکان خالی کر دینے پڑیں گے۔ معاوضہ بعد کو ملتا رہے گا۔ جو شخص اتنے دنوں کے اندر مکان نہ خالی کرے گا اُس کے معاوضہ کے روپے ضبط کر لئے جاویں گے اور وہ جبراً گھر سے نکال دیا جاوے گا۔ اگر کوئی شخص رکا

ٹوک کرے گا تو پولیس اُس کا چالان کرے گی۔ اُسے سزا ہوگی۔ سرکار تم لوگوں کو بلا وجہ تکلیف نہیں دے رہی ہے۔ اُس کو اِس زمین کی سخت ضرورت ہے۔ میں صرف سرکاری حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

گاؤں کوالوں کو پہلے ہی سے اُس کی کچھ خبر مل چکی تھی۔ لیکن اس خیال سے دل کو تسکین دے رہے تھے کہ کون جانے خبر ٹھیک ہے یا نہیں۔ جیوں جیوں دیر ہوتی تھی ان کی کاہل الوجود طبیعتیں بیفکر ہوتی جاتی تھیں۔ کسی کو اُمید تھی کہ حُکام سے کہہ سُن کر اپنا گھر بچالوں گا۔ کوئی کچھ دے دلا کر اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا تھا۔ کوئی عذر داری کرنے کا فیصلہ کئے ہوئے تھا۔ کوئی یہ سوچ کر خاموش بیٹھا ہوا تھا کہ نہ جانے کیا ہوگا۔ پہلے سے کیوں اپنی جان ہلکان کریں۔ جب سر پر پڑے گی دیکھی جائے گی۔ اس پر بھی آج جب لوگوں نے یکایک یہ حکم سُنا تو گویا اُن پر بجلی سی گر پڑی۔ سب کے سب دست بستہ راجہ صاحب کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ـــــ سرکار۔ یہاں رہتے ہماری پیڑھیاں بیت گئیں۔ اب سرکار ہم کو نکال دے گی تو کہاں جائیں گے؟ دو چار آدمی ہوں تو کہیں گھس پڑیں۔ محلہ کا محلہ اُجڑ کر کہاں جائے گا؟ سرکار جیسے ہمیں نکالتی ہے ویسے کہیں کوئی ٹھکانا بھی بتا دے۔

راجہ صاحب بولے۔ مجھے خود اِس بات کا سخت افسوس ہے اور میں نے تمہاری طرف سے سرکار کی خدمت میں عذر بھی کیا تھا۔ مگر سرکار کہتی ہے کہ اِس زمین کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا۔ مجھے تمہارے ساتھ سچی ہمدردی ہے مگر مجبور ہوں۔ کچھ کر نہیں سکتا۔ سرکار کا حکم ہے۔ ماننا ہی پڑے گا۔

اِس کا جواب دینے کی کسی کو جُرات نہ ہوتی تھی۔ لوگ ایک دوسرے کو کہنیوں سے دھکے دیتے تھے کہ آگے بڑھ کر پوچھو۔ معاوضہ کس حساب سے ملے گا مگر کسی کے قدم آگے نہ بڑھتے تھے۔ نایک رام یوں تو بہت ہی چلتے ہوئے آدمی تھے۔ مگر اس موقع پر وہ بھی خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ وہ راجہ صاحب سے کچھ کہنا سُننا فضول سمجھ کر افسر تخمینہ سے تخمینہ کی شرح میں کچھ بیشی کرا لینے کی تدبیر سوچ رہے تھے۔ کچھ دے دلا کر اُن سے کام نکالنا زیادہ آسان معلوم ہوتا تھا۔ اس مصیبت میں سبوں کو سورداس کی یاد آتی تھی وہ ہوتا تو ضرور ہی ہماری طرف سے کچھ کہتا سُنتا اتنا گردہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔ کئی آدمی دوڑے ہوئے سورداس کے پاس گئے۔ اور اُس سے یہ سارا حال کہا۔

سورداس نے کہا۔ اور سب لوگ تو موجود ہی ہیں۔ میں چل کر کیا کروں گا۔ نایک رام کیوں سامنے نہیں آتے؟ یوں تو بہت گرجتے ہیں۔ اب کیوں مُنہ نہیں کھلتا؟ محلّہ ہی میں رعب دکھانے کو ہیں؟ ٹھاکر دین۔ سب کی دیکھ لی گئی۔ سب کے مُنہ میں دہی جما ہوا ہے۔ حاکموں سے بولنے کو ہمت چاہیئے۔ اَکل چاہیئے۔

شیو سیوک بنیا نے کہا۔۔۔ میرے تو اُن کے سامنے کھڑے ہوتے پیر تھر تھر کانپتے ہیں۔ نہ جانے کوئی کیسے حاکموں سے باتیں کرتا ہے؟ مجھے تو جُرا ڈانٹ دیں تو دم ہی نکل جائے۔

جھینگر تیلی بولا۔ حاکموں کا بڑا رعب ہوتا ہے۔ اُن کے سامنے تو اَکل ہی خفت ہو جاتی ہے۔

سورداس۔ مجھ سے تو اُٹھا ہی نہیں جاتا۔ چلنا بھی چاہوں تو کیسے چلوں؟

سورداس یوں لاٹھی کے سہارے گھر سے باہر آنے جانے لگا تھا۔ پر اس وقت یکا یک اُسے کچھ مان کرنے کی خواہش ہوئی۔ کہیں سے دھوبی گدھے پر نہیں چڑھتا۔

ٹھاکردین۔ یہ کون کٹھن کام ہے۔ ہم لوگ تمہیں اُٹھالے چلیں گے۔

سورداس۔ بھائی سب لوگ کروگے اپنے اپنے من ہی کی۔ مجھے کیوں نکو بناتے ہو؟ جو سب کی گت ہوگی وہی میری بھی ہوگی۔ بھگوان کی جو مرجی ہے وہ ہوگی۔

ٹھاکردین نے بہت منّت کی پر سورداس جانے کو راضی نہ ہوا۔ ٹھاکردین کو بھی غصّہ آگیا۔ بے لاگ بات کہتے تھے۔ بولے۔ اچھّی بات ہے۔ مت جاؤ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جہاں مُرگا نہ ہوگا وہاں سبیرا ہی نہ ہوگا؟ چار آدمی سراہنے لگے تو اب مجاج ہی نہیں ملتے۔ سچ کہا ہے کوّا دھونے سے بگلا نہیں ہوتا۔

آٹھ بجتے بجتے حاکم لوگ رخصت ہوگئے۔ اب لوگ نایک رام کے گھر آکر پنچایت کرنے لگے کہ کیا کیا جائے۔

جمنی۔ تم لوگ یونہی بکواس کرتے رہوگے اور کسی کا کیا کچھ نہ ہوگا۔ سورداس کے پاس جاکر کیوں نہیں صلاح کرتے؟ دیکھو کیا کہتا ہے؟

بجرنگی۔ تو جاتی کیوں نہیں؟ مجھی کو ایسی کیا گرج پڑی ہوئی ہے؟

جمنی۔ تو پھر چل کر اپنے اپنے گھر بیٹھو۔ بکواس سے کیا ہوتا ہے؟

بھیرو۔ بجرنگی۔ یہ ہیکڑی دکھانے کا اوسر نہیں ہے۔ سورداس کے پاس سب لوگ مِل کر چلو۔ وہ کوئی نہ کوئی راہ جرور نکالے گا۔

ٹھاکردین۔ میں تو اب کبھی اُس کے دوار پر نہ جاؤں گا۔ اتنا کہہ سُن کر ہار

گیا پر نہ اُٹھا نہ اُٹھا۔ اپنے کو کچھ لگانے لگا ہے ؎

جگدھر۔ سوروداس کیا کوئی دیوتا ہے ؟ حاکم کا حکم پلٹ دے گا ؟

ٹھاکر دین۔ میں تو گود میں اُٹھا لانے کو تیار تھا ؎

بجرنگی۔ سیکھی ہے سیکھی اور کوئی کیوں نہیں آئے۔ گیا کیوں نہیں حاکموں کے سامنے ؟ ایسا مُرتھوڑے ہی رہا ہے ؎

جمنی۔ کیسے جاتا ؟ وہ تو حاکموں سے بُرا بنے۔ یہاں تم لوگ اپنے اپنے من کی کرنے لگو تو اُس کی بُھد ہو ؎

بھیرو۔ ٹھیک تو کہتی ہو۔ مُدعی سست تو گواہ کیسے چست ہوگا ؟ پہلے چل کر پوچھو۔ اُس کی صلاح کیا ہے ؟ اگر ماننے لایک ہو تو مانو۔ نہ ماننے لایک ہو تو نہ مانو۔ ہاں ایک بات جوطے ہو جائے اس پر ٹکنا پڑے گا۔ یہ نہیں کہ کہا تو کچھ اور۔ اور پیچھے سے نکل بھاگے۔ سردار تو بھرم میں پڑا رہے کہ آدمی پیچھے ہیں اور آدمی اپنے اپنے گھر کی راہ لیں ؎

بجرنگی۔ چلو پنڈا جی۔ پوچھ ہی دیکھیں ؎

نایک رام۔ وہ کہے گا کہ بڑے صاحب کے پاس چلو۔ وہاں سُنائی نہ ہو تو پراگ راج۔ لاٹ صاحب کے پاس چلو۔ ہے اتنا بوتہ ؟

جگدھر۔ بھیّا کی بات مہراج۔ یہاں تو کسی کا مُنہ نہیں کُھلا۔ لاٹ صاحب کے پاس کون جاتا ہے ؟

جمنی۔ ایکبار چلے کیوں نہیں جاتے ؟ دیکھو تو کیا صلاح دیتا ہے ؎

نایک رام۔ میں تیار ہوں۔ چلو ؎

ٹھاکر دین۔ میں نہ جاؤں گا اور جسے جانا ہو وہ جائے ؎

جگدھر۔ تو کیا ہمیں کو بڑی گرج پڑی ہے ؟

بجرنگی۔ جو سب کی گت ہوگی وہی ہماری بھی ہوگی ۔

گھنٹہ بھر تک پنچایت ہوئی پر سورداس کے پاس تک کوئی نہ گیا سا جیسے کی شوئی ٹھیلے پر لدتی ہے۔ تو چل۔ میں آتا ہوں۔ بس یہی ہوتا رہا۔ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ شام کے وقت بھیرو سورداس کے پاس گیا۔ سورداس نے پوچھا۔ آج کیا ہوا؟

بھیرو۔ ہوا کیا۔ گھنٹہ بھر تک بکواس ہوئی۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے ۔

سورداس۔ کچھ طے نہ ہوا کہ کیا کیا جائے؟

بھیرو۔ نکالے جائیں گے۔ اس کے سوا اور کیا ہوگا۔ کیوں سورداس کوئی نہ سُنے گا؟

سورداس۔ سُننے والا بھی تو وہی ہے جو نکالنے والا ہے۔ تیسرا ہوتا تب نہ سُنتا۔

بھیرو۔ میری مرن ہے۔ ہجاروں من لکڑی ہے۔ کہاں ڈھو کر لے جاؤں گا؟ کہاں اتنی دھرتی ملے گی کہ پھر ٹال لگاؤں؟

سورداس سبھی کی مرن ہے۔ بجرنگی ہی کو اتنی دھرتی کہاں مل جاتی ہے کہ پندرہ بیس جانور رہیں اور آپ بھی رہے؟ ملے گی بھی تو اتنا کرایہ دینا پڑے گا کہ دیوالہ نکل جائے گا۔ دیکھو مٹھوا آج بھی نہیں آیا۔ مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہے تو چھن بھر بھی نہ رکوں۔ کُتّے کی طرح دوڑوں چاہے وہ میری بات بھی نہ پوچھے۔ جس کے لئے اپنی جندگانی کھراب کرو وہ بھی گاڑھے سمے پر مُنہ پھیر لیتے ہیں ۔۔

بھیرو۔ اچھا تم تو بتاؤ کہ تم کیا کرو گے؟ تم نے بھی کچھ سوچا ہے؟

سُور داس۔ میری کیا پوچھتے ہو؟ جمین تھی وہ نکل گئی جھونپڑی کے بہت ملیں گے تو دو چار روپے مِل جائیں گے۔ ملے تو کیا اور نہ ملے تو کیا۔ جب تک کوئی نہ بولے گا پڑا رہوں گا۔ کوئی ہاتھ پکڑ کر نکال دیگا تو باہر جا بیٹھوں گا۔ وہاں سے اُٹھا دے گا پھر آ بیٹھوں گا۔ جہاں جنم لیا ہے وہیں مروں گا۔ اپنا جھونپڑا جیتے جی نہ چھوڑا جائیگا۔ مرنے پر جو چاہے سو لے۔ باپ دادوں کی جمیں کھو دی۔ اب اتنی نسانی رہ گئی ہے۔ اِسے نہ چھوڑوں گا۔ اِس کے ساتھ ہی میں بھی مر جاؤں گا ٭

بھیرو۔ سُور اتنا دَم تو یہاں کسی میں نہیں ہے ٭

سُور داس۔ اسی سے تو میں نے کسی سے کچھ کہا ہی نہیں۔ بھلا سوچو کتنا اندھیر ہے کہ ہم جو ستر پشتوں سے یہاں آباد ہیں وہ تو نکال دئیے جائیں اور دوسرے یہاں آکر بس جائیں۔ یہ ہمارا گھر ہے۔ کسی کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ جبر جستی سے جو چاہے نکال دے۔ نیائے سے نہیں نکال سکتا۔ تمہارے ہاتھ میں بَل ہے۔ تم ہمیں مار سکتے ہو۔ ہمارے ہاتھ میں بَل ہوتا تو ہم بھی تمہیں مارتے۔ سرکار کے ہاتھ میں مارنے کا بَل ہے۔ ہمارے ہاتھ میں اور کوئی بَل نہیں ہے تو مر جانے کا تو بَل ہے ٭

بھیرو نے جا کر اور لوگوں سے یہ باتیں کہیں۔ جگدھر نے کہا۔ دیکھو یہ صلاح ہے۔ گھر تو جائیگا ہی گا۔ جان بھی جائیگی ٭

ٹھاکر دین بولے۔ یہ سور ہی کا کیا ہوگا۔ آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا مرہی جائیگا تو کیا۔ یہاں مر جائیں تو بال بچوں کو کس کے سر چھوڑیں؟

بجرنگی۔ مرنے کے لئے کلیجا چاہئے۔ جب ہم ہی مر گئے تو گھر لے کر کیا ہوگا ٭

نایک رام۔ ایسے بہت مرنے والے دیکھے ہیں۔ گھر میں سے تو نکلا نہیں گیا۔ مرنے چلے ہیں ۔

بھیرو۔ اُس کی نہ چلاؤ پنڈا جی۔ مَن میں آنے کی بات ہے ۔

دوسرے دِن افسر تخمینہ نے مِل کے ایک کمرہ میں اجلاس کرنا شروع کیا۔ ایک منشی محلہ کے لوگوں کے نام مکانات کی حیثیت۔ پختہ ہیں یا خام پُرانے ہیں یا نئے۔ لمبائی چوڑائی وغیرہ کی ایک فہرست تیار کرنے لگا۔ پٹواری اور منشی گھر گھر گھومنے لگے۔ اُن کا ایک ساتھ رہنا ضروری تھا۔ اس وقت سبھی لوگوں کی قسمتوں کا فیصلہ اسی تثلیث کے ہاتھوں میں تھا۔ نایک رام کی بَن آئی۔ دلالی کرنے لگے۔ لوگوں سے کہتے کہ نکلنا تو پڑے ہی گا۔ اگر کچھ غم کھانے سے معاوضہ بڑھ جائے تو ہرج ہی کیا۔ بیٹھے بٹھائے مُٹھی گرم ہوتی تھی۔ تو کیوں چھوڑتے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ مکانوں کی حیثیت کا انحصار اُس چڑھاوے پر تھا جو اس تثلیث پر چڑھایا جاتا تھا۔ نایک رام ٹٹی کی آڑ سے شکار کھیلتے تھے۔ نام بھی کماتے تھے اور دولت بھی۔ بھیرو کا بڑا مکان اور سامنے کا بڑا میدان دونوں سمٹ گئے۔ اُن کا رقبہ گھٹ گیا۔ تثلیث کی وہاں کچھ پوجا نہ ہوئی جگدھر کا چھوٹا مکان بڑا ہو گیا۔ تثلیث نے اُس کی پوجا سے خوش ہو کر ملناہیں ڈھیلی کر دیں۔ رقبہ بڑھ گیا۔ ٹھاکردین نے اِن دیوتاؤں کو خوش کرنے کی بہ نسبت شیو جی کو خوش کرنا زیادہ آسان سمجھا۔ وہاں ایک موٹا پانی کے سوا کوئی اور خرچ نہ تھا۔ دونوں وقت پانی دینے لگے۔ مگر اس وقت تثلیث کا دور دورہ تھا۔ شیو جی کی ایک نہ چلی۔ تثلیث نے اُن کے مختصر مگر پختہ مکان کو خام قرار دے دیا۔ بجرنگی دیوتاؤں کو خوش کرنا

کیا جانے۔ اُنہیں ناراض ہی کر چکا تھا۔ مگر جمنی نے اپنی دانشمندی سے بگڑا ہوا کام بنا لیا۔ منشی جی اُس کی ایک بچھیا پر ریجھ گئے۔ اُس پر دانت لگا گئے۔ بجرنگی اپنے مویشیوں کو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا تنک گیا۔ نایک رام نے کہا بجرنگی بچھتاؤ گے۔ بجرنگی نے کہا کہ چاہے ایک کوڑی بھی معاوضہ نہ ملے پر بچھیا نہ دوں گا۔ آخر جمنی نے جو سودا کرنے میں بڑی ہوشیار تھی۔ اُسے تنہائی میں لے جا کر سمجھایا کہ اتنے جانوروں کے رہنے کا کہیں ٹھکانا بھی ہے؟ کہاں لئے لئے پھرو گے؟ ایک بچھیا کے دینے سے سو روپے کا کام نکلتا ہے تو کیوں نہیں کالتے؟ ایسی نہ جانے کتنی بچھیاں پیدا ہوں گی۔ دے کر سر سے بلا ٹالو۔ اُس کے سمجھانے سے آخر بجرنگی بھی راضی ہو گیا۔

بارہ روز تک تثلیث کی حکومت رہی۔ افسر تخمینہ صاحب بارہ بجے گھر سے تشریف لاتے۔ اپنے کمرہ میں دو چار سگار پھونکتے۔ اخبارات ملاحظہ فرماتے اور ایک دو بجے تک مکان واپس جاتے۔ جب نقشہ مرتب ہو گیا تو افسر صاحب اُس کی جانچ کرنے لگے۔ باشندگان دیہہ کو پھر طلب کیا گیا۔ افسر نے سب کے تخمینے پڑھ پڑھ کر سنائے۔ ایک سرے سے دھاندلی تھی۔ بھیرو نے کہا۔ حضور چل کر ہمارا گھر دیکھ لیں۔ وہ بڑا ہے کہ جگدھر کا۔ اِن کو تو ملیں چار سو اور مجھے ملیں تین سو۔ اِس حساب سے مجھے چھ سو ملنا چاہئے۔

ٹھاکر دین بگڑے دل تھا ہی۔ اُن سے صاف صاف کہہ دیا۔ صاحب تخمینہ کسی حساب سے تھوڑے ہی بنایا گیا ہے۔ جس نے مُنہ میٹھا کر دیا اس کی چاندی ہو گئی۔ جو بھگوان کے بھروسے بیٹھا رہا اُس کی بدھیا بیٹھ

گئی۔ اب بھی آپ موکے پر چل کر جانچ نہیں کرتے کہ ٹھیک ٹھیک تخمینہ ہو جائے۔ گریبوں کے گلے ریت رہے ہیں۔

افسر نے بگڑ کر کہا۔ تمہارے گاؤں کا مکھیا تو تمہاری طرف سے رکھ لیا گیا تھا۔ اس کی صلاح سے تخمینہ کیا گیا ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

ٹھاکر دین۔ اپنے کہلانے والے ہی تو اور لوٹتے ہیں۔

افسر۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

سوردا اس کی جھونپڑی کا معاوضہ ایک روپیہ رکھا گیا تھا اور نایک رام کے گھر کے پورے تین ہزار! لوگوں نے کہا۔ یہ ہے گاؤں گھر والوں کا حال! یہ ہمارے سگے ہیں۔ بھائی کا گلا کاٹتے ہیں۔ اس پر گھمنڈ یہ کہ ہمیں دھن کا لالچ نہیں۔ آخر ہے تو جات کا پنڈا ہی نا۔ جاتریوں کو ٹھگنے والا۔ جبھی تو یہ حال ہے۔ ذرا سا اختیار پاکے آنکھیں پھر گئیں۔ کہیں تھانہ دار ہوتے تو کسی کو گھر میں ہی نہ رہنے دیتے۔ اسی سے کہا گیا ہے کہ پرمیشر گنجے کو ناکھون نہ دے۔

مسٹر کلارک کے بعد مسٹر سیناپتی حاکم ضلع ہوئے تھے۔ سرکار روپیہ خرچ کرتے کانپتے تھے۔ پیسے کی جگہ دھیلے سے کام نکالتے تھے۔ ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں بدنام نہ ہو جاؤں۔ ان میں وہ خود اعتباری نہ تھی جو انگریز افسروں میں ہوا کرتی ہے۔ انگریزوں پر جانبداری کا شک نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بے خوف اور آزاد ہوتے ہیں۔ مسٹر سیناپتی کو شک ہوا کہ معاوضے بڑی نرمی سے لکھے گئے ہیں۔ انھوں نے ان کا نصف ہی دینا کافی خیال کیا۔ اب یہ مسل صوبہ کی سرکار کے پاس منظوری کے لئے بھیجی گئی۔ وہاں پھر اس کی جانچ پڑتال ہونے لگی۔ اس طرح تین مہینے کی مدت

گزر گئی تو مسٹر جان سیوک۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور داروغہ ماہر علی اور مزدوروں کو ساتھ لے کر محلّہ کو خالی کرانے کے لئے آدھمکے۔ لوگوں نے کہا کہ ابھی تو ہم کو روپیہ ہی نہیں ملے۔ جان سیوک نے جواب دیا۔ ہمیں تمہارے روپیوں سے کوئی مطلب نہیں۔ روپے جس سے ملیں اُس سے لو ہمیں تو سرکار نے یکم مئی کو محلّہ گرانے کی منظوری دے دی ہے اور اگر کوئی کہہ دے کہ آج مئی کی پہلی تاریخ نہیں ہے تو ہم لوٹ جائیں گے۔ اب لوگوں میں بڑی ہل چل مچی۔ سرکار کی کیا نیت ہے؟ کیا معاوضہ ملے بغیر ہی ہمیں نکال دیا جائے گا؟ گھر کا گھر جائے اور معاوضہ بھی نہ ملے۔ یہ تو بے موت مرے۔ روپے مل جاتے تو کہیں زمین لے کر مکان بنواتے۔ خالی ہاتھ کہاں جائیں؟ کیا گھر میں خزانہ رکھا ہوا ہے؟ ایک تو روپیہ کے چار آنے ملنے کا حکم ہوا اُس کا بھی یہ حال۔ نہ جانے سرکار کی نیت بدل گئی کہ درمیانی لوگ ہضم کئے جاتے ہیں۔

ماہر علی نے کہا۔ تم لوگوں کو جو کچھ کہنا سننا ہو وہ حاکم ضلع سے جا کر کہو سنو۔ مکان آج خالی کرائے جائیں گے۔

بجرنگی۔ مکان کیسے خالی ہوں گے۔ کوئی راہزنی ہے؟ جس حاکم کا یہ حکم ہوا ہے اُسی حاکم کا تو وہ حکم بھی ہے۔

ماہر علی۔ کہتا ہوں۔ سیدھے سے اپنے بورئے بقچے لاد اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ ناحق ہمیں غصّہ کیوں دلاتے ہو؟ کہیں مسٹر ہنٹر کو جوش آگیا تو پھر تمہاری خیریت نہیں۔

نایک رام۔ داروغہ جی دو چار دن کی مہلت دے دیجئے۔ روپے تو ملیں گے ہی۔ یہ بیچارے کیا بُرا کہتے ہیں کہ بنا روپے کہاں بھٹکتے

پھریں ۔

مسٹر جان سیوک تو سپرنٹنڈنٹ کو ساتھ لے کر پل کی سیر کرنے چلے گئے تھے۔ وہاں چاء پانی کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ یہاں ماہر علی کی حکومت تھی۔ بولے۔ پنڈا جی ایسے چقمے دوسروں کو دینا۔ یہاں تمہیں بہت دنوں سے دیکھ رہے ہیں اور تمہاری رگ رگ پہچانتے ہیں۔ مکان آج اور آج خالی ہوں گے ۔

دفعتاً ایک طرف سے دو بچے کھیلتے ہوئے آگئے۔ دونوں ننگے پاؤں تھے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے مگر بشاش۔ ماہر علی کو دیکھتے ہی چچا چچا کہتے ہوئے اُن کی طرف دوڑے۔ یہ دونوں صابر اور نسیمہ تھے۔ کلثوم نے اسی محلہ میں ایک چھوٹا سا مکان ایک روپیہ ماہوار کرایہ پر لے لیا تھا۔ گودام کا مکان جان سیوک نے خالی کرا لیا تھا۔ بیچاری اسی چھوٹے سے گھر میں پڑی ہوئی اپنی مصیبت کے دن کاٹ رہی تھی۔ ماہر نے دونوں بچوں کو دیکھا تو کچھ جھینپتے ہوئے بولے۔ بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ یہاں کیا کرنے آئے؟ دل میں بہت شرمائے کہ اب لوگ کہتے ہوں گے کہ یہ اُن کے بھتیجے ہیں اور راستے پھٹے حالوں۔ یہ اُن کی خبر بھی نہیں لیتے ۔

نایک رام نے دونوں بچوں کو دو دو پیسے دے کر کہا۔ جاؤ مٹھائی کھانا یہ تمہارے چچا نہیں ہیں ۔

نسیمہ۔ ہوں۔ چچا تو ہیں۔ کیا میں پہچانتی نہیں؟

نایک رام۔ چچا ہوتے تو تجھے گود میں نہ اُٹھا لیتے۔ مٹھائیاں نہ منگا دیتے تو بھول رہی ہے ۔

ماہر علی نے بگڑ کر کہا پنڈا جی۔ تمہیں ان فضول باتوں سے کیا مطلب؟

میرے بھتیجے ہوں یا نہ ہوں۔ تم سے واسطہ؟ تم کسی کی خانگی باتوں میں بولنے والے کون ہوتے ہو؟ بھاگو صابر۔ نسیمہ بھاگ جا نہیں تو سپاہی پکڑ لے گا۔

دونوں لڑکوں نے مشکوک نگاہوں سے ماہر علی کو دیکھا اور بھاگ گئے۔ راستہ میں نسیمہ نے کہا — چچا ہی جیسے تو ہیں۔ کیوں صابر۔ چچا ہی ہیں نہ؟

صابر۔ نہیں تو اور کون ہیں؟

نسیمہ۔ تو پھر ہمیں بھگا کیوں دیا؟

صابر۔ جب ابا تھے تب ہم لوگوں کو پیار کرتے تھے اب تو ابا نہیں ہیں نا۔ تب تو ابا ہی سب کو کھلاتے تھے۔

نسیمہ۔ اماں کو بھی تو اب ابا نہیں کھلاتے۔ وہ تو ہم لوگوں کو اب پہلے سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ پہلے کبھی پیسے نہ دیتی تھیں۔ اب تو پیسے بھی دیتی ہیں۔

صابر۔ وہ تو ہماری اماں ہیں نا۔

لڑکے تو چلے گئے۔ ادھر وارد غہ جی نے سپاہیوں کو حکم دیا پھینک دو اسباب اور مکان فوراً خالی کرالو یہ لوگ لات کے آدمی ہیں۔ بات سے نہ مانیں گے۔

دو کانسٹبل حکم پاتے ہی بجرنگی کے گھر میں گھس گئے اور برتن نکال نکال کر پھینکنے لگے۔ بجرنگی ماہر سُرخ آنکھیں لئے کھڑا ہونٹ چبا رہا تھا۔ جمنی گھر میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھرتی تھی۔ کبھی ہانڈیاں اُٹھا کر باہر لاتی۔ کبھی پھینکے ہوئے برتنوں کو سمیٹتی۔ منہ ایک لمحہ کے لئے بھی بند نہ

ہوتا تھا۔ مونڈی کاٹے کار کھانہ بنانے چلے ہیں۔ دُنیا کو اُجاڑ کر اپنا گھر بھر رہے ہیں۔ بھگوان بھی ایسے پاپیوں کا ناس نہیں کرتے۔ نہ جانے کہاں جا کر سو گئے ہیں۔ ہائے ہائے گھسوا کی جوڑی پٹک کر توڑ ڈالی ؂

بجرنگی نے ٹوٹی ہوئی جوڑی اُٹھا لی اور ایک سپاہی کے پاس لے جا کر کہا۔ جمعدار۔ یہ جوڑی توڑ ڈالنے سے تمہیں کیا ملا؟ ثابت اُٹھا لے جاتے تو بھلا کسی کام تو آتی۔ گنیمت ہے کہ لال پکیا باندھے ہوئے ہو نہیں تو آج ..

اُس کے مُنہ سے پوری بات بھی نہ نکلی تھی کہ دو سپاہیوں نے اُس پر ڈنڈے چلانے شروع کئے۔ بجرنگی سے اب ضبط نہ ہو سکا۔ لپک کر ایک سپاہی کی گردن ایک ہاتھ سے اور دوسرے سپاہی کی گردن دوسرے ہاتھ سے پکڑ لی اور اتنے زور سے دبائی کہ دونوں کی آنکھیں نکل آئیں۔ جمنی نے دیکھا کہ اب غضب ہوا چاہتا ہے تو روتی ہوئی بجرنگی کے پاس گئی۔ اور بولی۔ تمہیں بھگوان کی کسم ہے جو کسی سے لڑائی کرو چھوڑ دو چھوڑ دو۔ کیوں اپنی جان سے بیر کر رہے ہو؟

بجرنگی۔ تو جا بیٹھ۔ پھانسی پا جاؤں تو میکے چلی جانا۔ میں تو اِن دونوں کی جان ہی لے کر چھوڑوں گا ؂

جمنی۔ تمہیں گھیسو کی کسم۔ تم میرا ہی مانس کھاؤ جو ان دونوں کو چھوڑ کر یہاں سے چلے نہ جاؤ ..

بجرنگی نے دونوں سپاہیوں کو چھوڑ دیا مگر اُس کے ہاتھ سے چھوٹنا تھا کہ وہ دوڑے ہوئے ماہر علی کے پاس پہنچے اور کئی اور سپاہیوں کو لئے ہوئے پھر آئے۔ مگر بجرنگی کو جمنی پہلے ہی سے ٹال لے گئی تھی۔

سپاہیوں کو تنبیہ ملا تو تنبیر کی ماں کو پیٹنے لگے۔ گھر کی ساری چیزیں
توڑ پھوڑ ڈالیں۔ جو اچھے کام کی چیز نظر آئی اُس پر ہاتھ بھی صاف کیا۔
یہی حال دوسرے گھروں کا بھی ہو رہا تھا۔ چاروں طرف لوٹ مچی ہوئی
تھی۔ کسی نے اندر سے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ کوئی اپنے بال بچوں کو
لے کر پچھواڑے سے نکل بھاگا۔ سپاہیوں کو مکان خالی کرانے کا حکم
کیا ملا۔ لوٹ مچانے کا حکم مل گیا۔ کسی کو اپنے برتن وغیرہ سمیٹنے کی
مہلت بھی نہ دیتے تھے۔ نایک رام کے گھر پر بھی دھاوا ہوا ماہر علی
خود پانچ سپاہیوں کو لے کر گھسے۔ دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ گھر میں جھاڑو
پھری ہوئی تھی۔ ایک ٹوٹی ہانڈی بھی نہ ملی۔ سپاہیوں کے حوصلے
دل ہی میں رہ گئے سوچے ہوئے تھے کہ اس مکان میں خوب بڑھ بڑھ
کر ہاتھ ماریں گے مگر مایوس اور شرمندہ ہو کر نکلنا پڑا۔ بات یہ تھی کہ
نایک رام نے پہلے ہی اپنے گھر کی چیزیں نکال کر باہر کر دی تھیں۔
اُدھر سپاہیوں نے مکانوں کے قفل توڑنے شروع کر دئیے کہیں
کسی پر مار پڑتی تھی۔ کہیں کوئی اپنی چیزیں لئے بھاگا جاتا تھا۔ کہرام
مچا ہوا تھا۔ عجیب منظر تھا۔ گویا دن دھاڑے ڈاکہ پڑ رہا ہو۔ سب لوگ
گھروں سے نکل کر یا نکالے جا کر سڑک پر جمع ہوتے جاتے۔ ایسے موقعوں
پر عموماً بدمعاشوں کا مجمع ہو ہی جاتا ہے۔ لوٹنے کی ترغیب تھی ہی کسی
کو باشندوں سے عداوت تھی اور کسی کو پولیس سے اندیشہ ہو رہا تھا
کہ کہیں بدامنی نہ پھیل جائے۔ کہیں کوئی ہنگامہ نہ برپا ہو جائے۔
ماہر علی نے عوام کے تیور دیکھے تو فوراً ایک کانسٹبل کو پولیس کی چھاؤنی
کی طرف دوڑایا اور چار بجتے بجتے مسلح پولیس کی ایک جماعت اور

وہاں آپہنچی۔ کمک کے آتے ہی ماہر علی اور بھی دلیر ہوگئے۔ حکم دیا کہ مار مار کر سبوں کو بھگا دو۔ لوگ وہاں کیوں کھڑے ہیں؟ بھگا دو۔ جس کسی کو یہاں کھڑے دیکھو مار دو۔ اس وقت لوگ اپنے مال اسباب سمیٹنے میں لگے ہوتے تھے۔ مار بھی پڑتی تھی تو چپکے سے سہ لیتے تھے۔ گھر میں تنہا اُٹھ کئی سپاہیوں سے کیسے بھڑتے؟ اب سب کے سب ایک مقام پر جمع ہوگئے۔ اُنہیں کچھ تو اپنی مجموعی طاقت کا احساس ہو رہا تھا اس پر نایک رام اُنہیں اُکساتے جاتے تھے۔ یہاں آئیں تو مارے بغیر نہ چھوڑنا۔ جب تک دو چار کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹیں گے یہ سب نہ مانیں گے۔ بارود بھڑکنے والی ہی تھی کہ اتنے میں وہاں اندو کا موٹر آپہنچا اور اُس میں سے ونے، اندردت اور اندو اُتر پڑے۔ دیکھا تو کئی ہزار آدمیوں کا ہجوم تھا۔ کچھ محلّہ کے باشندے تھے اور کچھ راہ گیر لوگ۔ کچھ قریب گاؤں کے رہنے والے اور کچھ مل کے مزدور۔ کوئی صرف تماشا دیکھنے آیا تھا۔ کوئی ہمسایوں سے ہمدردی کا اظہار کرنے اور کوئی اس فساد سے حاسدانہ مسرت حاصل کرنے۔ ماہر علی اور اُن کے کانسٹبلان اُس جوش کے ساتھ جو کمینہ آدمیوں کے دلوں میں ظلم کرتے وقت پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کو سڑک پر سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر ہجوم پیچھے ہٹنے کے عوض اور آگے ہی بڑھتا آتا تھا۔

ونے نے ماہر علی کے پاس جا کر کہا۔ داروغہ جی۔ کیا اِن آدمیوں کو ایک دن کی بھی مہلت نہیں مل سکتی؟

ماہر علی۔ مہلت تو تین مہینے کی تھی اگر تین سال کی بھی ہو جاتی تو بھی مکان خالی کرتے وقت یہی حالت ہوتی۔ یہ لوگ سیدھے سے کبھی نہ

جائیں گے۔

ونے۔ کیا آپ اتنی عنایت کر سکتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے سپاہیوں کو روک دیں۔ جب تک کہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کو یہاں کی حالت سے مطلع کر دوں؟

ماہر علی۔ صاحب تو یہیں ہیں۔ مسٹر جان سیوک انہیں مل دکھانے لے گئے تھے۔ معلوم نہیں کہ وہاں سے کہاں چلے گئے۔ اب تک نہیں لوٹے۔

دراصل صاحب بہادر کہیں گئے نہ تھے۔ جان سیوک کے ساتھ دفتر میں بیٹھے ہوئے مزہ سے شراب نوش کر رہے تھے۔ دونوں ہی آدمیوں نے واقعی حالات کا اندازہ کرنے میں غلطی کی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ ہم کو دیکھ کر ہی لوگ رعب میں آگئے ہوں گے۔ خوف کے مارے خود بخود بھاگ جائیں گے۔

صاحب کو خبر دینے کے لئے ونے سنگھ مل کی طرف تیز قدمی سے چلے تو راجہ صاحب کو موٹر پر آتے ہوئے دیکھا۔ ٹھٹھک گئے۔ سوچا کہ جب یہ آگئے ہیں تو صاحب کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہیں سے چل کر کہوں۔ لیکن اُن کے سامنے جاتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی کہ کہیں عوام نے ان کی تحقیر کی تو میں کیا کروں گا۔ کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ میں نے ہی ان لوگوں کو ترغیب دی ہے۔ وہ اسی حیص بیص میں پڑے ہوئے تھے کہ راجہ صاحب کی نگاہ اندو کے موٹر پر پڑی۔ جل اُٹھے۔ اندو نے ونے کو دیکھا۔ بجارسا چڑھ آیا —— یہ لوگ یہاں رونق افروز ہیں۔ پھر کیوں نہ فساد ہو؟ جہاں یہ بھلے مانس ہوں گے

وہاں جو کچھ نہ ہو جائے تھوڑا ہے۔ یوں اُنہیں غصّہ بہت کم آتا تھا مگر اُس وقت ضبط نہ ہو سکا۔ ونے سے بولے — یہ سب آپ ہی کی کرامات معلوم ہوتی ہے ؛

ونے نے نرم لہجہ میں آکر کہا — میں تو ابھی آیا ہوں۔ سپرنٹنڈنٹ کے پاس جا ہی رہا تھا کہ آپ آتے ہوئے دکھائی دئیے ؛

راجہ۔ خیر۔ اب تو آپ اُن کے رہنما ہیں۔ اِنہیں اپنے کسی جادو منتر سے ہٹائیے گا کہ مجھے کوئی دوسری تدبیر کرنی پڑے گی ؟

ونے۔ ان لوگوں کو صرف اتنی شکایت ہے کہ ابھی ہمیں معاوضہ نہیں ملا۔ ہم کہاں جائیں کیسے نئی زمیں خریدیں۔ کیسے نئے مکان کا سامان لیں ؟ اگر آپ تکلیف فرما کر ان لوگوں کو تسلّی دے دیں تو سب خودبخود ہٹ جائیں گے ؛

راجہ۔ یہ ان لوگوں کا بہانہ ہے۔ در اصل یہ لوگ فساد کرنا چاہتے ہیں ؛

ونے۔ اگر اِنہیں معاوضہ دے دیا جائے تو شاید دوسری تدبیر نہ کرنی پڑے ؛

راجہ۔ آپ چھ مہینے والا راستہ بتلاتے ہیں اور میں ایک ماہ میں لا چاہتا ہوں ؛

ونے۔ اُس راہ میں کانٹے ہیں ؛

راجہ۔ اُس کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہمیں کانٹے والی ہی راہ پسند ہے ؛

ونے۔ اِس وقت اِس مجمع کی حالت خشک پیال کی سی ہے ؛

راجہ۔ اگر پیال ہمارا راستہ روکتا ہے تو ہم اُسے جلا دیں گے ؛

سبھی لوگ خوفزدہ ہو رہے تھے کہ نہ جانے کس وقت کیا ہو جائے پھر

بھی انسانوں کا مجمع کسی غائبانہ طاقت سے متاثر ہو کر راجہ صاحب کی طرف بڑھتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ پولیس کے لوگ بھی اِدھر اُدھر سے آ کر موٹر کے پاس کھڑے ہوتے جاتے تھے۔ دیکھتے دیکھتے اُن کے چاروں طرف انسانوں کی ایک بھاری اور اتھاہ ندی لہریں مارنے لگی گویا ایک ہی رو میں اِن گنے گنائے آدمیوں کو نگل جائے گی۔ اِس چھوٹے اور کمزور کنارہ کو بہا لے جائے گی ؛

راجہ مہیندر کمار یہاں آگ کو مشتعل کرنے نہیں بلکہ فرو کرنے آئے تھے۔ اُن کے پاس لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے بہت متردد ہو رہے تھے۔ اخلاقی نقطۂ خیال سے تو اُن پر کوئی ذمہ داری نہ تھی۔ جب صوبہ کی سرکار نے دباؤ ڈالا تو وہ کر ہی کیا سکتے تھے؟ اگر مستعفی ہو جاتے تو دوسرا شخص آ کر سرکاری حکم کی تعمیل کرتا۔ پانڈے پور والوں کے سر سے کسی حالت میں بھی یہ مصیبت نہ ٹل سکتی تھی۔ لیکن وہ شروع سے آخیر تک اس امر کی کوشش کر رہے تھے کہ مکانات کے تخلیہ کے پیشتر لوگوں کو معاوضہ دے دیا جائے۔ بار بار یاددہانی کرتے تھے۔ جوں جوں آخری تاریخ قریب آتی جاتی تھی اُن کے تشکوک میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ وہ تو یہاں تک چاہتے تھے کہ باشندوں کو کچھ روپے پیشگی دے دئے جائیں کہ وہ پہلے ہی سے اپنا ٹھکانا کر لیں۔ مگر کسی نامعلوم سبب سے روپیوں کی منظوری میں دیر ہو رہی تھی۔ وہ مسٹر سیناپتی سے بار بار کہتے کہ آپ منظوری کی امید پر اپنے حکم سے روپے دِلا دیں مگر حاکم ضلع کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے کہ نہ جانے سرکار کا کیا ارادہ ہے۔ میں بلا اُس کے حکم کے کچھ نہیں کر سکتا۔ جب آج بھی منظوری نہ آئی تو راجہ صاحب نے

تار دے کر دریافت کیا اور دوپہر تک جواب کا انتظار کرتے رہے۔ آخر جب اِس مجمع کی اطلاع ملی تو گھبرا اُٹھے۔ اُسی وقت دوڑے ہوئے حاکم ضلع کے پاس گئے کہ اُن سے کچھ صلاح کریں۔ اُنہیں اُمید تھی کہ وہ خود ہی موقع واردات پر جانے کو تیار رہوں گے مگر وہاں جا کر دیکھا تو صاحب بہادر بیمار پڑے تھے۔ بیماری کیا تھی۔ بیماری کا بہانہ تھا۔ بدنامی سے بچنے کی یہی تدبیر تھی۔ راجہ صاحب سے بولے —— مجھے افسوس ہے کہ میں نہیں جا سکتا۔ آپ جا کر فساد کے دفعیہ کے لئے جو مناسب سمجھیں کریں۔

مہیندر کمار اب بہت پریشان ہوئے۔ اُنہیں اپنی جان کسی طرح بچتی نہ نظر آتی تھی۔ اگر کہیں خونریزی کی نوبت آ گئی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ ساری مصیبت میرے ہی سر پر آئے گی۔ پہلے ہی سے لوگ بدنام کر رہے ہیں۔ آج میری پبلک زندگی کا خاتمہ ہے۔ بےقصور مارا جا رہا ہوں۔ میری تقدیر کی کچھ ایسی گردش ہے کہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اُس کے برعکس ہی کرتا ہوں گویا میرا اپنے اوپر کچھ قابو ہی نہیں رہا۔ اِس ریاست کے جھمیلے میں پڑنا ہی میرے لئے زہر ہو گیا۔ تبھی سے کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے جاتے ہیں جو میری تمناؤں کو برباد کئے دیتے ہیں۔ نیک نامی۔ شہرت۔ نام عزت کو کون روئے۔ مُنہ دکھانے ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

یہاں سے مایوس ہو کر وہ پھر گھر گئے کہ چل کر اندو سے رائے لوں۔ دیکھوں کہ کیا کہتی ہے۔ مگر یہاں اندو نہ تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کہیں گھومنے گئی ہیں۔

اُس وقت راجہ صاحب کی حالت اُس خسیس آدمی کی سی تھی جو اپنی

آنکھوں سے اپنی دولت لٹتے ہوئے دیکھتا ہو۔ اور اِس خوف سے کہ لوگوں پر میرے دولت مند ہونے کا بھید کھل جائے گا۔ کچھ بول نہ سکتا ہو۔ دفعتاً اُنہیں ایک بات سوجھی۔ کیوں نہ معاوضہ کے روپے اپنے ہی پاس سے دے دوں۔ روپے کہیں جاتے تو ہیں نہیں۔ جب منظوری آجائے گی واپس لے لوں گا۔ دو چار روز کا معاملہ ہے۔ میری بات رہ جائے گی اور عوام کے دلوں پر اِس کا کتنا اچھا اثر پڑے گا۔ کُل ستر ہزار ہی تو ہیں۔ اور اِس کی کیا ضرورت ہے کہ کُل روپے آج ہی دے دئے جائیں؟ کچھ آج دے دوں۔ کچھ کل دے دوں۔ جب تک منظوری آ ہی جائے گی۔ جب لوگوں کو روپے ملنے لگیں گے تو تسکین ہو جائے گی۔ یہ اندیشہ نہ رہے گا کہ کہیں سرکار روپیوں کو ضبط نہ کر لے۔ افسوس کہ مجھے پہلے یہ بات نہ سوجھی ورنہ معاملہ اِتنا طول ہی کیوں کھینچتا۔ اُنہوں نے اُسی وقت امپیریل بینک کے نام بیس ہزار روپیوں کا چیک لکھا۔ دیر بہت ہو گئی تھی اِس لئے بینک کے مینیجر کے نام ایک خط بھی لکھ دیا کہ روپے دینے میں تاخیر نہ کیجئے گا ورنہ بد امنی واقع ہو جانے کا اِمکان ہے۔ بینک سے آدمی روپے لے کر واپس آیا تو پانچ بج چکے تھے۔ راجہ صاحب فوراً موٹر پر سوار ہو کر پانڈے پور آ پہنچے۔ آئے تو تھے ایسے نیک ارادے سے مگر وہاں دنے اور اناد کو دیکھ کر طیش آگیا۔ جی میں آیا لوگوں سے کہہ دوں کہ جن کے بوتہ پر اُچھل رہے ہو اُنہیں سے روپے لو۔ اور اِدھر سرکار کو لکھ دوں کہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں پس اُن کے روپے ضبط کر لئے جائیں۔ اُسی غصّہ کی حالت میں اُنہوں نے دنے سے مذکورہ بالا باتیں کیں۔ مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ مجمع بڑھتا ہوا چلا آرہا ہے۔ لوگوں کے چہرے غصّہ سے بگڑے ہوئے ہیں۔ مسلّح پولیس سنگیں چڑھائے ہوئے

ہے اور اِدھر اُدھر سے دو چار پتھر بھی پھینکے جا رہے ہیں تو اُن کی وہی حالت ہوئی جو خوف میں نستہ کی ہوتی ہے۔ وہ فوراً اپنے مونڈھے پر کھڑے ہو گئے۔ اور مجمع کو مخاطب کر کے بلند لہجہ میں بولے ــــ دوستو۔ ذرا صبر کرو۔ یوں فساد کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ میں روپے لایا ہوں۔ ابھی تم کو معاوضہ مل جائے گا۔ سرکار نے ابھی منظوری نہیں بھیجی ہے مگر تمہاری خواہش ہو تو تم مجھ سے اپنے روپے لے سکتے ہو۔ اتنی سی بات کے لئے تمہاری یہ ہٹ بالکل بیجا اور نامناسب ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اِس میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ تم کسی کے ورغلانے ہی سے شرارت پر کمربستہ ہوئے ہو۔ لیکن میں تمہیں اُس لگاؤ کی آگ میں نہ کودنے دوں گا جو تمہارے خیرخواہوں نے جلا رکھی ہے۔ یہ لو۔ اپنے روپے۔ سب لوگ باری باری سے آکر اپنے نام لکھاؤ۔ انگوٹھے کا نشان بناؤ۔ روپے لو اور چپکے سے گھر چلے جاؤ۔

ایک آدمی نے کہا۔ گھر تو آپ نے چھین لیا ۔:

راجہ۔ روپیوں سے گھر ملنے میں دیر نہ لگے گی۔ ہم سے تمہاری جو کچھ مدد ہو سکے گی اُسے اُٹھا نہ رکھیں گے۔ اِس مجمع کو فوراً منتشر ہو جانا چاہیئے ورنہ روپے ملنے میں دیر ہوگی ۔:

جو مجمع اُمڈے ہوئے بادلوں کی طرح گھنا اور خوفناک ہو رہا تھا۔ وہ اِس اعلان کو سنتے ہی روئی کے گالوں کی طرح پھٹ گیا۔ نہ جانے لوگ کہاں سما گئے صرف وہی لوگ رہ گئے جنہیں روپے پانے تھے۔ وقتی دانشمندی سر پر آئی ہوئی مصیبت کو کتنی آسانی سے رفع کر سکتی ہے۔ اس کا یہ بیّن ثبوت تھا۔ ایک نامناسب لفظ۔ ایک سخت فقرہ۔ حالت کو نازک اور ناقابلِ اصلاح بنا دیتا ۔:

پٹواری نے ناموں کی فہرست پڑھنی شروع کی۔ راجہ صاحب اپنے ہاتھوں سے روپے تقسیم کرنے لگے۔ اسامی روپے لیتا تھا۔ انگوٹھے کا نشان بناتا تھا اور پھر دو سپاہی اُس کے ساتھ کر دیئے جاتے تھے کہ جاکر مکان خالی کرالیں۔

روپے پاکر لوٹتے ہوئے لوگ اس طرح باتیں کرتے جاتے تھے:

ایک مسلمان۔ یہ راجہ بڑا موذی ہے۔ سرکار نے روپے بھیج دئے تھے پر دبائے بیٹھا تھا۔ ہم لوگ گرم نہ پڑتے تو صاف ہضم کر جاتا۔

دوسرا۔ سوچا ہوگا کہ مکان خالی کرالوں اور روپے سرکار کو واپس کر کے سرخرو بن جاؤں۔

ایک برہمن نے اُس کی مخالفت کی۔ کیسے گنئے ہو بیچارے نے روپے اپنے پاس سے دئے ہیں۔

تیسرا۔ تم گدھے ہو۔ یہ چالیں کیا جانو۔ جاکر پوتھی پڑھو اور پیسے ٹھگو۔

چوتھا۔ سبھوں نے پہلے ہی صلاح کر لی ہوگی۔ آپس میں روپے بانٹ لیتے اور ہم لوگ ٹھاٹھ ہی پر رہ جاتے۔

ایک منشی جی بولے۔ اتنا بھی نہ کرین تو سرکار کیسے خوش ہو؟ انہیں چاہئے تھا کہ رعایا کی طرف سے سرکار سے لڑتے مگر آپ خود ہی خوشامدی ٹٹو بنے ہوئے ہیں۔ سرکار کا دباؤ تو محض حیلہ ہے۔

پانچواں۔ تو یہ سمجھ لو کہ اگر ہم لوگ نہ آجاتے تو بیچاروں کو کوڑی بھی نہ ملتی۔ گھر سے نکل جانے پر کون دیتا ہے اور کون لیتا ہے؟ بیچارے مانگنے جاتے تو چپڑاسیوں سے مار کر نکلوا دیتے۔

عوام کی نظر ایک مرتبہ اعتبار کھو کر پھر اُس کا قائم کرنا مشکل ہے۔ راجہ صاحب کو عوام کے دربار سے یہ صلہ مل رہا تھا۔

شام ہو گئی تھی۔ چار پانچ ہی اسامیوں کو روپے ملنے پائے تھے کہ اندھیرا ہو گیا۔ راجہ صاحب نے لیمپ کی روشنی میں نو بجے رات تک روپے تقسیم کئے۔ اُس وقت نایک رام نے کہا۔ سرکار اب تو بہت دیر ہوئی نہ ہو کل پر اٹھا رکھئے۔ راجہ صاحب بھی تھک گئے تھے۔ عوام کو بھی اب روپے ملنے میں کوئی رُکاوٹ نہ نظر آتی تھی۔ پس کام دوسرے روز پر ملتوی کر دیا گیا۔ مگر مسلح پولیس نے وہیں ڈیرا جمایا کہ کہیں پھر نہ لوگ جمع ہو جائیں۔

دوسرے روز دس بجے پھر راجہ صاحب تشریف لائے۔ ویسے اور اندرو ت بھی کئی والنٹیروں کے ساتھ آ پہنچے۔ فہرست کھولی گئی۔ سب سے پہلے سُورداس کی طلبی ہوئی۔ وہ لاٹھی ٹیکتا ہوا آ کر راجہ صاحب کے سامنے کھڑا ہو گیا

راجہ صاحب نے اُس کو سر سے پیر تک دیکھا اور کہا —— تمہارے مکان کا معاوضہ صرف ایک روپیہ ہے یہ لو اور مکان خالی کر دو۔

سُورداس۔ کیسا روپیہ؟

راجہ۔ ابھی تمہیں معلوم ہی نہیں۔ تمہارا مکان سرکار نے لے لیا ہے۔ یہ اُس کا معاوضہ ہے۔

سُورداس۔ میں نے تو اپنا مکان بیچنے کو کسی سے نہیں کہا۔

راجہ۔ اور لوگ بھی تو خالی کر رہے ہیں۔

سُورداس۔ جو لوگ چھوڑنے پر راضی ہوں اُنہیں دیجئے۔ میری جھونپڑی

رہنے دیجئے۔ پڑا رہوں گا اور سرکار کا کلیان مناتا رہوں گا۔

راجہ۔ یہ تمہاری مرضی کی بات نہیں ہے۔ سرکاری حکم ہے۔ سرکار کو اس زمین کی ضرورت ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اور مکانات تو گرا دئے جائیں اور تمہارا جھونپڑا بنا رہے؟

سُورداس۔ سرکار کے پاس جمین کی کیا کمی ہے۔ سارا مُلک پڑا ہُوا ہے ایک گریب آدمی کی جھونپڑی چھوڑ دینے سے اُس کا کام تھوڑے ہی رُک جائے گا۔

راجہ۔ فضول حجّت کرتے ہو۔ یہ روپیہ لو۔ انگوٹھے کا نشان بناؤ اور جاکر جھونپڑی میں سے اپنا سامان نکال لو۔

سُورداس۔ سرکار جمین لے کر کیا کرے گی؟ یہاں کوئی مندر بنے گا؟ کوئی تالاب کُھدے گا؟ کوئی دھرمسالا بنے گی؟ بتلائیے!

راجہ۔ یہ میں کچھ نہیں جانتا۔

سُورداس۔ جانتے کیوں نہیں؟ دُنیا جانتی ہے۔ بچّہ بچّہ جانتا ہے۔ پُتلی گھر کے مجوروں کے لئے گھر بنیں گے۔ بنیں گے تو اُس پر میرا کیا پھائدہ ہوگا کہ گھر چھوڑ کر نکل جاؤں؟ جو کچھ پھائدہ ہوگا وہ صاحب کو ہوگا۔ پرجا کی تو بربادی ہی ہے ایسے کام کے لئے میں اپنا جھونپڑا نہ چھوڑوں گا۔ ہاں کوئی دھرم کا کام ہوتا تو سب سے پہلے میں اپنا جھونپڑا دے دیتا۔ اس طرح جبردستی کرنے کا آپ کو اِکھتیار ہے۔ سپاہیوں کو حکم دے دیں پھُوس میں آگ لگتے کتنی دیر لگتی ہے۔ پر بہ نیائے نہیں ہے۔ پُرانے جمانے میں ایک راجہ اپنا بگیچہ بنوانے لگا تو ایک بُڑھیا کی جھونپڑی بیچ میں پڑ گئی۔ راجہ نے اُسے بُلا کر کہا کہ تو یہ جھونپڑی مجھے دے دے۔ جتنے

روپے کہے تجھے دے دوں۔ جہاں کہہ۔ تیرے لئے گھر بنوا دوں۔ بڑھیا نے کہا میرا جھونپڑا رہنے دیجئے۔ جب دنیا دیکھے گی کہ آپ کے بگیچے کے ایک کونے میں بڑھیا کی جھونپڑی ہے تو آپ کے دھرم اور نیائی کی بڑائی کرے گی۔ بگیچے کی دیوار دس پانچ ہاتھ ٹیڑھی ہو جائے گی پر اس سے آپ کا نام سدا کے لئے امر ہو جائے گا۔ راجہ نے بڑھیا کی جھونپڑی چھوڑ دی۔ سرکار کا دھرم پرجا کو پالنا ہے کہ اُس کا گھر اُجاڑنا۔ اُس کو تباہ کرنا ؟

راجہ صاحب نے جھنجھلا کر کہا۔ میں تم سے دلیل کرنے نہیں آیا ہوں۔ سرکاری حکم کی تعمیل کرنے آیا ہوں۔

سورداس۔ ہجور میری مجال ہے کہ آپ سے دلیل کر سکوں مگر مجھے اُجاڑئیے مت باپ دادوں کی نسانی یہی جھونپڑی رہ گئی ہے۔ اسے رہنے دیجئے۔

راجہ صاحب کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ ایک ایک اسامی سے گھنٹوں بحث مباحثہ کرتے۔ اُنھوں نے دوسرے آدمی کو بُلانے کا حکم دیا۔ اندردت نے دیکھا کہ سورداس ابھی اب وہیں کھڑا ہے ہٹنے کا نام نہیں لیتا تو ڈرے کہ راجہ صاحب کہیں اُسے سپاہیوں سے دھکے دے کر ہٹوا نہ دیں۔ آہستہ سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لے گئے اور بولے —— سورداس ہے تو بے انصافی مگر کیا کرو گے ؟ جھونپڑی تو چھوڑنی ہی پڑے گی۔ جو کچھ ملتا ہے لے لو۔ راجہ صاحب کی بدنامی کا خوف ہے ورنہ میں تم سے لینے کو نہ کہتا۔

کئی آدمیوں نے اِن لوگوں کو گھیر لیا۔ ایسے مواقع پر لوگوں کا شوق

بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ کیا ہوا۔ کیا کہا۔ کیا جواب دیا؟ سبھی اِن باتوں کے جاننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ سُور داس نے اشک آلود آنکھوں سے دیکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ بھیا تم بھی کتنے ہو کہ روپیہ لے لو۔ مجھے تو اس پتلی گھر سے پیس ڈالا۔ باپ دادوں کی نسانی دس بیگھے جمین تھی وہ پہلے ہی نکل گئی۔ اب یہ جھونپڑی بھی چھینی جا رہی ہے۔ بنسار اسی مایا موہ کا نام ہے۔ جب اِس سے چھوٹ جائیں گا تو جھونپڑی میں رہنے نہ آؤں گا۔ لیکن جب تک جیتا ہوں اپنا گھر مجھ سے نہ چھوڑا جائے گا۔ اپنا گھر ہے نہیں دیتے۔ ہاں برجستی جو چاہے لے لے ؛

اندردت۔ زبردستی کوئی نہیں کر رہا ہے۔ قانون کے مطابق ہی یہ مکانات خالی کرائے جا رہے ہیں۔ سرکار کو اختیار ہے کہ وہ کسی سرکاری کام کے لئے جو مکان یا زمین چاہے لے لے ؛

سُور داس۔ ہوگا کانون۔ میں تو ایک دھرم کا کانون جانتا ہوں۔ اِس طرح جبر جستی کرنے کے لئے جو کانون چاہو بنا لو۔ یہاں کوئی سرکار کا ہاتھ پکڑنے والا تو ہے نہیں۔ اُس کے صلاح کار بھی تو سیٹھ مہاجن ہی ہیں ؛

اندردت نے راجہ صاحب کے پاس جا کر کہا۔ آپ اندھے کا معاملہ آج ملتوی کر دیں تو اچھا ہو۔ گنوار آدمی بات نہیں سمجھتا بس اپنی ہی گائے جاتا ہے ؛

راجہ نے سُور داس کو غضبناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ گنوار نہیں ہے۔ چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ وہ ہمیں اور تمہیں دونوں ہی کو قانون پڑھا سکتا ہے۔ یہ بھکاری ٹرّا ہے۔ میں اِس کا جھونپڑا گروائے دیتا ہوں؟

اِس جملہ کے آخری الفاظ سُور داس کے کانوں میں پڑ گئے۔ بولا۔

جھونپڑا کیوں گروائیے گا۔ اس سے تو یہی اچھا ہے کہ مجھی کو گولی مروا دیجئے۔

یہ کہہ کر سورداس لاٹھی ٹیکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ راجہ صاحب کو اس کی گستاخی پر غصہ آ گیا۔ ثروت خود کو بڑی مشکل سے بھولتی ہے خصوصاً جب دوسروں کے سامنے اس کی تحقیر کی جاتے۔ ماہر علی کو بلا کر کہا۔ اس کی جھونپڑی ابھی گرا دو۔

داروغہ ماہر علی چلے۔ مسلح اور غیر مسلح پولیس اور مزدوروں کی ایک جماعت ان کے ساتھ چلی گویا کسی قلعہ پر حملہ کرنے جا رہے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے عوام کا ایک مجمع بھی روانہ ہوا۔ راجہ نے ان آدمیوں کے تیور دیکھے تو ہوش اڑ گئے۔ فساد کا احتمال تھا۔ جھونپڑے کا مسمار کرنا اتنا آسان نہ معلوم ہوا جتنا کہ انھوں نے سمجھ رکھا تھا۔ پچھتاتے کہ میں نے ناحق ماہر علی کو حکم دیا۔ جب محلہ میدان ہو جاتا تو جھونپڑا خود بخود اجڑ جاتا۔ سورداس کوئی بھوت تو ہے نہیں کہ تنہا اس میں پڑا رہتا۔ میں نے چیونٹی کو تلوار سے مارنے کی کوشش کی۔ ماہر علی غصہ ور آدمی ہے اور ان آدمیوں کے رخ بھی بدلے ہوئے ہیں۔ عوام غصہ میں اپنے کو بھول جاتے ہیں۔ موت پر ہنستے ہیں۔ کہیں ماہر علی جلد بازی کر بیٹھا تو ضرور فساد ہو جائے گا۔ اس کا سارا الزام میرے سر ہوگا۔ یہ اندھا خود تو ڈوبا ہی ہوا ہے۔ مجھے بھی ڈبوئے دیتا ہے۔ بری طرح میرے پیچھے پڑا ہوا ہے مگر اس وقت وہ حاکم کی حیثیت میں تھے۔ حکم کو واپس نہ لے سکتے تھے سرکار کی آبرو میں بٹہ لگنے کی نسبت کہیں زیادہ خوف اپنی آبرو میں بٹہ لگنے کا تھا۔ اب یہی تدبیر تھی کہ عوام کو جھونپڑے کی طرف نہ جانے

دیا جائے سپرنٹنڈنٹ ابھی ابھی پل سے لوٹا تھا۔ اور گھوڑے پر چڑھا ہوا سِگار پی رہا تھا کہ راجہ صاحب نے جا کر اُس سے کہا۔ ان لوگوں کو روکنا چاہئے۔

اُس نے کہا جانے دیجئے۔ کوئی ہرج نہیں۔ تسکار ہو گا۔

بڑی خونریزی ہوگی۔

ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

ونے کے چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ نہ آگے جاتے بنتا تھا نہ پیچھے۔ نہایت مغموم ہو کر بولے۔ اندو۔ مَیں بڑی مصیبت میں ہوں۔

اندر دت نے کہا۔ اِس میں کیا شک ہے۔

”عوام کو قابو میں رکھنا مشکل ہے“۔

”آپ جائیے۔ میں دیکھ لوں گا۔ آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے“

”تم اکیلے ہی رہ جاؤ گے“۔

”کوئی اندیشہ ہی نہیں“۔

”تم بھی میرے ساتھ کیوں نہیں چلتے؟ اب ہم یہاں رہ کر کیا کر لیں گے؟ ہم اپنا فرض ادا کر چکے“۔

”آپ جائیے۔ آپ کو جو مجبوری ہے وہ مجھے نہیں ہے۔ مجھے اپنے کسی عزیز کی عزت یا ذلت کا خوف نہیں“۔

ونے وہیں مضطرب اور ساکت کھڑے ہوئے تھے گویا کوئی عورت گھر سے نکال دی گئی ہو۔ اندر دت انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھے تو مجمع اسی گلی کے موڑ پر رُکا ہوا تھا۔ جو سورداس کے جھونپڑے کی طرف جاتی تھی۔ گلی کے دروازہ پر پانچ کانسٹبل سنگینیں چڑھائے کھڑے تھے۔ ایک قدم

آگے بڑھنا سنگین کی نوک کو چھاتی پر لینا تھا۔ سنگینوں کی دیوار سامنے کھڑی تھی ؎

اندردت نے ایک کنوئیں کی جگت پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا۔ بھائیو۔ سوچ لو۔ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ کیا اس جھونپڑی کے لئے پولیس سے لڑوگے؟ اپنا اور اپنے بھائیوں کا خون بہاؤگے؟ اس قیمت پر یہ جھونپڑی بہت مہنگی ہے۔ اگر اُسے بچانا چاہتے ہو تو ان آدمیوں ہی سے منت کرو جو اس وقت وہاں پہلے سنگین چڑھائے۔ موت کے فرشتے بنے ہوئے تمہارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور اگرچہ ظاہرا وہ تمہارے دشمن ہیں مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس کا دل تمہارے ساتھ نہ ہو۔ جو ایک بیکس اور کمزور اندھے کی جھونپڑی گرانے میں اپنی دلاوری سمجھتا ہو۔ ان میں سبھی بھلے آدمی ہیں جن کے بال بچے ہیں۔ جو قلیل تنخواہ پر تمہارے جان ومال کی حفاظت کرنے کے لئے گھر سے آئے ہیں ؎ ایک آدمی۔ ہمارے جان ومال کی حفاظت کرتے ہیں یا سرکار کے رعب وداب کی؟

اندردت۔ ایک ہی بات ہے۔ تمہارے جان ومال کی حفاظت کے لئے سرکار کے رعب داب کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ انہیں جو تنخواہ ملتی ہے وہ ایک مزدور کی اُجرت سے بھی کم ہے۔

ایک سوال۔ یکہ بگھی والوں سے پیسے نہیں لیتے؟

دوسرا سوال۔ چوریاں نہیں کراتے؟ جوا نہیں کھلاتے؟ گھوس نہیں کھاتے؟

اندردت۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ تنخواہ جتنی ملنی چاہئے اُتنی نہیں

ملتی۔ یہ بھی ہماری اور تمہاری طرح انسان ہیں۔ اُن میں بھی رحم اور عقل ہے یہ بھی کمزوروں پر ہاتھ اُٹھانا کمینہ پن سمجھتے ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ مجبور ہوکر۔ انہیں سے کہو کہ اندھے پر ترس کھائیں اور اُس کی جھونپڑی کو بچائیں (کانسٹیبلوں سے) کیوں دوستو تم سے اس رحم کی اُمید رکھیں؟ اِن آدمیوں پر رحم کروگے؟

اندر دت نے ایک طرف عوام کے دلوں میں سپاہیوں کے لئے ہمدردی پیدا کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف سپاہیوں کے دلی رحم کو متحرک کرنے کی۔ حولدار سنگینوں کے عقب میں کھڑا تھا۔ بولا۔ ہماری روزی بچاکر اور جو چاہے وہ کیجئے۔ اِدھر سے نہ جائیے۔

اندر دت۔ تو روزی کے لئے اتنے لوگوں کی جانیں لےلوگے؟ یہ بیچارے بھی تو ایک بیکس کی مدد کرنے آئے ہیں۔ جو ایشور تمہیں یہاں رزق دیتا ہے وہ کیا کسی دوسری جگہ تمہیں بھوکوں مارے گا؟ ارے یہ کون پتھر پھینکتا ہے؟ یاد رکھو کہ تم لوگ انصاف کی حفاظت کرنے آئے ہو۔ بلوہ کرنے نہیں۔ ایسے بُزدلانہ حملوں سے اپنے کو قابلِ ملامت نہ بناؤ۔ مت ہاتھ اُٹھاؤ۔ اگر تمہارے اوپر گولیوں کی باڑھ بھی چلے۔

اندر دت کو زیادہ کہنے کا موقع نہ ملا۔ سپرنٹنڈنٹ نے گلی کے موڑ پر آدمیوں کا ہجوم دیکھا تو گھوڑا دوڑاتا اِدھر چلا۔ اندر دت کی آواز کانوں میں پڑی تو ڈانٹ کر بولا۔ ہٹادو اس کو۔ ان سب آدمیوں کو ابھی سامنے سے ہٹادو۔ تم سب آدمی ابھی ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہم گولی ماردے گا۔

مجمع ذرا بھی نہ ہٹا۔

"ابھی ہٹ جاؤ نہیں تو ہم فائر کردے گا۔"

کوئی آدمی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

سپرنٹنڈنٹ نے تیسری دفعہ آدمیوں کو ہٹ جانے کا حکم دیا۔

مجمع ساکت اور بےحس کھڑا تھا۔

فائر کرنے کا حکم ہوا۔ سپاہیوں نے بندوقیں ہاتھوں میں لیں۔ اتنے میں راجہ صاحب بیدہ اس ہو کر دوڑتے ہوئے آئے اور بولے "مسٹر براؤن۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو" لیکن حکم ہو چکا تھا۔ باڑھ سر کی گئی۔ بندوقوں کی نالوں سے دھواں نکلا۔ دھائیں دھائیں کی دل ہلا دینے والی آوازیں سنائی دیں اور کئی آدمی چکر کھا کر گر پڑے۔ مجمع کی طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ دو چار شاخیں گر پڑیں مگر درخت ہنوز کھڑا ہوا تھا۔

پھر فائر کا حکم ہوا۔ راجہ صاحب نے اسکے بہت منت کر کے کہا۔ "مسٹر براؤن۔ یہ گولیاں میرے دل کو چھیدے ڈالتی ہیں" لیکن حکم ہو چکا تھا۔ دوسری باڑھ چلی۔ پھر کئی آدمی گر پڑے۔ شاخیں گریں لیکن درخت بدستور کھڑا تھا۔

تیسری بار فائر کرنے کا حکم ہوا۔ راجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر بھری ہوئی آواز میں کہا "مسٹر براؤن اب میں بالکل تباہ ہو گیا" بندوقیں سر کی گئیں۔ کئی آدمی گرے اور اُن کے ساتھ اندر دوت بھی۔ گولی سینہ کے پار ہو گئی۔ درخت کا تنہ گر گیا۔

مجمع میں بھگدڑ پڑ گئی۔ لوگ گرتے پڑتے ایک دوسرے کو کچلتے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کوئی کسی درخت کی آڑ میں چھپا۔ کوئی کسی گھر میں گھس گیا۔ کوئی سڑک کے کنارے کی کھائیوں میں جا بیٹھا۔ مگر زیادہ تر لوگ وہاں سے ہٹ کر سڑک پر جا کر کھڑے ہو گئے۔

نایک رام نے دنے سنگھ سے کہا ـــــ بھیّا کیا کھڑے ہو؟ امدرت کو گولی لگ گئی ۔

دنے ابھی تک بے پروائی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے ۔ یہ خبر پاتے ہی گولی سی لگ گئی ۔ بے تحاشا دوڑے اور سنگینوں کے سامنے گلی کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گئے ۔ انہیں دیکھتے ہی بھاگنے والے سنبھل گئے ۔ جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے ۔ جب ایسے ایسے لوگ مرنے کو تیار ہیں جن کے لئے دنیا میں آرام ہی آرام ہے تو ہم پھر کس گنتی میں ہیں ۔ یہ خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا ۔ گرتی ہوئی دیوار پھر کھڑی ہو گئی ۔ سپرنٹنڈنٹ نے دانت پیس کر چوتھی بار فائر کرنے کا حکم دیا ۔ لیکن یہ کیا؟ کوئی سپاہی بندوق نہیں چلاتا ۔ حولدار نے بندوق زمین پر پٹک دی ۔ سپاہیوں نے بھی اس کے ساتھ ہی اپنی اپنی بندوقیں رکھ دیں ۔ حولدار بولا ـــــ حضور کو اختیار ہے جو چاہیں کریں ۔ مگر اب ہم لوگ گولی نہیں چلا سکتے ۔ ہم بھی انسان ہیں قصائی نہیں ہیں ۔

براؤن ۔ کورٹ مارشل ہوگا ۔

حولدار ۔ ہو جائے ۔

براؤن ۔ نمک حرام لوگ ۔

حولدار ۔ اپنے بھائیوں کا گلا کاٹنے کے لئے نہیں ان کی حفاظت کے لئے نوکری کی تھی ۔

یہ کہہ کر سب کے سب پیچھے کی طرف پھر گئے اور سورداس کے جھونپڑے کی طرف چلے ۔ ان کے ساتھ ہی کئی ہزار آدمی جے جے کے نعرے بلند کرتے ہوئے روانہ ہوئے ۔ دنے ان کے آگے آگے تھے ۔ راجہ صاحب

اور مسٹر براؤن حواس باختہ سے کھڑے تھے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی بات وقوع پذیر ہو رہی تھی جو پولیس کی تاریخ میں ایک نئے زمانہ کی آمد کا پیش خیمہ تھی۔ جو روایات کے خلاف انسانی فطرت کے خلاف اور طرزِ حکومت کے خلاف تھی۔ سرکار کے وہ پُرانے خادم جن میں سے کتنوں ہی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ رعایا کو دبلنے ہی میں بسر کیا تھا۔ یوں اکڑے ہوئے چلے جائیں۔ اپنا سب کچھ یہاں تک کہ جان دینے کو بھی تیار تیار رہو جائیں۔ الراجہ صاحب اب تک جوابدہی کے بوجھ سے کانپ رہے تھے۔ اب یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھی پر نہ ٹوٹ پڑیں۔ براؤن تو گھوڑے پر سوار۔ آدمیوں کو ہنٹر مار کر بھگانے کی کوشش کر رہا تھا اور راجہ صاحب اپنے لئے چھپنے کی کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے۔ لیکن کسی نے اُن کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ سب کے سب فتح کے نعرے بلند کرتے ہوئے سیلانی روش سے سورداس کی جھونپڑی کی طرف دوڑے چلے جاتے تھے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو جھونپڑے کے چاروں طرف سیکڑوں آدمی کھڑے تھے۔ ماہر علی اپنے آدمیوں کے ساتھ نیم کے درخت کے نیچے کھڑے ہوئے نئی مسلح پولیس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس بھیڑ کو پار کر کے جھونپڑے کے پاس جائیں۔ سب کے آگے نایک رام کندھے پر لٹھ رکھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس مجمع کے وسط میں جھونپڑے کے دروازہ پر سورداس سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا گویا صبر۔ روحانی طاقت اور پر سکون جلال کی زندہ تصویر تھی۔

دنے کو دیکھتے ہی نایک رام آ کر بولا۔ بھیّا تم اب کچھ پھکر مت کرو۔ میں یہاں سنبھال لوں گا۔ اِدھر مہینوں سے سورداس سے میری

اَن بَن تھی۔ بول چال تک بند تھا پر آج اُس کا جیوٹ جگر او یکھ کر دنگ ہو گیا۔ ایک اندھے ایاہج میں اتنی ہمّت! ہم لوگ دیکھتے ہی کو مٹی کا یہ بوجھ لادے ہوئے ہیں ۔

ونے۔ اندر دت کا مرنا غضب ہو گیا۔

نایک رام۔ بھیّا دل نہ چھوٹا کرو۔ بھگوان کی یہی اِچھا تھی۔

ونے۔ کتنی بہادرانہ موت پائی ہے!

نایک رام۔ مَیں تو کھڑا دیکھتا ہی تھا۔ ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔

ونے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آج یہ نوبت آئے گی۔ ورنہ پہلے خود ہی جاتا۔ وہ اکیلے سمتی کا کام سنبھال سکتے تھے۔ میں نہیں سنبھال سکتا۔ کتنے ہنس مکھ تھے۔ دِقتوں کو تو دھیان ہی میں نہ لاتے تھے۔ آگ میں کودنے کو تیار رہتے تھے۔ خیریت یہی ہے کہ ابھی بیاہ نہیں ہوا تھا۔

نایک رام۔ گھر والے کتنا زور دیتے رہے پر اُنھوں نے ایک بار نہیں کر کے پھر ہاں نہ کی۔

ونے۔ ایک نوجوان عورت کی جان بچ گئی۔

نایک رام۔ کہاں کی بات بھیّا بیاہ ہو گیا ہوتا تو وہ اس طرح بیدھڑک ہو کر گولیوں کے سامنے جاتے ہی نا۔ بیچارے ماں باپ کا کیا حال ہو گا۔

ونے۔ رو رو کر مر جائیں گے اور کیا:

نایک رام۔ اتنا اچھا ہے کہ اور کئی بھائی ہیں اور گھر کے بوڑھے ہیں۔

ونے۔ دیکھو ان سپاہیوں کی کیا گت ہوتی ہے۔ کل تک فوج آ جائے گی ان غریبوں کی بھی کچھ فکر کرنی چاہئے۔

نایک رام۔ کیا فکر کرو گے بھیّا؟ ان کا کورٹ مارشل ہو گا۔ بھاگ کر کہاں

جائیں گے؟

ونئے - یہی تو اُن سے کہنا ہے کہ بھاگیں نہیں - جو کچھ کیا ہے اس کا پھل بھوگنے
سے نہ ڈریں حولدار کو پھانسی ہو جائے گی ۔

یہ کہتے ہوئے دونوں آدمی مجسٹریٹ کے پاس گئے تو حولدار بولا ___
کنور صاحب میرا تو کورٹ مارشل ہوگا ہی ۔ میرے بال بچوں کی خبر لیجئے گا ۔
یہ کہتے کہتے وہ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے

بہت لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے ___ کنور صاحب چندہ کھول
دیجئے ۔ حولدار تم سچے سورما ہو مگر وہ دل پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے ۔

ونئے - حولدار ہم سے جو کچھ ہو سکے گا وہ اُٹھا نہ رکھیں گے آج تم نے
ہماری لاج رکھ لی ۔

حولدار - کنور صاحب مرنے جینے کی چنتا نہیں ہے ۔ مرنا تو ایک دن ہو گا
ہی ۔ اپنے بھائیوں کی سیوا کرتے ہوئے مارے جانے سے بڑھ کر اور کون موت
ہوگی ؟ دھنیہ ہے آپ کو جو اپنا سکھ آنند چھوڑ کر ابھاگوں کی رکشا کر رہے ہو

ونئے - تمہارے ساتھ کے دو لوگ نوکری کرنا چاہیں اُنہیں ہمارے یہاں
جگہ مل سکتی ہے ۔

حولدار - دیکھئے کون بچتا ہے اور کون مرتا ہے ؟

راجہ صاحب نے موقع پا تو موٹر پر بیٹھ کر چلتا ہو گئے مسٹر براؤن
فوجی کمک کے بارہ میں حاکم ضلع سے مشورہ کرنے چلے گئے ۔ ماہر علی اور اُن
کے سپاہی وہیں جمے رہے ۔ اندھیرا ہو گیا تھا ۔ لوگ بھی ایک ایک کر کے
جانے لگے ۔ دفعتاً سورداس آکر بولا ___ کنور جی کہاں ہیں ؟ دھرماوتار
ہاتھ بھر دھرتی کے لئے کیوں اتنا جھگڑا کرتے ہو ؟ میرے کارن (بسبب)

آج اتنے آدمیوں کی جان گئی ہیں کیا جانتا تھا کہ رانی کا یہ مت ہو جائے گا نہیں تو اپنے ہاتھ سے اس جھونپڑی میں آگ لگا دیتا اور منہ میں کالکھ لگا کر کہیں نکل جاتا۔ مجھے کیا کرنا تھا۔ جہاں مانگتا وہیں پڑا رہتا۔ بھیا۔ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میری جھونپڑی کے پیچھے کتنے ہی گھر اجڑ جائیں۔ جب مر جاؤں تو جو جی میں آئے کرنا۔

وفے۔ تمہاری جھونپڑی نہیں۔ ہمارا قومی مندر ہے۔ ہم اس پر پھاوڑے چلتے دیکھ کر خاموش نہیں بیٹھے رہ سکتے۔

سور داس۔ پہلے میری دیہہ پر پھاوڑا چل چکے گا تب گھر پر پھاوڑا چلے گا۔

وفے۔ اور اگر آگ لگا دیں؟

سور داس۔ تب تو میری چتا ہی بنائی ہے۔ بھیا میں تم سے اور سب بھائیوں سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ اگر میرے کارن کسی ماں کی گود سونی ہوئی یا میری کوئی بہن بدھوا ہوئی تو میں اس جھونپڑی میں آگ لگا کر جل مروں گا۔

وفے نے نایک رام سے کہا۔ اب؟

نایک رام۔ بات کا دھنی ہے۔ جو کہے گا ضرور کرے گا۔

وفے۔ تو پھر ابھی اسی طرح چلنے دو۔ دیکھو ادھر سے کل کیا گل کھلتا ہے۔ ان کا ارادہ دیکھ کر ہم لوگ بھی سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔ اب چلو اپنے بہادروں کی مٹی ٹھکانے لگائیں۔ یہ ہمارے قومی شہید ہیں۔ ان کا جنازہ دھوم سے نکلنا چاہئے۔

اور تھوڑی دیر میں اٹھارہ ارتھیاں نکلیں اور تین جنازے۔ آگے آگے اندر دت کی ارتھی تھی۔ پیچھے پیچھے دوسروں کی۔ جنازے قبرستان کی طرف گئے۔

ارتھیوں کے پیچھے کوئی دس ہزار آدمی ننگے سر ننگے پیر سر جھکائے چلے جاتے تھے۔ ہر قدم پر مجمع بڑھتا جاتا تھا۔ چاروں طرف سے لوگ دوڑے چلے آتے تھے۔ لیکن کسی کے چہرہ پر سوگ یا غم کا نشان نہ تھا۔ نہ کسی کی آنکھ میں آنسو تھے۔ نہ کسی کے منہ سے فریاد و فغاں کی آواز نکلتی تھی۔ اس کے خلاف دلوں میں غرور تھا اور آنکھوں میں قومیت کی پُرجوش جھلک۔ اگر اس وقت راستہ میں توپیں لگا دی جاتیں تو بھی لوگوں کے قدم پیچھے نہ پڑتے۔ نہ کہیں ماتم کی آواز تھی۔ نہ فتح کا نعرہ۔ عجیب خاموشی تھی۔ جذبہ جوش اور روانی سے معمور۔

راستہ میں راجہ مہیندر کمار کا محل ملا۔ راجہ صاحب چھت پر کھڑے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ دروازہ پر مسلح سپاہیوں کا ایک گروہ سنگینیں چڑھائے کھڑا تھا۔ جیوں ہی ارتھیاں اس کے دروازہ کے سامنے سے نکلیں کہ ایک عورت اندر سے نکل کر ہجوم میں شامل ہو گئی۔ یہ رانی آندو تھی۔ اُس پر کسی کی نگاہ نہ پڑی۔ اُس کے ہاتھوں میں گلاب کے پھولوں کی ایک مالا تھی جسے اُس نے خود ہی گوندھا تھا۔ وہ اس ہار کو لئے ہوئے آگے بڑھی اور اندردت کی ارتھی کے پاس جاکر آنسوؤں کے ساتھ اُسے ارتھی پر چڑھا دیا۔ ونے نے دیکھ لیا۔ بولے "آندو"۔ اندو نے اُن کی طرف اشک آلود آنکھوں سے دیکھا اور کچھ نہ بولی۔ کچھ بول نہ سکی۔

اے گنگا! ایسا شاندار منظر شاید ہی تمہاری آنکھوں نے کبھی دیکھا ہو گا۔ تم نے بڑے بڑے سورماؤں کو خاکستر کا ڈھیر ہوتے ہوئے دیکھا ہے جو شیروں کا منہ پھیر سکتے تھے۔ بڑے بڑے زبردست راجے مہاراجے تمہاری آنکھوں کے سامنے خاک میں مل گئے جن کے نعروں سے دُنیا تھراتی

تھی۔ بڑے بڑے جری لوگ یہاں چتا کی آگ میں جل گئے۔ کوئی نام و نمود کا بھوکا تھا کوئی راج پاٹ کا اور کوئی سیم و زر کا۔ کتنے گیانی دھیانی۔ جوگی۔ پنڈت تمہارے دیکھتے دیکھتے آگ کے شعلوں میں سما گئے۔ سچ کہنا۔ کبھی تمہارا دل اتنا مسرور ہوا تھا؟ کبھی تمہاری موجوں نے اس طرح سر اٹھایا تھا؟ اپنے لئے سبھی مرتے ہیں۔ کوئی اس لوک کے لئے اور کوئی پرلوک کے لئے۔ آج تمہاری گود میں وہ لوگ آ رہے ہیں جو بیغرض تھے۔ جنہوں نے پاک اور خالص صدق کی حفاظت کے لئے اپنے کو قربان کر دیا ہے!

اور ایسا مسرت خیز ناتم مجمع بھی کبھی تم نے دیکھا جس کا ایک ایک جزو اخوت۔ قومی محبت اور بہادرانہ عقیدت سے مملو ہو؟

تمام رات شعلے بلند ہوتے رہے گویا شہیدوں کی روحیں آتشیں تخت پر بیٹھی ہوئیں بہشت کو جا رہی تھیں!

نکلتے ہوئے سورج کی سرخ کرنیں چتاؤں سے لپٹ لپٹ کر ملنے لگیں۔ یہ سورج دیوتا کا آشیرواد (دعا) تھا۔

لوٹتے وقت صرف گنے گنائے لوگ رہ گئے تھے۔ عورتیں پرجوش گانے گاتی ہوئیں چلی آتی تھیں۔ رانی جانھوی آگے آگے تھیں۔ آنندو اور کئی دیگر عورات پیچھے پیچھے۔ ان کی بہادرانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی میٹھی تان صبح کی روشن شعاعوں پر ناچ رہی تھی جس طرح دل کے تاروں پر محبت رقص کرتی ہے۔

(۴۳)

صوفیا کے مذہبی خیالات اس کی معاشرت اس کی جورش اس کی مذہبی تعلیم یہ سبھی باتیں ایسی تھیں جن سے ایک ہندو عورت کو نفرت

ہو سکتی تھی۔ مگر اتنے دنوں کے تجربہ نے رانی صاحبہ کے سارے شکوک دور کر دیئے تھے۔ صوفیا ابھی تک ہندو مذہب کے دائرہ میں باقاعدہ طریقہ پر داخل نہ ہوئی تھی مگر اُس کا اخلاق ہندو مذہب اور ہندو سوسائٹی کے موافق تھا۔ اس بارہ میں اب رانی جاہنوی کو ذرا بھی شک نہ تھا۔ اُنہیں اب اگر شک تھا تو صرف یہ کہ ازدواجی رشتہ کے قائم ہو جانے پر دونے کہیں اپنے مقصد کو نہ بھول جائے۔ اس تحریک میں رہنمائی کا بار اپنے اوپر لے کر دونے اس شک کو بھی بے بنیاد ثابت کر دیا۔ رانی صاحبہ اب شادی کی تیاریوں میں مشغول ہوئیں۔ کنور صاحب تو پہلے ہی سے راضی تھے۔ البتہ صوفیا کے والدین کی رضامندی ضروری تھی۔ اندو کو کوئی اعتراض ہو ہی نہ سکتا تھا باقی اور رشتہ داروں کی رضامندی یا ناراضگی کی اُنہیں کوئی فکر ہی نہ تھی۔ پس رانی صاحبہ ایک روز مسٹر سیوک کے مکان پر گئیں کہ اس عقد کی بابت طے کر لیں مسٹر سیوک تو خوش ہوئے مگر مسز سیوک کا مُنہ سیدھا ہُوا اُن کی نگاہوں میں ایک یورپین کی جتنی عزت تھی اُتنی کسی ہندوستانی کی نہ ہو سکتی تھی خواہ وہ کتنا ہی صاحب عزت کیوں نہ ہو۔ وہ جانتی تھیں کہ یہاں معمولی سے معمولی یورپین کی عزت یہاں کے بڑے سے بڑے راجہ سے زیادہ ہے پر ہو سوک نے یورپ کی راہ لی۔ اب گھر کو خط تک نہ لکھتے تھے صوفیا نے اِدھر یہ راستہ اختیار کیا۔ زندگی کی ساری آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ جاہنوی کے اصرار پر ناخوش ہو کر بولیں۔ خوشی صوفیا کی چاہئے۔ جب وہ خوش ہے تو میری رائے ہو یا نہ ہو ایک ہی بات ہے۔ ماں ہوں۔ اولاد کے لئے جب مُنہ سے نکلے گی تو دعا ہی نکلے گی۔ اُس کی بدخواہی نہیں کر سکتی لیکن معاف کیجئے گا۔ میں شادی کی رسوم میں شامل نہ ہو سکوں گی۔ میں اپنے

اور بڑا جبر کر رہی ہوں کہ صوفیا کو مدد جا نہیں دیتی ورنہ ایسی ننگِ خاندان لڑکی کا تو مر جانا ہی اچھا ہے جو اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہو جائے۔

رانی صاحبہ کو اور کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ گھر آ کر انہوں نے عالم پنڈت کو بُلا کر صوفیا کی تبدیلیِ مذہب اور شادی کی ساعت مقرر کر لی۔

رانی جاہنوی تو اِن رسوم کو دھوم دھام سے ادا کرنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ اُدھر پانڈے پور والی تحریک روز بروز خوفناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی۔ معاوضہ کے روپیے تو اب کسی کے باقی نہ تھے۔ اگرچہ ابھی تک منظوری نہ آئی تھی اور راجہ مہیندر کمار کو سبھی اسامیوں کو اپنے پاس سے روپیے دینے پڑے تھے مگر ان خالی مکانات کو گرانے کے لئے مزدور نہ ملتے تھے۔ دوگنی سہ گنی اُجرت دینے پر بھی کوئی مزدور کام کرنے نہ آتا تھا حکام نے ضلع کے دیگر مقامات سے مزدور بلوائے مگر جب انہوں نے آ کر یہاں کی حالت دیکھی تو راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے۔ بعدہٗ حکام نے سرکاری برقنداروں کو تحصیل کے چپراسیوں کو بڑی بڑی لالچ دیکر کام کرنے کے لئے تیار کیا مگر جب اُن کے سامنے سینکڑوں نوجوان جن میں کتنے ہی اونچے گھرانوں کے تھے آ کر دست بستہ کھڑے ہو گئے اور ملتجی ہوئے کہ بھائیو ایشور کے لئے پھاوڑے نہ چلاؤ اور اگر چلانا ہی چاہتے ہو تو پہلے ہماری گردنوں پر چلاؤ تو اُن سب کی ہمّت کافور ہو گئی۔ دوسرے روز سے وہ لوگ پھر کام پر نہ آئے۔ ونے اور اُن کے رفیق والنٹیر لوگ آج کل اِس ستیاگرہ کو بڑھانے میں مصروف رہتے تھے۔

سُورداس صبح سے شام تک جھونپڑے کے دروازہ پر بُت بنا بیٹھا

رہتا۔ حولدار اور اُس کے سپاہیوں پر عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا۔ موقع واردات کی حفاظت کے لئے دوسرے ضلع سے مسلح پولیس بلائی گئی تھی۔ وہ سپاہی سنگینیں چڑھائے چوبیسوں گھنٹے جھونپڑی کے سامنے والے میدان میں ٹہلتے رہتے۔ شہر کے ہزار دو ہزار آدمی آٹھوں پہر موجود رہتے۔ ایک جاتا تو دوسرا آتا۔ آنے جانے والوں کا سلسلہ دن بھر جاری رہتا تھا۔ والنٹیروں کی جماعت بھی نایک رام کے خالی برآمدے میں موجود رہتی تھی کہ نہ جانے کب کیا فساد ہو جائے۔ راجہ صاحب اور سپرنٹنڈنٹ پولیس دن میں دو دو مرتبہ ضرور آتے تھے مگر کسی سبب سے جھونپڑے کو منہدم کرنے کا حکم نہ دیتے تھے۔ عوام کی طرف سے فساد کا اتنا اندیشہ نہ تھا جتنا کہ پولیس کی جانب سے عدول حکمی کا۔ حولدار کے رویہ سے جملہ حکام کے دلوں میں خوف سما گیا تھا۔ صوبہ کی گورنمنٹ کو مقامی حالات کی رپورٹ ہر روز بھیجی جاتی تھی۔ گورنمنٹ نے بھی ڈھارس دی تھی کہ جلد ہی گورکھوں کی ایک رجمنٹ بھیجنے کا بندوبست کیا جائے گا۔ اب حکام کی اُمیدوں کا گورکھوں ہی پر انحصار تھا جن کی وفاداری کا اُنہیں پورا یقین تھا۔ ونے عمر ما تمام دن یہیں رہا کرتے تھے اور راجہ صاحب کے درمیان میں اب شمشیر برہنہ کا دقعہ تھا۔ وہ ونے کو دیکھتے تو نفرت سے مُنہ پھیر لیتے۔ اُن کی نگاہ میں ونے نانی تھا اور سورداس اُس کے ہاتھوں کا کھلونا۔

رانی جاہنوی جیوں جیوں شادی کی تیاریاں کرتی تھیں اور تاریخ قریب آتی جاتی تھی۔ صوفیا کا دل ایک نامعلوم خوف ایک موہوم اندیشہ ایک نحوست آمیز فکر سے ہراساں ہو رہا تھا۔ خوف یہ تھا کہ شاید شادی

کے بعد ہماری ازدواجی زندگی راحت خیز نہ ہو۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کی خامیاں معلوم ہو جائیں اور پھر ہماری زندگی تلخ ہو جائے۔ ودے کی نگاہ میں صوفیا بے عیب۔ بے خطا۔ پاک صاف۔ ہمہ صفت موصوف دیوی تھی۔ صوفیا کو ودے پر اتنا اعتماد نہ تھا۔ اُس کے وسیع مذہبی مطالعہ نے اُسے انسانوں کی جبلی خامیوں سے واقف کر دیا تھا۔ اُس نے بڑے بڑے مہاتماؤں۔ رشیوں۔ منیوں۔ پنڈتوں اور جوگیوں کو جو اپنی سخت ریاضت سے اپنی نفسانی خواہشات کو مغلوب کر چکے تھے۔ دنیا کے چکنے مگر کائی سے ڈھکے ہوئے سطح پر پھسلتے دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگرچہ نفس پر قابو رکھنے والے لوگ بڑی مشکل سے پھسلتے ہیں مگر جب ایک بار پھسل گئے تو پھر کسی طرح نہیں سنبھل سکتے۔ اُس کی دبی ہوئی خواہشات اُس کی مقید آرزوئیں اُس کی مغلوب تمنائیں بڑی تیزی سے مخالف سمت کو چلتی ہیں۔ زمین پر چلنے والا انسان گر کر پھر اُٹھ سکتا ہے۔ مگر آسمان پر گھومنے والا آدمی گرے تو اُسے کون روکے گا۔ اُس کے لئے کوئی اُمید نہیں۔ اُس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ صوفیا کو خوف تھا کہ کہیں مجھے بھی یہی تلخ تجربہ نہ ہو کہیں میری بھی یہی حالت نہ ہو۔ ممکن ہے مجھ میں کوئی ایسا عیب نکل آئے جو مجھے ودے کی نگاہوں میں گرا دے وہ میری بے قدری کرنے لگیں یہ اندیشہ سب سے زبردست سب سے زیادہ مایوس کن تھا۔ آہ اُس وقت میری کیا حالت ہو گی۔ دُنیا میں ایسے کتنے مرد عورت کے جوڑے ہیں کہ اگر انہیں دوبارہ انتخاب کی آزادی دے دی جائے تو اپنے پہلے انتخاب پر قانع رہیں؟

صوفیا سراسر اسی قسم کے خیالات میں محو رہتی تھی ودے بار بار اُس کے

پاس آتے۔ اُس سے باتیں کرنا چاہتے۔ پانڈے پور والے معاملہ کے متعلق اُس سے رائے لینا چاہتے مگر اُس کی بیرخی دیکھ کر اُنہیں کچھ کہنے کی جُراءت نہ ہوتی۔

فکر مرض کی جڑ ہے۔ صوفیا اس قدر متفکر رہتی کہ دن دن بھر کمرہ سے باہر نہ نکلتی۔ کھانا بھی بہت کم کھاتی اور کبھی کبھی کچھ نہ کھاتی۔ دل میں ایک آگ سی جل رہی تھی۔ مگر اپنے دل کی بات کس سے کہے؟ ونے سے اس بارہ میں ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتی تھی۔ جانتی تھی کہ اس کا انجام بُرا ہوگا۔ مایوسی کی حالت میں ونے نہ جانے کیا کر بیٹھیں۔ آخر اُس کا نازک جسم اس دل کی جلن کو برداشت نہ کر سکا۔ پہلے سر میں درد رہنے لگا اور پھر رفتہ رفتہ بخار کی نوبت آگئی۔

لیکن بسترِ علالت پر پڑتے ہی صوفیا کو ونے سے ایک لمحہ بھی جُدا ہونا ناقابل برداشت معلوم ہونے لگا۔ کمزور آدمی کو اپنی لاٹھی سے بھی بے انتہا محبت ہو جاتی ہے۔ بیماری کی حالت میں ہمارا دل محبت کا سہارا ڈھونڈنے لگتا ہے۔ صوفیا جو کئی روز پہلے کمرہ میں ونے کے آتے گوشۂ تنہائی کی تلاش کرتی تھی کہ کہیں یہ عشقیہ گفتگو نہ کرنے لگیں۔ اُن کی مشتاق نگاہوں سے اُن کے شیریں تبسم سے اُن کی دل لبھانے والی ہنسی سے تھر تھر کانپتی رہتی تھی۔ جس طرح کوئی بیمار لذیذ کھانوں کو سامنے دیکھ کر ڈرتا ہے کہ میں بدپرہیزی نہ کر بیٹھوں۔ اب مشتاق نگاہوں سے دروازہ کی طرف دیکھتی ہوئی ونے کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ونے اب کہیں نہ جائیں۔ ہمہ وقت میرے ہی پاس بیٹھے رہیں۔ ونے بھی زیادہ تر اُس کے پاس ہی رہتے۔ پانڈے پور کا کام اپنے رفیقوں پر چھوڑ کر صوفیا کی تیمارداری میں مشغول ہو گئے۔ اُن

کے بیٹھے رہنے سے صوفیا کے دل کو گونہ اطمینان رہتا۔ وہ اپنے کمزور ہاتھوں کو دیکے کے زانو پر رکھ دیتی اور معصوم تمناؤں کے ساتھ اُن کے چہرہ کی طرف دیکھتی۔ دیکے کو کہیں جاتے دیکھتی تو بے تاب ہو جاتی اور التجا آمیز نگاہوں سے بیٹھنے کی استدعا کرتی ۔

راجا صاحب نے ان دنوں میں بھی ایک خاص فرق دکھائی دیتا تھا۔ صاف تو نہ کہہ سکتے مگر اشاروں سے دنئے کو یا بڑے پور کے سیوا گرہ میں شامل ہونے سے روکتے۔ نائے کی موت نے اُنہیں بہت خائف کر دیا تھا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اس خون ریزی کا آخری نظارہ اُس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ شادی کے طے ہوتے ہی دنئے سنگھ کا جوش بھی کم ہو چلا تھا۔ صوفیا کے پاس بیٹھ کر اُس سے شوقیہ آمیز گفتگو کرنا اور اُس کی محبت بھری باتیں سُننا اُنہیں اب بہت مرغوب تھا۔ صوفیا کی تمناؤں نے اُن کی محبت میں اور بھی اضافہ کر دیا تھا۔ ہم پہلے انسان ہیں اور پیچھے قومی خادم۔ حب الوطنی کے لئے ہم اپنے انسانی جذبات کو پامال نہیں کر سکتے۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ اپنے بیٹے کی موت کا غم قومی مصیبت کے غم سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اپنا غم جان گسل ہوتا ہے اور قومی غم یاس انگیز۔ اپنے غم پر ہم روتے ہیں قومی غم پر متردد ہو جاتے ہیں ۔

ایک روز علی الصباح دنئے ڈاکٹر کے یہاں سے دوا لے کر لوٹے تھے۔ راجہ صاحب کے وید کوں کے ہوتے ہوئے بھی اُن کا اعتقاد مغربی دواؤں پر زیادہ تھا۔ گنگولی صاحب نے اُنہیں بلا بھیجا۔ ویسے اِدھر مہینوں سے اُن سے ملنے نہ گئے تھے۔ باہمی ناچاقی سی ہو گئی تھی۔ دنئے نے صوفیا کو دوا پلائی اور پھر

کنور صاحب سے ملنے گئے وہ اپنے کمرہ میں ٹہل رہے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر بولے
تم تو اب کبھی آتے ہی نہیں ۔

ونے نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔ فرصت نہیں ملتی۔ آپ نے کبھی یاد بھی تو نہیں کیا۔ میرے آنے سے شاید آپ کا وقت خراب ہوتا ہے۔

کنور صاحب نے اس طنز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا۔ آج مجھے تم سے ایک تشویش انگیز امر میں مشورہ لینا ہے۔ اچھی طرح بیٹھ جاؤ۔ اتنی جلد فراغت نہ ہوگی۔

ونے۔ فرمائیے۔ میں سُن رہا ہوں۔

کنور صاحب بہت پس و پیش کے لہجہ میں کہا۔ گورنمنٹ کا حکم ہے کہ تمہارا نام ریاست سے ——

یہ کہتے کہتے کنور صاحب رو پڑے۔ ذرا دیر میں طبیعت سنبھلی تو بولے میری تم سے عاجزانہ التجاء ہے کہ تم بالاعلان اس تحریک سے اپنا قطع تعلق کر لو اور اخباروں میں اس اعلان کو شائع کرا دو۔ تم سے ایسی التجاء کرتے ہوئے مجھے کتنی ندامت اور پریشانی ہو رہی ہے اس کا اندازہ تمہارے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ مگر حالاتِ وقت نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ میں تم سے یہ ہرگز نہیں کہتا کہ کسی کی خوشامد کرو۔ کسی کے سامنے سر جھکاؤ۔ نہیں، مجھے خود اس سے نفرت تھی اور ہے مگر اپنی جائداد بچانے کی غرض سے میری اس التجاء کو منظور کرو۔ میں نے سمجھا تھا کہ ریاست کو سرکار کے ہاتھ میں دے دینا کافی ہوگا مگر حکام اسے کافی نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں میرے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو تم خود اس تحریک سے علیحدہ ہو جاؤ۔ کم از کم اس میں نمایاں حصہ نہ لو یا میں ایک معاہدہ تحریر کر کے تمہیں ریاست سے

محروم کر دوں آگے آنے والی اولاد کے لئے اس جائداد کا محفوظ رہنا نہایت ضروری ہے۔ تمہارے لئے پہلی صورت جتنی مشکل ہے اتنی ہی مشکل میرے لئے دوسری صورت ہے۔ تم اس بارہ میں کیا فیصلہ کرتے ہو؟

وسنے نے تمکنت سے جواب دیا۔ میں جائداد کو اپنے پیروں کی زنجیر نہیں بنانا چاہتا۔ اگر جائداد ہماری ہے تو اس کے لئے کسی شرط کی ضرورت نہیں۔ اگر غیر کی ہے اور آپ کا قبضہ محض مشروط ہے تو اسے میں اپنی جائداد نہیں سمجھتا۔ حقیقی عزت و وقار کے لئے جائداد کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے ایثار نفسی اور خدمت کافی ہیں۔

بھرت سنگھ۔ بیٹا۔ میں اس وقت تمہارے سامنے جائداد پر اصولی بحث نہیں کر رہا ہوں۔ اسے صرف عملی نظر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ کسی حد تک جائداد ہماری حقیقی آزادی میں رکاوٹ ڈالتی ہے مگر اس کا روشن پہلو بھی تو ہے۔ فکر معاش سے نجات ملتی ہے اور وہ عزت و وقار جس کے حصول کے لئے غیر معمولی ایثار و خدمت کی ضرورت ہے یہاں بلا کسی مشقت کے خود بخود ہاتھ آجاتا ہے۔ میں تم سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم اس تحریک سے کوئی ظاہرا تعلق نہ رکھو۔ یوں پوشیدہ طور سے اس کی جتنی مدد کرنی چاہو کر سکتے ہو۔ بس اپنے کو قانونی گرفت سے بچائے رہو۔

وسنے۔ یعنی کوئی اخبار بھی پڑھوں تو چھپ کر۔ کواڑ بند کرکے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ جس کام کے لئے پردہ کی ضرورت ہے خواہ اس کا مقصد کتنا ہی پاک کیوں نہ ہو پھر بھی وہ واقعی اہانت آمیز ہے۔ زیادہ صاف الفاظ میں میں اسے چوری کہنے میں بھی کوئی ہرج نہیں سمجھتا۔ یہ شبہ اور خوف کی زندگی انسان کے بہترین اوصاف کو زائل کر دیتی ہے۔ میں قول و فعل کی اتنی آزادی

ضروری سمجھتا ہوں جس سے ہماری خودداری قائم رہے۔ اس بارہ میں میں اپنے خیالات کو اس سے زیادہ واضح الفاظ نہیں ظاہر کرسکتا۔

کنور صاحب نے ونے کو اشک آلود نگاہوں سے دیکھا۔ ان میں کتنی التجاء کتنی عاجزی کتنا انتشار تھا۔ پھر بولے۔ میری خاطر سے اتنا مان جاؤ۔

ونے۔ آپ کے قدموں پر اپنے کو نثار کرسکتا ہوں مگر اپنے ضمیر کی آزادی کا خون نہیں کرسکتا۔

ونے یہ کہہ کر جانا ہی چاہتے تھے کہ کنور صاحب نے پوچھا۔ تمہارے پاس روپے تو بالکل نہ ہوں گے؟

ونے۔ مجھے روپیوں کی فکر نہیں۔

کنور۔ میری خاطر سے یہ لیتے جاؤ۔

انہوں نے نوٹوں کا ایک پلندہ ونے کی طرف بڑھا دیا۔ ونے انکار نہ کرسکے۔ کنور صاحب پر انہیں ترس آ رہا تھا۔ جب وہ نوٹ لے کر کمرہ سے چلے گئے تو کنور صاحب رنج و مایوسی سے مضطرب ہو کر کرسی پر لیٹ گئے۔ دنیا ان کی نگاہوں میں تاریک تھی۔

ونے کی حمیت نے انہیں ریاست چھوڑنے پر آمادہ تو کر دیا مگر ان کے سامنے اب ایک نیا سوال پیدا ہو گیا۔ وہ کسب معاش کا سوال تھا۔ سمیتی کے بارہ میں تو کوئی خاص فکر نہ تھی۔ اس کا بار ملک پر تھا۔ اس کے علاوہ کسی قومی کام کے لئے چندہ مانگنے میں کبھی کوئی شرم کی بات نہیں۔ انہیں اس کا یقین ہو گیا تھا کہ کوشش کی جائے تو اس کام کے لئے مستقل سرمایہ جمع ہو سکتا ہے مگر معاش کے لئے کیا ہو؟ یہ مشکل بھی تھی۔ کسب معاش سے مراد صرف ان کی روزمرہ کی ضروریات کا پورا ہونا نہ تھا بلکہ خاندانی روایا

کا قائم رکھا بھی۔ اب تک اس مسئلہ کی اہمیت کا اُنہیں احساس نہ ہوا تھا۔ دل میں کسی بھی خواہش کے صرف پیدا ہونے کی دیر تھی کہ وہ پوری ہو جاتی تھی۔ اب جو نگاہوں کے سامنے یہ زبردست مسئلہ یک دم کھڑا ہو گیا تو اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ ممکن تھا کہ اب بھی کچھ دنوں تک والدین کی شفقت اُنہیں اس فکر سے آزاد رکھتی۔ مگر اس کمزور بنیاد پر زندگی کا محل نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ پھر اُن کی حمیت یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ اپنی اصول پرستی اور معیار پسندی کا کفارہ اپنے والدین سے کرائیں۔ کچھ نہیں۔ یہ بیچیائی ہے اور خود لی۔ مجھے کوئی حق نہیں کہ اپنی زندگی کا بار والدین پر ڈالوں۔ اُنھوں نے اس ملاقات کا تذکرہ اپنی ماں سے بھی نہ کیا۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ علاوہ بریں اُن کو اب اپنی ہی فکر نہ تھی۔ صوفیا بھی اُن کی زندگی کا جزو بن چکی تھی۔ پس اُس کی فکر اور بھی زیادہ پریشان کر رہی تھی۔ مانا کہ وہ میرے ساتھ زندگی کی بڑی بڑی مصیبت کو برداشت کرلے گی مگر کیا یہ مناسب ہے کہ اُسے محبت کے لئے یہ سخت سزا دی جائے؟ اُس کی محبت کو اس سخت آزمائش میں ڈالا جائے۔ وہ تمام دن انہیں تفکرات میں مبتلا رہے۔ یہ عقدہ اُنہیں ناقابلِ حل معلوم ہوتا تھا اُن کی تعلیم میں کسبِ معاش کے مسئلہ پر ذرا بھی دھیان نہ دیا گیا تھا۔ ابھی چند روز پیشتر اُن کے لئے اس مسئلہ کا وجود ہی نہ تھا۔ وہ خود سختیاں اُٹھانے کے عادی تھے۔ ارادہ تھا کہ تمام عمر قومی خدمت کا کام انجام دوں گا مگر صوفیا کے سبب اُن کے اس ارادہ میں فرق آگیا تھا۔ جن چیزوں کی پہلے اُن کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ تھی وہ اب نہایت ضروری معلوم ہوتی تھیں۔ محبت کو صداے عیش و عشرت کا خیال پسند رہے وہ تکلیف اور مفلسی کا خوا

نہیں دیکھتی۔ وہ صوفیا کو ایک رانی کی طرح رکھنا چاہتا تھا۔ اُسے زندگی کی اُن تمام نعمتوں سے معمور کر دینا چاہتا تھا جو شوق و تکلف نے ایجاد کی ہیں۔ مگر حالات ایسی صورت اختیار کرتے جاتے تھے جس سے وہ ساری تمنائیں برباد ہوئی جاتی تھیں۔ چاروں طرف سے مفلسی اور مصیبت ہی کا دور دورہ نظر آتا تھا۔ اِس پریشانی کی حالت میں کبھی صوفیا کے پاس جاتے اور کبھی اپنے کمرہ میں جاتے۔ کچھ سُم گُم۔ اُداس۔ بس ہمت۔ اُترا ہوا اور بے رونق چہرہ۔ گویا کوئی بڑی مسافت طے کرکے آئے ہوں۔ یا ہٹے لوں سے بڑی خوفناک اطلاعیں موصول ہو رہی تھیں۔ آج کمشنر آیا آج گورکھوں کی رجمنٹ آپہنچی۔ آج گورکھوں نے مکانوں کو مسمار کرنا شروع کیا اور لوگوں کے روکنے پر اُنہیں مارا پیٹا۔ آج پولیس نے رضاکاروں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ دس رضاکار پکڑ لئے گئے آج بیس پکڑے گئے۔ آج حکم دیا گیا ہے کہ سڑک سے سورداس کی جھونپڑی تک کانٹے دار تار لگا دیا جائے۔ کوئی وہاں جا ہی نہیں سکتا۔ وے یہ خبریں سُنتے تھے اور کسی پر شکستہ پرند کی طرح ایک بار تڑپ کر رہ جاتے ۔

اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا اور صوفیا کی صحت ٹھیک ہونے لگی۔ اُس کے پیروں میں اتنی طاقت آگئی کہ پیدل باغیچہ میں ٹہلنے چلی جاتی کھانا اچھا معلوم ہونے لگا چہرہ پر صحت کی سُرخی نمودار ہو گئی۔ وے کی عقیدتمندانہ تیمارداریوں نے اُس پر پوری فتح حاصل کر لی تھی۔ وہ اندیشے جو اُس کے دل میں پہلے پیدا ہوتے تھے۔ دور ہو گئے تھے۔ محبت کے رشتہ کو خدمت نے اور بھی مضبوط کر دیا تھا۔ وہ اپنے تشکریہ کا اظہار لفظوں میں نہیں بلکہ اپنے آپ کو وقف کر کے کرنا چاہتی تھی۔ وے نے سنگھ کو معموم دیکھ

کر کہتی۔ تم میرے لئے اتنے متفکر کیوں ہوتے ہو؟ مَیں تمہارے ساتھ سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں۔ بس تمہاری دولت و ثروت کی بھوکی نہیں ہوں جو مجھے تمہاری خدمت کرنے کا موقع نہ دے گی۔ جو تمہیں جذبات سے محروم بنا دے گی۔ اس سے مجھے تمہارا مفلس ہونا کہیں زیادہ پسند ہے۔ البتّہ جیوں جیوں اُس کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ اُسے خیال ہونے لگا کہ کہیں لوگ مجھے بدنام نہ کرتے ہوں کہ اسی کی وجہ سے ونے یا نڈ سے پور نہیں جاتے۔ اِس ستیا گرہ کی لڑائی میں وہ حصّہ نہیں لیتے جو اُن کا فرض ہے۔ خود آگ لگا کر دور سے کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس خیال کے پیدا ہونے پر بھی اُس کی یہ خواہش نہ ہوتی تھی کہ ونے وہاں جائیں۔

ایک روز آندو اُسے دیکھنے آئی۔ بہت مغموم اور پریشان تھی۔ اب اپنے شوہر سے اس قدر بداعتقاد ہو گئی تھی کہ اِدھر ہفتوں سے اُس نے اُن سے بات تک نہ کی تھی۔ یہاں تک کہ اب وہ کھلے الفاظ میں اُن کی ہجو کرنے سے بھی نہ ہچکتی تھی۔ راجہ صاحب بھی اُس سے نہ بولتے تھے۔ باتوں باتوں میں ونے سے بولی — اُنہیں تو حاکموں کی خوشامد نے چوپٹ کیا پتا جی کو خداداد کی محبت نے چوپٹ کیا۔ کیا محبت تمہیں بھی چوپٹ کر دے گی؟ کیوں صوفیا تم اِنہیں ایک لمحہ کے لئے بھی قید سے نہیں آزاد کرتیں؟ اگر ابھی سے اِن کا یہ حال ہے تو شادی ہو جانے پر کیا ہوگا؟ جب تو نہ شاید دین و دنیا کہیں کے بھی نہ رہ جائیں گے۔ بھونرے کی طرح محبت کا رَس پی کر بدمست رہیں گے۔

صوفیا بہت خجل ہوئی۔ کچھ جواب نہ دے سکی۔ اُس کا یہ گمان درست نکلا کہ ونے کی بے پروائی کا سبب میں ہی سمجھی جا رہی ہوں۔ لیکن کہیں ایسا

تو نہیں ہے کہ وہ اپنی جائداد بچانے کے خیال سے میری بیماری کا حیلہ کر کے اس لڑائی سے الگ رہنا چاہتے ہوں؟ یہ برا خیال خواہ مخواہ اُس کے دل میں پیدا ہوا۔ وہ اُسے دل سے نکال دینا چاہتی تھی جیسے ہم کسی قابلِ نفرت شے سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ مگر اس الزام کو اپنے سر سے دور کرنا ضروری تھا۔ لجاتی ہوئی بولی —— میں نے تو کبھی منع نہیں کیا۔

اندو۔ منع کرنے کے بھی کئی ڈھنگ ہیں۔

صوفیا۔ اچھا تو میں آپ کے سامنے کہہ رہی ہوں کہ مجھے اُن کے وہاں جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں اسے اپنے اور آپ کے دونوں ہی کے لئے فخر کی بات سمجھتی ہوں۔ اب میں ایشور کے رحم اور ان کی مہربانی سے آرام ہو گئی ہوں اور انہیں یقین دلاتی ہوں کہ اُن کے وہاں جانے سے مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بس میں بھی دو چار روز میں جاؤں گی۔

اندو نے ونے کی طرف ہنستی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر کہا لو اب تو تمہارے لئے کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ تمہارے وہاں رہنے سے سب کام عمدہ طریقہ پر ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ حاکموں کو جلد ہی سمجھوتہ کر لینا پڑے۔ میں نہیں چاہتی کہ اس کی عزت کسی دوسرے آدمی کو ملے۔

جب اس تاکید کا بھی ونے پر کوئی اثر نہ ہوا تو صوفیا کو یقین ہو گیا کہ اس علیحدگی کا سبب چاہے جائداد کی لالچ نہ ہو مگر محبت بھی نہیں ہے۔ جب انہیں معلوم ہے کہ ان کی علیحدگی سے میری بدنامی ہو رہی ہے تو یہ دیدہ و دانستہ کیوں مجھے نشانۂ ملامت بنا رہے ہیں؟ یہ تو اوٹ کو ٹھیلنے کا بہانہ ہو گیا۔ رونے کو تھے ہی۔ آنکھوں میں کوئی چیز پڑ گئی۔ بس اُن کے پیر پھوڑا ہی بگڑا ہوئے ہیں۔ وہ تو اب پانڈے پور کا نام تک نہیں لیتے گویا وہاں کچھ ہو ہی

نہیں رہا ہے۔ اُس نے صاف الفاظ میں تو نہیں لیکن کنایتاً ونے کو وہاں جانے کی ترغیب بھی دی مگر وہ پھر ٹال گئے۔ دراصل بات یہ تھی کہ اتنے دنوں تک علیحدہ رہنے کے بعد ونے اب وہاں جاتے ہوئے شرماتے تھے۔ اُنہیں اندیشہ تھا کہ وہاں جانے پر کہیں مجھ پر لوگ تالیاں نہ بجائیں کہ خوف سے پیچھے بیٹھے رہے۔ وہ اب خود پشیمان ہو رہے تھے کہ میں کیوں اتنے دنوں تک منہ چھپائے رہا ہوں۔ میں نے کیوں اپنی ذاتی پریشانیوں کو اپنے فرض کے راستہ کا کانٹا بننے دیا؟ صوفیا کی رضامندی سے میں جا سکتا تھا۔ وہ کبھی مجھے منع نہ کرتی صوفیا میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ میں اُس کے نفع کے لئے بھی جو کام کرتا ہوں اُسے بھی وہ ایک بیرحم نقاد کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ خود چاہے شدت سے مغلوب ہو کر اپنے فرض کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے مگر میں معیار سے ذرا بھی نہیں ہٹ سکتا۔ اب اُنہیں معلوم ہوا کہ یہ میری کمزوری۔ میری بزدلی میری کاہلی تھی، جس نے صوفیا کی علالت کو میرے منہ چھپانے کا حیلہ بنا دیا ورنہ میری جگہ تو سپاہیوں کے اوّلین صف میں تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے کہ میں اپنی خفت کو مٹا سکوں۔ اِس کالکھ کو دھو سکوں۔ کہیں دوسرے صوبہ سے کسی خوفناک حادثہ کی خبر آ جائے اور میں وہاں جا کر اپنی لاج رکھوں۔

صوفیا کو اب اُن کا ہر وقت ساتھ رہنا گوارا نہ تھا۔ ہم بیماری میں جس لاٹھی کے سہارے چلتے پھرتے ہیں آرام ہو جانے پر اُسے چھوتے تک نہیں۔ ہاں بھی تو چاہتی ہے کہ سج کر سیر کو جا کر کھیل آئے۔ صوفیا کا دل اب بھی ونے کو آنکھوں سے اوجھل ہونے دینا نہیں چاہتا تھا۔ اُنہیں دیکھتے ہی اُس کا چہرہ پھول کی طرح شگفتہ ہو جاتا تھا۔ آنکھوں میں محبت کا سرور

جھاجاتا تھا۔ مگر قوت امتیاری اُسے فوراً اپنے فرض کی یاد دلا دیتی تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ جب وہ میرے پاس آئے تو میں بے مروت بن جاؤں بے اعتنائی سے پیش آؤں۔ بولوں نہیں۔ آپ چلے جائیں گے۔ مگر یہ صرف اُس کی پاک خواہش تھی۔ وہ اتنی سیدرد۔ اتنی بیمروّت نہ ہوسکتی تھی۔ خوف ہوتا تھا کہ کہیں بُرا نہ مان جائیں۔ کہیں یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اس کا دِل ڈانواڈول ہے یا یہ اتنی خودغرض ہے کہ بیماری میں توسراپا محبت بنی ہوئی تھی۔ اور اب مجھ سے لڑتے ہوئے بھی زبان دُکھتی ہے۔ صوفیا تیرا دل محبت چاہتا ہے تیری عقل نیک نامی اور شہرت اور ان دونوں میں برابر کشمکش جاری ہے ؎

معرکہ کو شروع ہوئے دو ماہ گزر گئے۔ معاملہ روز بروز خوفناک صورت اختیار کرتا جاتا تھا۔ والینٹیروں کی گرفتاری پر قانع نہ ہوکر گورکھوں نے اب اُنھیں جسمانی اذیت پہنچانی شروع کر دی تھی۔ سختی بھی کرتے تھے اور اپنے وحشیانہ سلوک سے اُنھیں خائف بھی کر دینا چاہتے تھے۔ مگر سورداس پر فائر کرنے کی یا اُس کے جھونپڑے میں آگ لگانے کی ہمت نہ پڑتی تھی انقلاب کا خوف تھا۔ بغاوت کا خوف نہ تھا۔ بڑی سے بڑی بغاوت بھی اُنھیں خائف نہ کرسکتی تھی۔ خوف تھا خونریزی کا۔ نہ جانے کتنے غریب مرجائیں نہ جانے کتنا کہرام مچے۔ ایک پتھر کا دل بھی خونریزی سے کانپ اُٹھتا ہے ؎

سارے شہر میں۔ کوچہ کوچہ۔ گھر گھر۔ یہی چرچا تھی۔ شہر کے ہزاروں آدمی روز وہاں پہنچ جاتے۔ صرف تماشا دیکھنے کے لئے نہیں بلکہ ایک بار اُس پھوس کی جھونپڑی کا اور اُس کے اندھے رہنے والے کا درشن کرنے کے لئے نیز موقع پڑنے پر اپنے سے جو کچھ ہوسکے وہ کر دکھانے کے لئے۔ والنٹیروں کی گرفتاری سے اُن کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا تھا۔ قربانی کی ہوا سی

بہہ گئی تھی ۔

سہ پہر کا وقت تھا۔ ایک شخص ڈھونڈھی پیٹتا ہوا نکلا ونے نے نوکر کو بھیجا کہ کیا بات ہے ۔ اُس نے لوٹ کر کہا سرکار کا حکم ہوا ہے کہ آج سے شہر کا کوئی آدمی یا ماڑے پور نہ جائے۔ سرکار اُس کی جان کی حفاظت کی ذمہ دار نہ ہوگی ۔

ونے نے متفکرانہ انداز سے کہا۔۔۔۔ آج کوئی نیا حملہ ہونے والا ہے ۔

صوفیا۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ۔

ونے ۔ شاید سرکار نے اس جنگ کو ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے ۔

صوفیا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔

ونے ۔ سخت خونریزی ہوگی ۔

صوفیا ۔ ضرور ہوگی ۔

دفعتاً ایک والنٹیر نے آکر ونے کو نمسکار کیا اور بولا۔ آج تو اُدھر کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ مسٹر کلارک راجپوتانہ سے حاکم ضلع کی جگہ پر آگئے ہیں۔ مسٹر سیناپتی معطل کر دئے گئے ہیں ۔

ونے ۔ اچھا۔ مسٹر کلارک آگئے۔ کب آئے ؟

والنٹیر۔ آج ہی چارج لیا ہے۔ سنا جاتا ہے۔ سرکار نے اُنہیں اسی کام کے لئے خاص طور سے یہاں تعینات کیا ہے ۔

ونے ۔ تمہارے کتنے آدمی وہاں ہوں گے ؟

والنٹیر ۔ کوئی پچاس آدمی ۔

ونے کچھ سوچنے لگے والنٹیر نے کئی منٹ کے بعد پوچھا۔ آپ کوئی خاص حکم دینا چاہتے ہیں ۔

ونے نے زمین کی طرف تاکتے ہوئے کہا ـــ خواہ مخواہ آگ میں مت کودنا۔
اور حتی الامکان عوام کو وہاں جانے سے روکنا۔

والنٹیر۔ آپ بھی آئیں گے؟

ونے نے کچھ اداس ہو کر کہا ـــ دیکھا جائے گا۔

والنٹیر کے چلے جانے پر ونے کچھ دیر تک سوچتے رہے۔ سوال تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں؟ دونوں کے متعلق سوچ بچار ہونے لگا۔ میں جا کر کیا کروں گا؟ حکام کی جو مرضی ہوگی ویسا تو وہ ضرور ہی کریں گے۔ اسے سمجھوتہ کی کوئی امید نہیں۔ لیکن یہ کتنی ذلت کی بات ہے کہ شہر کے باشندے تو وہاں جانے کے لئے تیار ہوں اور میں جس نے یہ معرکہ چھیڑا ہے منہ چھپا کر بیٹھے رہوں۔ اس موقع پر میرا الگ رہنا مجھے زندگی بھر کے لئے بدنام کر دے گا۔ میری حالت جھینڈر کما سے بھی زیادہ گئی گزری ہو جائے گی۔ لوگ سمجھیں گے بزدل ہے۔ ایک طرح سے میری پبلک زند(گی) کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ آج بھی گولیاں چلیں ضرور چلیں گی۔ کون کہہ سکتا ہے کیا ہوگا؟ صوفیا کس کی ہو کر رہے گی۔ آہ۔ میں نے ناحق عوام میں یہ جوش پھیلایا۔ اس سے کا جھو میرا گر گیا ہوتا اور ساری باتیں ختم ہو جاتیں۔ میں نے ناحق ستیہ آگرہ کا جھنڈا کھڑا کیا۔ سوتے ہوئے شیر کو جگایا۔ سانپ کے منہ میں انگلی ڈالی۔

انہوں نے اپنے دل کو ملامت کرتے ہوئے سوچا۔ آج میں اتنا پست ہمت کیوں ہو رہا ہوں؟ کیا میں موت سے ڈرتا ہوں؟ موت سے کیا ڈر؟ مرنا تو ایک دن ضرور ہی ہے۔ کیا میرے مرنے سے ملک سونا ہو جائے گا؟ کیا میں ہی مکھیا ہوں؟ کیا دوسرے بہادروں کی پیدا کرنے

والی ماں ملک میں موجود ہی نہیں ہے ۔

صوفیا کچھ دیر تک ٹکٹکی لگائے اُن کے منہ کی طرف تاکتی رہی۔ دفعتاً وہ اُٹھ کھڑی ہوتی اور بولی - میں وہاں جاتی ہوں ۔

ونے نے خوف زدہ ہو کر کہا ۔ آج جانا خطرناک ہے ۔ سُنا نہیں - سارے ناکے بند کر دیئے گئے ہیں ؟

صوفیا - عورتوں کو کوئی نہ روکے گا ۔

ونے نے صوفیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور نہایت منت آمیز انداز سے کہا - جیا جی، میرا کہنا مانو - آج رہ جاؤ - آثار اچھے نہیں نظر آتے - کوئی بُرا واقعہ ہونے والا ہے ۔

صوفیا ۔ تبھی تو میں جاتی ہوں - اوروں کے لئے خوف مانع ہو تو میرے لئے بھی کیوں ؟ ؟

ونے - کلارک کا آنا بُرا ہوا ۔

صوفیا اسی لئے میں اور جانا چاہتی ہوں - مجھے یقین ہے کہ وہ میرے سامنے کوئی وحشیانہ حرکت نہ کر سکے گا - اتنی شرافت ابھی اُس میں ہے ۔

یہ کہہ کر صوفیا اپنے کمرہ میں گئی - اُس نے اپنا ننھا سا پستول شلوکے کی جیب میں رکھا - گاڑی تیار کرنے کو پہلے ہی کہہ دیا تھا - باہر نکلی تو گاڑی تیار کھڑی تھی - اُس نے جا کر ونے سنگھ کے کمرہ میں دیکھا وہ وہاں نہ تھے - پھر وہ دروازہ پر کچھ دیر تک کھڑی رہی - ایک نامعلوم قوت نے کسی آنے والی مصیبت کے اندیشہ سے اُس کے دل کو ڈانواڈول کر دیا وہ اپنے کمرہ میں واپس جانا چاہتی تھی کہ کنور صاحب آتے ہوئے دکھائی دیئے - صوفیا ڈری کہ یہ کچھ پوچھ نہ بیٹھیں - وہ فوراً گاڑی میں جا بیٹھی اور کوچوان

کو تیزی سے لے جانے کا حکم دیا۔ لیکن جب گاڑی کچھ دور نکل گئی تو وہ سوچنے لگی کہ وہ کہاں چلے گئے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ مجھے جانے پر آمادہ دیکھ کر وہ مجھ سے پہلے ہی چلے گئے ہوں؟ اُسے پچھتاوا ہونے لگا کہ میں ناحق یہاں آنے کو تیار ہوئی۔ ونے کی خواہش نہ تھی۔ وہ میرے ہی اصرار سے آئے ہیں۔ ایشور۔ تم اُن کی حفاظت کرنا۔ کلارک اُن سے جلا ہی ہوا ہے کہیں ہنگامہ نہ ہو جائے۔ میں نے ونے کو نکما سمجھا۔ میری کتنی زیادتی ہے۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ میں نے اُن پر جھوٹا الزام لگایا۔ میں شاید اب تک اُنہیں نہیں سمجھی۔ وہ دل کے حریص ہیں۔ یہ میری کم ظرفی ہے کہ اُن کے بارہ میں اکثر مجھے بدگمانی ہو جاتی ہے۔ اگر میں اُن کی راہ کا کانٹا نہ بنی ہوتی تو اُن کی زندگی کتنی پاک و صاف کتنی روشن ہوتی۔ میں ہی اُن کی کمزوری کا سبب ہوں اور میں ہی اُن پر الزام عاید کرنے والی ہوں۔ ایشور کرے وہ یہاں نہ آئے ہوں۔ اُن کا نہ آنا ہی اچھا ہے۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہاں آئے یا نہیں چل کر دیکھ لوں۔

اُس نے کوچوان کو اور تیز ہانکنے کا حکم دیا۔

اُدھر ونے سنگھ دفتر میں جاکر سمتی کے جمع خرچ کا حساب لکھ رہے تھے۔ اُن کا دل بہت اُداس تھا۔ چہرہ پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ ذرا ذرا دیر بعد اپنے چاروں طرف مغموم نگاہوں سے دیکھتے اور پھر حساب لکھنے لگتے نہ جانے وہاں سے لوٹ کر آنا ہو یا نہ ہو۔ اس لئے حساب کتاب ٹھیک کر دینا ضروری سمجھتے تھے کام ختم کر کے اُنھوں نے دعائیہ انداز سے اوپر کی طرف دیکھا۔ پھر باہر نکلے۔ بائیسکل اُٹھائی اور تیزی سے چلے۔ پیچھے مُڑ مُڑ کر مکان۔ باغ اور درودیوار کو اتنی مشتاق نگاہوں سے دیکھتے جاتے گویا وہ انہیں

پھر سے دیکھیں گے۔ گویا یہ اُن کا آخری نظارہ ہے۔ کچھ دور جا کر اُنھوں نے دیکھا کہ صوفیا چلی جا رہی ہے۔ اگر وہ اُس سے مل جاتے تو شاید صوفیا بھی اُن کے ساتھ لوٹ پڑتی مگر اُنہیں تو یہ دُھن سوار تھی کہ مَیں صوفیا کے پہلے وہاں جا پہنچوں۔ موڑ پر آتے ہی اُنھوں نے اپنی سائیکل کو پھیر دیا اور دوسرا راستہ پکڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچے تو صوفیا ابھی وہاں نہ آئی تھی۔ ونے نے دیکھا کہ گرے ہوئے مکانوں کی جگہ سینکڑوں جھونپڑیاں کھڑی ہوئی ہیں اور اُن کے چاروں طرف گورے کھڑے ہوئے گشت لگا رہے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ اندر جا سکے۔ ہزاروں آدمی ارد گرد جمع ہیں گویا کسی بڑے تماشہ کو دیکھنے کے لئے تماشائی لوگ ایک حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے ہوں۔ درمیان میں سورداس کا جھونپڑا اسٹیج کی طرح موجود تھا۔ سورداس جھونپڑے کے سامنے لاٹھی لئے کھڑا تھا گویا ناٹک کو شروع کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ سب لوگ سامنے کا نظارہ دیکھنے میں اس قدر محو تھے کہ ونے کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ سمتی کے جانباز والنٹیر راتوں رات جھونپڑے کے سامنے پہنچ گئے تھے۔ ونے نے فیصلہ کیا کہ میں بھی وہیں جا کر کھڑا ہو جاؤں۔

یکایک کسی نے پیچھے سے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اُنھوں نے چونک کر دیکھا تو صوفیا تھی۔ اُس کے چہرہ کا رنگ فق تھا۔ گھبرائی ہوئی آواز سے بولی ــــ تم کیوں آئے؟

ونے۔ تمہیں تنہا کیسے چھوڑ دیتا؟

صوفیا۔ مجھے بڑا خوف معلوم ہو رہا ہے۔ یہ توپیں کیوں لگا دی گئی ہیں؟

ونے نے توپیں نہ دیکھی تھیں۔ واقعی تین توپیں جھونپڑے کی طرف

مُنہ کر کے کھڑی کر دی گئی تھیں۔ گویا تماشا گاہ میں دیو آگئے ہوں ؛

ونے۔ شاید آج اس ستیا گرہ کو ختم کر دینے کا فیصلہ ہوا ہے ؛

صوفیا۔ میں یہاں ناحق آئی۔ مجھے گھر بھیج دو ؛

آج صوفیا کو پہلی بار محبت کی کمزوری کا احساس ہوا۔ ونے کی سلامتی کے خیال سے وہ کبھی اتنی بدحواس نہ ہوئی تھی۔ جانتی تھی کہ ونے کا فرض اُن کی عزت اُن کی نیک نامی یہاں رہنے ہی میں ہے۔ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی اُن کو یہاں سے ہٹا لے جانا چاہتی تھی۔ اُسے اپنی کوئی فکر نہ تھی۔ اپنے کو وہ بالکل بھول گئی تھی ..

ونے۔ ہاں تمہارا یہاں رہنا خطرناک ہے۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا پر تم نے نہ مانا ؛

صوفیا ونے کا ہاتھ پکڑ کر اُنہیں گاڑی میں بٹھا دینا چاہتی تھی کہ دفعتاً اندو رانی کا موٹر آ پہنچا۔ موٹر سے اُتر کر وہ صوفیا کے پاس گئیں۔ اور بولیں —— کیوں صوفیا جاتی ہو کیا ؟

صوفیا نے بات بنا کر کہا۔ نہیں جاتی نہیں ہوں۔ ذرا پیچھے ہٹ جانا چاہتی ہوں ؛

صوفیا کو اندو کا آنا کبھی اتنا ناگوار نہ ہوا تھا۔ ونے کو بھی بُرا معلوم ہوا۔ بولے۔ تم کیوں آئیں ؟

اندو۔ اس لئے کہ تمہارے بھائی صاحب نے آج خط کے ذریعہ مجھے منع کر دیا تھا ؛

ونے۔ آج کی حالت بہت نازک ہے ان لوگوں کے صبر و تحمل۔ ہمت و جوانمردی کا آج سخت ترین امتحان ہوگا ؛

انندو۔ تمہارے بھائی صاحب نے بھی تو اُس خط میں یہی بات لکھی تھی ؂

ونے۔ کلارک کو دیکھو۔ کتنی بیدردی سے لوگوں کو ہنٹر مار رہا ہے مگر کوئی کا نام نہیں لیتا۔ عوام کا ضبط و تحمل اب آخری حد کو پہنچ گیا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب کیا ہو جائے ؂

عوام اس قدر مستقل مزاج اور وفاشعار ہو سکتے ہیں۔ اِس کا احساس ونے کو آج ہی ہوا۔ ہر شخص سرفروشی پر آمادہ نظر آتا تھا۔ اتنے میں نایک رام کسی طرف سے آگئے۔ اُنہوں نے ونے کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا آج تم اِدھر کیسے بھُول پڑے بھیّا؟

اِس سوال میں کتنا طنز کتنی حقارت کتنی ملامت تھی۔ ونے تلملا گئے بات ٹال کر بولے۔ کلارک بڑا بے رحم ہے ؂

نایک رام نے انگوچھا ہٹا کر ونے کو اپنی پیٹھ دکھائی۔ گردن سے کمر تک ایک نیلا سُرخ خط کھنچا ہُوا تھا گویا کسی نوک دار کیل سے کھرچ دیا گیا ہو۔ ونے نے پوچھا ـــــ یہ زخم کیسے لگا؟

نایک رام۔ ابھی یہی ہنٹر کھائے ہوئے چلا آتا ہوں۔ آج جیتا بچا تو سمجھوں گا۔ غصہ تو ایسا آیا تھا کہ ٹانگ پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لوں مگر ڈرا کہ کہیں گولی نہ چل جائے تو ناحق سب آدمی بھُون جائیں۔ تم نے تو اِدھر آنا ہی چھوڑ دیا۔ عورت کا مایا جال بڑا کٹھن ہے ؂

صوفیا نے اِس جملہ کا آخری لفظ سُن لیا بولی ـــــ تم پرمیشر کا شکر ادا کرلو کہ تم اس مایا جال میں نہیں پھنسے ؂

صوفیا کی چُٹکی نے نایک رام کو گُدگُدا دیا سارا غصہ فرو ہو گیا۔ بولے بھیّا۔ مِس صاحب کا جواب دو۔ مجھے معلوم تو ہے پر کہتے نہیں بنتا۔ ہاں

کیسے ؟

وسنے - کیوں تمہیں نے تو فیصلہ کیا تھا کہ اب عورتوں کے نزدیک نہ جاؤں گا یہ بڑی بے وفا ہوتی ہیں - یہ اسی روز کی بات ہے جب میں صوفیا کی ملامت سن کر اودے پور جا رہا تھا ۔

نایک رام (مسکرا کر) واہ بھیّا - تم نے تو میرے ہی اوپر جھونک دیا ۔

وسنے - اور کیا کہوں ؟ سچ کہتے ہیں کہ اتاّل ؟ خوش ہوں تو مصیبت - ناراض ہوں تو مصیبت ۔

نایک رام - بس بھیّا میرے مَن کی بات کہی - ٹھیک یہی بات ہے - ہر طرح مردوں ہی پر مار - راضی ہوں تو مصیبت ناراض ہوں تو اُس سے بڑی مصیبت ۔

صوفیا - جب عورت اتنی بڑی مصیبت ہے تو مرد کیوں اُسے اپنے سر مڑھتے ہیں ؟ جسے دیکھو وہی اُس کے پیچھے دوڑتا ہے - کیا دُنیا کے سبھی مرد جاہل ہیں - کسی کے تمیز نہیں چھو گئی ؟

نایک رام - بھتّا - مس صاحب نے تو میرے سامنے پتھر لڑھکا دیا - بات تو سچّی ہے کہ جب عورت اتنی بڑی مصیبت ہے تو مرد کیوں اُس کے پیچھے حیران رہتے ہیں ؟ ایک کی دُر دَسا دیکھ کر دوسرا کیوں نہیں سیکھتا ؟ بولو بھیّا ہے کچھ جواب ؟

وسنے - جواب کیوں نہیں ہے - ایک تو تمہیں نے میری دُر دَسا سے سیکھ لیا - تمہارے ہی طرح اور بھی کتنے ہی پڑے ہوں گے ۔

نایک رام (ہنس کر) بھیّا تم نے پھر میرے ہی سر ڈال دیا - یہ تو کچھ ٹھیک جواب نہ بن پڑا ۔

وِنے۔ ٹھیک وہی ہے جو تم نے آتے ہی کہا تھا کہ عورت کا مایا جال بڑا کٹھن ہے۔

انسان فطرتاً تفریح پسند ہے۔ ایسے رنج کے وقت بھی اُسے ہنسی سوجھتی ہے۔ پھانسی پر چڑھنے والے لوگ بھی ہنستے دیکھے گئے ہیں۔ یہاں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ مسٹر کلارک گھوڑا اُچھالتے اور آدمیوں کو کچلتے ہوئے وہاں آ پہنچے۔ صوفیا پر نگاہ پڑی۔ تیر سا لگا۔ ٹوپی اوپر اُٹھا کر بولے۔ یہ وہی ناٹک ہے یا کوئی دوسرا شروع کر دیا؟

نشتر سے بھی تیز۔ پتھر سے بھی سخت۔ بیدردانہ حملہ تھا مسٹر کلارک نے اپنی دلی مایوسی۔ اپنے رنج اپنی بد اعتقادی۔ اپنے غصہ کو ان الفاظ میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔

صوفیا نے برجستہ جواب دیا۔ نہیں بالکل نیا۔ اُس وقت جو دوست تھے وہی اب دشمن ہیں۔

کلارک طنز کو سمجھ کر تلملا اُٹھے۔ بولے۔ یہ تمہاری بے انصافی ہے میں اپنے اصول سے ذرا بھی منحرف نہیں ہوا۔

صوفیا۔ کسی کو ایک بار پناہ دینا اور دوسری بار اُسی پر تلوار اُٹھانا کیا ایک ہی بات ہے؟ جس اندھے کے لئے کل تم نے یہاں کے رؤسا کا مقابلہ کیا تھا۔ جس کے لئے بدنام ہوئے تھے۔ جس کا حمایتی اُٹھایا تھا۔ اُسی اندھے پر تلوار چلانے کو آج راجپوتانہ سے دوڑے آئے ہو۔ کیا دونوں ایک ہی بات ہے؟

کلارک۔ ہاں مس سیوک دونوں ایک ہی ہیں ہم یہاں حکومت کرنے آئے ہیں۔ اپنے ذاتی جذبات و خیالات پر عمل پیرا ہونے کے نہیں۔

جہاز سے اُترتے ہی ہم اپنی شخصیت کو مٹا دیتے ہیں۔ ہمارے انصاف ہماری ہمدردی۔ ہمارا اخلاق۔ سب کا ایک ہی مقصد ہے۔ ہمارا اوّل اور آخر مقصد ہے حکومت کرنا۔

مسٹر کلارک کا اشارہ صوفیا کی طرف اتنا نہیں جتنے ونئے کی طرف تھا۔ وہ ونئے کو کنایتاً دھمکا رہے تھے۔ صاف الفاظ میں اُن کا مطلب یہی تھا کہ ہم کسی کے دوست نہیں ہیں۔ ہم یہاں حکومت کرنے آئے ہیں اور جو ہمارے کام میں مداخلت کرے گا اُسے بیخ و بُن سے اُڑا دیں گے۔

صوفیا نے کہا۔ یا منصفانہ حکومت حکومت نہیں بلکہ جنگ ہے۔

کلارک۔ تم نے یہی وڑے کو یہاں ڈرا کہہ دیا۔ ہم میں اتنی شرافت ہے۔ اچھا میں تم سے پھر ملوں گا۔

یہ کہہ کر اُنہوں نے گھوڑے کو مہمیز لگائی۔ صوفیا نے بلند لہجہ میں کہا۔ نہیں ہرگز نہ آنا۔ میں تم سے نہیں ملنا چاہتی۔

آسمان ابر آلود ہو رہا تھا۔ شام سے پہلے شام ہو گئی تھی۔ مسٹر کلارک ابھی گئے تھے کہ مسٹر جان سیوک کا موٹر آپہنچا۔ وہ جیوں ہی موٹر سے اُترے کہ سیکڑوں آدمی اُن کی طرف لپکے۔ لوگ حُکام سے دبتے ہیں۔ اُن کی طاقت کا اُنہیں علم ہوتا ہے اور احساس بھی۔ جہاں اُس طاقت کا خوف نہیں ہوتا وہاں وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مسٹر سیوک پر حُکام کی مہربانی تھی مگر وہ خود حاکم نہ تھے۔ وہ اپنی جان بچا کر گورکھوں کے کیمپ کی طرف بھاگے۔ سر پر پیر رکھ کر دوڑے مگر ٹھوکر کھائی اور گر پڑے۔ مسٹر کلارک نے گھوڑے پر سے اُنہیں دوڑتے دیکھا تھا۔ اُنہیں گرتے دیکھا تو سمجھے کہ لوگوں نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اُنہوں نے فوراً

گورکھوں کی ایک جماعت کو اُن کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ مجمع نے بھی خطرناک صورت اختیار کی۔ چوہے بلّی سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ سورداس ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔ یہ ہل چل سُنی تو خوفزدہ ہو کر بھیرو سے بولا۔ تم مجھے ذرا اپنے کندھے پر بیٹھا لو۔ ایک بار اور لوگوں کو سمجھا دوں۔ کیوں لوگ یہاں سے ہٹ نہیں جاتے؟ سینکڑوں بار کہہ چکا۔ کوئی سُنتا ہی نہیں۔ کہیں گولی چل گئی تو آج اُس دن سے بھی زیادہ خون خرابہ ہوگا؟

بھیرو نے سورداس کو کندھے پر بٹھا لیا۔ اس مجمع سے اُس کا سر بالشت بھر اونچا ہو گیا۔ لوگ اِدھر اُدھر سے اُس کی باتیں سُننے دوڑے۔ بہادروں کی پرستش کرنا عوام کا ذاتی خاصہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اندھا یونانی دیوتا اپنے عقیدت مندوں کے درمیان میں کھڑا ہے۔

سورداس نے اپنی بے نور آنکھوں سے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا۔

بھائیو۔ آپ لوگ اپنے اپنے گھر جائیں۔ آپ سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں۔ گھر چلے جائیں۔ یہاں جمع ہو کر حاکم لوگوں کو چڑھانے سے کیا پھائدہ؟ میری موت آوے گی تو آپ لوگ کھڑے رہیں گے اور میں مر جاؤں گا موت نہ آوے گی تو میں توپوں کے منہ سے بچ کر نکل جاؤں گا۔ آپ لوگ اصل میں میری مدد کرنے نہیں آئے۔ مجھ سے دشمنی کرنے آئے ہیں۔ حاکموں کے من میں فوج کے من میں پولیس کے من میں جو دیا اور دھرم کا کھیال آتا۔ آپ لوگوں نے جمع ہو کر اُس کھیال کو غُسّا بنا دیا ہے۔ میں حاکموں کو دکھا دیتا کہ ایک غریب اندھا آدمی ایک فوج کو کیسے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔ توپ کا منہ کیسے بند کر دیتا ہے۔ تلوار کی دھار کیسے موڑ دیتا ہے۔ میں دھرم کے بل پر لڑنا چاہتا تھا ...

اس کے آگے وہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ مسٹر کلارک نے اُسے کھڑے ہو کر کچھ بولتے ہوئے سُنا تو سمجھے کہ اندھا لوگوں کو فساد کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اُنہوں نے سمجھ لیا تھا کہ جب تک روح یہاں موجود رہے گی اعضاء کی حرکت کبھی بند نہ ہوگی۔ اس لئے روح کو جُدا کر دینا ضروری ہے۔ منبع کو بند کر دینے سے چشمہ کی روانی خود بخود بند ہو جائے گی۔ وہ اسی تاک میں لگے ہوئے کہ اس خیال کو کس طرح عمل میں تبدیل کریں۔ مگر سُورداس کے گرد دور ہی آدمیوں کا مجمع رہتا تھا۔ کلارک کو مناسب موقع نہ ملا تھا۔ اب جو اُس کے سر کو اوپر اُٹھا ہوا دیکھا تو اُنہیں وہ موقع مل گیا۔ وہ سنہرا موقع تھا جس کے ملتے ہی اس جنگ کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا اُسے وہ جانتے تھے۔ مجمع میں جوش پیدا ہوگا۔ وہ پتھر برسائے گا۔ گھروں میں آگ لگائے گا۔ سرکاری دفتروں کو لوٹے گا۔ ان شرارتوں کو مٹا دینے کے لئے اُن کے پاس کافی طاقت تھی۔ اصل چیز تھی اندھے کو رزم گاہ سے ہٹا دینا۔ یہی زندگی کا مرکز ہے۔ یہی حرکت دینے والی طاقت ہے۔ اُنہوں نے جیب سے پستول نکالا اور سورداس پر فائر کر دیا۔ نشانہ بیٹھا تھا۔ گولی سُورداس کے کندھے میں لگی سر لٹک گیا اور خون بہنے لگا۔ پھر وہ اُسے سنبھال نہ سکا وہ زمین پر گر پڑا۔ روحانی طاقت مادی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکی۔

صوفیا نے مسٹر کلارک کو جیب سے پستول نکالتے اور سورداس کو نشانہ بناتے دیکھا تھا۔ اُس کو زمین پر گرتے دیکھ کر سمجھ گئی کہ قاتل نے اپنا کام پورا کر دیا۔ فٹن پر کھڑی تھی۔ نیچے کود پڑی اور مقتل کی طرف دوڑی جیسے کوئی ماں اپنے بچّہ کو کسی آنے والی گاڑی کی زد میں دیکھ کر

بے تحاشا دوڑ پڑے۔ ونے اُس کے پیچھے پیچھے اُسے روکنے کے لئے دوڑے
وہ کہتے جاتے تھے "صوفیا۔ ایشور کے لئے وہاں نہ جاؤ۔ مجھ پر اتنا رحم کرو۔
دیکھو گورکھے بندوقیں سنبھال رہے ہیں۔ ہائے تم نہیں مانتیں۔ یہ کہہ کر
اُنہوں نے صوفیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے اپنی طرف کھینچا۔ لیکن صوفیا نے ایک
جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور پھر دوڑی۔ اُسے اس وقت کچھ نہ سوجھتا
تھا۔ نہ گولیوں کا خوف تھا نہ سنگینوں کا۔ لوگ اُسے دوڑتے دیکھ کر خود بخود
راستہ سے ہٹتے جاتے۔ گورکھے سپاہی سامنے کھڑے تھے مگر صوفیا کو دیکھ کر
وہ بھی ہٹ گئے۔ مسٹر کلارک نے پہلے ہی سخت تاکید کر دی تھی کہ کوئی سپاہی
عورتوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ ونے اِس فوجی دیوار کو پار نہ کر سکے۔ رقیق
شے سوراخ کے راستہ نکل گئی مگر ٹھوس چیز نہ نکل سکی۔

صوفیا نے جا کر دیکھا تو سورداس کے شانہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اعضا
سست پڑ گئے تھے۔ چہرہ بگڑ گیا تھا مگر آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان
میں سکون۔ قناعت اور صبر کی چمک تھی۔ اُن میں عفو تھا۔ غصہ اور خوف کا
نام نہ تھا۔ صوفیا نے فوراً رومال نکال کر زخم پر باندھا اور کانپتی ہوئی آواز
میں کہا۔ اِنہیں شفاخانہ بھیجنا چاہئے۔ ابھی جان ہے۔ ممکن ہے بچ جائیں۔
پھر ونے نے اُسے گود میں اُٹھا لیا۔ صوفیا اُسے اپنی گاڑی تک لائی۔ اُس پر سورداس
کو لٹا دیا۔ خود گاڑی پر بیٹھ گئی اور کوچوان کو شفاخانہ چلنے کا حکم دیا۔

مجمع مایوسی اور غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔ ہم بھی یہیں مر مٹیں گے۔ کسی کو
یہ ہوش نہ رہا کہ یوں مر مٹنے سے اپنے سوا کسی دوسرے کا کیا نقصان ہوگا۔
بچہ مچلتا ہے تو جانتا ہے کہ ماں مجھے بچائے گی۔ یہاں کون ماں تھی جو ان
مچلنے والوں کی حفاظت کرے۔ لیکن غصہ میں دور اندیشی کے کواڑ بند ہو

جاتے ہیں لوگوں کا وہ سمندر اُمڈتا ہوا گورکھوں کی طرف چلا۔ سمتی کے ڈالیٹر گھبرائے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے تھے لیکن اُن کی فہمایش کا کسی پر اثر نہ ہوتا تھا۔ لوگ دوڑ دوڑ کر اینٹ کنکر پتھر جمع کر رہے تھے۔ کھنڈروں میں ملبہ کی کیا کمی۔ دیکھتے دیکھتے جگہ جگہ پتھروں کے انبار لگ گئے۔

ونے نے دیکھا کہ اب غضب ہوا چاہتا ہے۔ آن واحد میں سیکڑوں جانوں پر بن جائے گی۔ فوراً ایک ٹوٹی ہوئی دیوار پر چڑھ کر بولے—

دوستو! یہ غصہ کا موقع نہیں ہے انتقام کا موقع نہیں ہے بلکہ حق کی فتح پر خوشی اور جشن منانے کا موقع ہے۔

ایک آدمی بولا۔ ارے یہ تو کنور ونے سنگھ ہیں۔

دوسرا۔ واقعی خوشی اور جشن منانے کا موقع ہے۔ منایئے شادی مبارک ہو۔

تیسرا۔ جب میدان صاف ہو گیا تو آپ مردوں کی لاش پر آنسو بہانے آئے ہیں۔ جائیے خواب گاہ میں مزے اُڑائیے۔ یہ تکلیف کیوں اُٹھاتے ہیں۔

ونے۔ ہاں یہ خوشی منانے کا موقع ہے کہ اب بھی ہماری گری ہوئی پامال اور خستہ حال قوم اتنی عجیب روحانی طاقت ہے کہ ایک بیکس عہدہ دار۔ ایک بھکاری طاقت ور حکام کا اتنی مردانگی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

ایک آدمی نے طنز سے کہا ایک بیکس اندھا جو کچھ کر سکتا ہے وہ راجے رئیس نہیں کر سکتے۔

دوسرا۔ محل کے بالاخانہ میں جا کر سویئے۔ دیر ہو رہی ہے۔ ہم بدنصیبوں کو مرنے دیجئے۔

تیسرا۔ سرکار سے کتنا انعام ملنے والا ہے؟

چوتھا۔ آپ ہی نے تورا حیوتا نہ میں دربار کی طرف ہوکر رعایا کو آگ میں جھونک دیا تھا۔

دوسرے۔ میری ملامت کا موقع پھر آئے گا۔ اگرچہ میں چند خاص وجوہ سے اِدھر آپ کا ساتھ نہ دے سکا مگر ایشور جانتا ہے کہ میری ہمدردی آپ ہی کے ساتھ تھی۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی طرف سے غافل نہ تھا۔

ایک آدمی۔ یارو یہاں کھڑے کھڑے کیا بکواس کر رہے ہو؟ دیکھنے دم ہو تو چلو کٹ مریں۔

دوسرا۔ یہ کچھ باری کا موقع نہیں ہے۔ آج ہمیں یہ دکھانا ہے کہ ہم حق کے لئے کتنی دلیری سے جان دے سکتے ہیں۔

تیسرا۔ چل کر گورکھوں کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ کوئی شخص قدم پیچھے نہ ہٹا دے۔ وہیں اپنی لاشوں کا ڈھیر لگا دو۔ بال بچوں کو خدا پر چھوڑ دو۔

چوتھا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آگے بڑھ کر للکاریں کہ بُزدلوں کا خون بھی جوش کھانے لگے۔ ہمیں سمجھائے چلے ہیں۔ گویا ہم دیکھتے نہیں کہ سامنے ورج سند وقیں بھرے کھڑی ہے اور ایک ہی باڑھ میں ہمارا استھراؤ کر دے گی۔

پانچواں۔ بھائی۔ ہم غریبوں کی جان سستی ہوتی ہے۔ رئیس زادہ ہوتے تو ہم بھی دور ہی سے کھڑے تماشہ دیکھتے۔۔

چھٹواں۔ اِس سے کہو کہ جا کر چلو بھر پانی میں ڈوب مرے۔ ہمیں اُس کے نصیحتوں کی ضرورت نہیں۔ اُنگلی میں خون لگا شہید بننے چلے ہیں۔

یہ حقارت آمیز طنزیہ اور سخت الفاظ ...ے کے دل میں تیر کی طرح اُتر گئے۔ ہائے رے قسمت۔ میری زندگی بھر کی خدمت۔ قربانی

اور نفس کشی کا یہی نتیجہ ہے! اپنا سب کچھ قومی خدمت کی قربان گاہ پر چڑھا کر روٹیوں کو محتاج ہو جانے کا یہی صلہ ہے! کیا ریاست کی بدنامی میرے سر سے کبھی نہ دور ہوگی؟" یہ کہتے ہوئے وہ بھول گئے کہ "میں یہاں عوام کی حفاظت کرنے آیا ہوں۔ گورکھا فوج سامنے کھڑی ہے۔ میں یہاں سے ہٹا کہ ایک لمحہ میں انسانوں کا وحشیانہ قتل ہونے لگے گا۔ میرا خاص فرض عوام کو آخیر تک روکے رہنا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں اگر انہوں نے طعنے دئیے۔ میری تحقیر کی۔ مجھے بدنام کیا۔ نا ملائم الفاظ کہے۔ میں قصوروار ہوں۔ اگر نہیں ہوں تو بھی مجھے صبر و تحمل سے کام لینا چاہئیے"۔ یہ سبھی باتیں وہ بھول گئے۔ موقع شناس آدمی وقت کے موافق کام کرتا ہے۔ جہاں دبنا چاہئیے وہاں دب جاتا ہے۔ جہاں تیز پڑنا چاہئیے وہاں تیز پڑتا ہے۔ اُسے عزت یا ذلت سے خوشی یا رنج نہیں ہوتا۔ اُس کی نگاہ برابر اپنے مقصد پر رہتی ہے۔ وہ پُر جوش ثابت قدمی کے ساتھ اُسی طرف بڑھتا ہے۔ لیکن سادہ مزاج غیرتمند اور صاف دل لوگ بادلوں کی مانند ہوتے ہیں جو باد موافق کو پاکر زمین کو سیراب کر دیتے ہیں اور باد مخالف کے جھونکوں سے منتشر ہو جاتے ہیں۔ سیاست داں شخص کے لئے ایسا معیار ہی سب کچھ ہے۔ ضمیر کی اُس کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں۔ باعزت آدمیوں کے لئے اپنی اخلاقی قوت ہی سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ اپنے اخلاق پر کئے گئے حملوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی بیگناہی ثابت کرنا اپنی معیار پسندی سے کہیں زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ونے کا خوبصورت چہرہ تمتما اٹھا اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ وہ دیوانہ وار متحرک مجمع کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور بولے۔ "کیا آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ رئیسوں کے بیٹے کیونکر جان دیتے ہیں؟ دیکھئے

یہ کہہ کر اُنہوں نے جیب سے بھرا ہوا پستول نکالا۔ اُس کی نال سینہ میں لگائی اور جب تک لوگ دوڑیں زمین پر گر پڑے۔ لاش تڑپنے لگی۔ دل کی ساری تمنائیں خون کا فوارہ بن کر نکل گئیں۔ اُسی وقت بارش ہونے لگی گویا جنت کی روحیں پھول برسا رہی تھیں ۔۔

زندگی کا رشتہ کتنا نازک ہے! کیا پھول سے بھی زیادہ نازک نہیں جو ہوا کے جھونکے سہتا ہے اور مرجھاتا نہیں؟ کیا وہ بیلوں سے زیادہ نازک نہیں جو درختوں کے جھونکے سہتی اور اُن سے لپٹی رہتی ہے؟ کیا وہ حباب آب سے زیادہ نازک نہیں جو موجوں پر تیرتے ہیں اور ٹوٹتے نہیں؟ دنیا میں اور کون سی چیز اتنی بے ثبات ہے جس کے لئے ایک طنز ایک سخت لفظ بھی ناقابل برداشت اور مہلک ہے اسی نازک بنیاد پر کتنے زبردست اور عالی شان محلوں کی تعمیر کی جاتی ہے!

مجمع ششدر اور دم بخود رہ گیا جیسے آنکھوں میں اندھیرا چھا جائے۔ اُن کا غصہ رحم کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ چاروں طرف سے دوڑ دوڑ کر لوگ آنے لگے۔ دنیے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو پاک نا لے اور اُنکی لاش پر چار بوند آنسو بہانے کے لئے جو دشمن تھا خود غرض تھا عیش پسند تھا وہی ایک لمحہ میں دیوتا کی طرح ایثار کا مجسمہ ملک کا پیارا اور قوم کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا تھا۔ جو لوگ گورکھوں کے سامنے پہنچ گئے تھے وہ بھی واپس آئے۔ ہزاروں غمگین آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی جو قدرتی بارش سے مل کر زمین کو سیراب کر تی تھی۔ ہر دل فرطِ غم سے بیقرار تھا۔ ہر دل اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا ہر دل پشیمان ہو رہا تھا آہ یہ ہمارے ہی طعنوں ہماری سخت کلامی کا نتیجہ ہے۔ ہمیں اسی کے

قاتل ہیں اس کا خون ہماری ہی گردن پر ہے۔ ہائے کتنا بہادر کتنا بُردبار کتنا متین۔ کتنا فراخ دل کتنا غیرت مند۔ کتنا خوددار غریبوں کا کتنا سچّا خدمت گذار اور انصاف کا کتنا سچا پجاری تھا۔ جس نے اتنی بڑی ریاست خس و خاشاک سمجھا اور ہم کم ظرفوں نے اُس کا خون کر ڈالا اُسے نہ پہچانا۔

ایک نے رو کر کہا۔ خدا کرے میری زبان جل جائے۔ میں نے ہی شادی پر مبارکبادی کا طعنہ دیا تھا۔

دوسرا بولا۔ دوستو۔ اِس لاش پر فدا ہو جاؤ اس پر نثار ہو جاؤ۔ اس کے قدموں پر گر کر قربان ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر اُس نے کمر سے تلوار نکالی اپنی گردن پر پھیر لی اور وہیں تڑپنے لگا۔

تیسرا سر پیٹتا ہوا بولا۔ کتنا پُر جلال چہرہ ہے۔ ہائے میں کیا جانتا تھا کہ میرا طنز بجلی کا کام کرے گا۔

چوتھا۔ ہمارے دلوں کا یہ زخم ہمیشہ ہرا رہے گا۔ ہم اِس فرشتہ خصلت انسان کو کبھی بھول نہ سکیں گے۔ کتنی بہادری سے جان دے دی۔ جیسے کوئی ایک پیسہ نکال کر بھکاری کے سامنے پھینک دے رئیس زادوں میں یہی اوصاف ہوتے ہیں۔ وہ اگر جینا جانتے ہیں تو مرنا بھی جانتے ہیں رئیس کی یہی پہچان ہے کہ بات پر مر مٹے۔

اندھیرا ہوتا جاتا تھا۔ پانی موسلا دھار برس رہا تھا۔ کبھی ذرا دیر کے لئے بوندیں ہلکی پڑ جاتیں اور پھر زوروں سے گرنے لگتیں۔ جیسے کوئی رونے والا تھک کر ذرا دم لے لے اور پھر رونے لگے۔ دلہن نے پانی کی چادر میں منہ چھپا لیا تھا۔ ماتا منہ پر آنچل ڈالے رو رہی تھی۔ وہ

رہ کر ٹوٹی ہوئی دیواروں کے گرنے کا دھماکا ہوتا تھا۔ جیسے کوئی سسنہ پیٹ پیٹ کر ماتم کر رہا ہو۔ لمحہ لمحہ پر بجلی کوندتی تھی جیسے آسمان پر روحیں ماتم کر رہی ہوں۔ دم دم کے میں یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی۔ اندو مسٹر جان سیلوک کے ساتھ تھی۔ یہ خبر سُنتے ہی غش کھا کر گر پڑی ٭

دیے کی لاش پر ایک چادر تان دی گئی تھی۔ چراغوں کی روشنی میں اس کا چہرہ اب بھی پھول کی طرح شگفتہ تھا۔ دیکھنے والے آتے تھے۔ روتے تھے اور عزاداروں کی صف میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ کوئی کوئی پھولوں کی مالا رکھ دیتا تھا۔ جانباز لوگ یوں ہی مرتے ہیں۔ تمنائیں اُن کے گلے کی زنجیر نہیں ہوتیں۔ نفسانی خواہشات اُن کے پیروں کی بیڑیاں نہیں بنتیں۔ اُنہیں اس کی فکر نہیں ہوتی کہ مرے بعد کون ہنسے گا اور کون روئے گا۔ اُنہیں اس کا خوف نہیں ہوتا کہ میرے بعد کام کون سنبھالے گا؟ یہ سب دنیا سے لپٹنے والوں کے بہانے ہیں۔ بہادر لوگ آزاد ہوتے ہیں جب تک جیتے ہیں بےفکری سے جیتے ہیں۔ جب مرتے ہیں بےفکری سے مرتے ہیں۔

ہم داستان غم کو کیوں طول دیں؟ جب بیگانوں کی آنکھوں سے آنسو اور دلوں سے آہ نکل پڑتی تھی تو یگانوں کا کہنا ہی کیا۔ نائک رام سورداس کے ساتھ شفاخانہ گئے تھے۔ لوٹے ہی تھے کہ یہ منظر دکھائی دیا۔ ایک ٹھنڈی سانس کھینچ کر دیے کے قدموں پر سر رکھ دیا اور زار زار رونے لگے۔ ذرا طبیعت ٹھکانے ہوئی تو صوفیا کو خبر دینے چلے جو ابھی شفاخانہ ہی میں تھی ٭

نائک رام راستہ بھر دوڑتے ہوئے گئے مگر صوفیا کے پاس پہنچے تو گلا اتنا بھر گیا کہ منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ اُس کی طرف دیکھ کر سسک

سسک سسک کر رونے لگے۔ صوفیا کے دل میں درد سا اُٹھا۔ ابھی نایک رام گئے اور اُلٹے پاؤں واپس آئے۔ ضرور کوئی بڑی خبر ہے۔ پوچھا "کیا ہے پنڈا جی" یہ پوچھتے ہی اُس کا گلا بھی بھر آیا۔

نایک رام کی سسکیاں دریا دو فغاں میں تبدیل ہو گئیں۔ صوفیا نے دوڑ کر اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا "کیا ہتنے ؟" یہ کہتے کہتے فرطِ غم کی حالت میں تنہا خانہ سے نکل پڑی اور پانڈے پور کی طرف چلی۔ نایک رام آگے آگے لالٹین دکھاتے ہوئے چلے۔ پانی نے جل تھل ایک کر دیا تھا۔ سڑک کے کنارے کے درخت جو اس پانی میں کھڑے تھے سڑک کا پتہ دے رہے تھے۔ صوفیا کا رنج ایک ہی لمحہ میں بیتابی کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ ہائے میں ہی ہتیارن ہوں۔ کیوں آسمان سے بجلی گر کر مجھے جلا نہیں دیتی ؟ کیوں کوئی سانپ زمین سے نکل کر مجھے ڈس نہیں لیتا ؟ کیوں زمین پھٹ کر مجھے نگل نہیں جاتی ؟ ہائے آج میں وہاں نہ گئی ہوتی تو وہ ہرگز نہ جاتے۔ میں کیا جانتی تھی کہ مقدر مجھے تباہی و بربادی کی طرف لئے جاتا ہے ؟ میں دل میں اُن پر جھنجھلا رہی تھی۔ مجھے یہ تشک بھی ہو رہا تھا کہ یہ ڈرتے ہیں۔ آہ۔ یہ سب میرے کارن ہوا۔ میں ہی ایسی بربادی کا سبب ہوں۔ میں اپنے ہی ہاتھوں لُٹ گئی۔ ہائے میں اُن کی محبت کے معیار کو نہ پہنچ سکی۔"

پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ کہیں یہ خبر غلط نہ ہو۔ اُنہیں صرف چوٹ لگی ہو اور وہ بیہوش ہو گئے ہوں۔ آہ۔ کاش میں ایک بار اُن کی باتوں سے اپنے دل کو پاک بنا لیتی۔ نہیں نہیں وہ زندہ ہیں۔ ایشور مجھ پر اتنا ظلم نہیں کر سکتے۔ میں نے کبھی کسی مخلوق کو ایذا نہیں پہنچائی۔ میں

کبھی بد اعتقاد نہیں ہوئی۔ پھر وہ مجھے اتنی سخت سزا کیوں دے گا؟

جب صوفیا موقع واردات کے قریب پہنچی تو اُس پر ایک زبردست خوف کا غلبہ ہوا۔ وہ سڑک کے کنارے ایک میل کے پتھر پر بیٹھ گئی۔ وہاں کیسے جاؤں؟ کیسے اُنہیں دیکھوں گی؟ ان کی موت کی کا نقشہ اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اُن کی لاش خاک و خون میں لپٹی ہوئی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اِسے اُس نے گویا جیتے جاگتے دیکھا تھا۔ اُسے اس بُری حالت میں وہ کیسے دیکھے گی؟ اُسے اس وقت زبردست خواہش ہوئی کہ وہاں جاتے ہی میں بھی اُن کے قدموں پر گر کر جان دے دوں اب دُنیا میں میرے لئے کون سا آرام ہے۔ ہائے یہ صبر آزما جدائی! کیسے برداشت ہوگی؟ میں نے اپنی زندگی کو تباہ کر دیا۔ ایسے اچھے آدمی کو مذہب کی وحشیانہ موذیت پر قربان کر دیا۔

اگرچہ وہ جانتی تھی کہ ونے کا انتقال ہوگیا۔ پھر اُسے ایک چھوٹی اُمید ہو رہی تھی کہ کون جانے اُنہیں صرف غش آگیا ہو۔ دفعتاً اُسے اپنے عقب سے ایک موٹر کار یانی کو چیرتے ہوئے آتا دکھائی دیا۔ اُس کی تیز روشنی میں چھٹا ہوا پانی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دونوں طرف سے آبی جانور اُس پر حملہ کر رہے ہوں۔ وہ نزدیک آکر رُکا۔ رانی جاہنوی تھیں۔ صوفیا کو دیکھ کر بولیں۔ بیٹی۔ تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ آؤ میرے ساتھ چلو۔ کیا گاڑی نہ ملی؟

صوفیا چیخ مار کر رانی سے لپٹ گئی مگر اُن کی آنکھوں میں آنسو نہ تھے اور نہ چہرہ پر آثارِ غم۔ اُن کی آنکھوں میں غرور کا نشہ چھا رہا تھا اور چہرہ پر فاتحانہ مسرت کی نمود تھی۔ صوفیا کو گلے سے لگاتی ہوئی بولیں۔ کیوں

روتی ہو بیٹی؟ دنے کے لئے؟ بہادروں کی موت پر آنسو نہیں بہائے جاتے۔ خوشی کا راگ گایا جاتا ہے۔ میرے پاس ہیرے جواہرات ہوتے تو اُس کی لاش پر لُٹا دیتی۔ مجھے اُس کے مرنے کا غم نہیں ہے۔ غم ہوتا اگر وہ آج جان بچا کر بھاگتا۔ وہ تو میری دیرینہ خواہش تھی۔ نہایت دیرینہ۔ جب میں نوجوان تھی اور بہادر راجپوتوں اور راجپوتنیوں کی قربانی کی داستانیں پڑھا کرتی تھی۔ اُسی وقت میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ ایشور مجھے بھی کوئی ایسا ہی سپوت دیتا جو انہیں جانبازوں کی طرح موت سے کھیلتا۔ جو اپنی زندگی کو ملک و قوم کی خدمت میں قربان کر دیتا۔ جو اپنے خاندان کا نام روشن کرتا۔ میری وہ خواہش پوری ہو گئی۔ آج میں ایک جانباز بیٹے کی ماں ہوں۔ کیوں روتی ہو؟ اس سے اُس کی روح کو تکلیف ہوگی۔ تم نے تو مذہبی کتابیں پڑھی ہیں۔ انسان کبھی مرتا ہے؟ روح تو غیر فانی ہے۔ اُسے تو ایشور بھی فنا نہیں کر سکتا۔ موت تو صرف نئی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ ایک بلند تر زندگی کا راستہ ہے۔ وہ پھر دُنیا میں آئے گا۔ وہ اور زیادہ پاک نام ہوگا۔ جس موت پر گھر والے روئیں وہ بھی کوئی موت ہے۔ وہ تو ایڑیاں رگڑنا ہے۔ شاندار موت وہی ہے۔ جس پر بیگانے روئیں اور یگانے خوشی منائیں۔ شاندار موت شاندار زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ شاندار زندگی میں بدنام ہوکر مرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ شاندار موت میں یہ اندیشہ کہاں؟ کوئی زندگی شاندار نہیں ہے جب تک کہ اُس کا انجام بھی ویسا ہی نہ ہو۔ یہ لو۔ پہنچ گئے کتنے زور کی بارش ہے۔ کیسا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے پھر بھی ہزاروں آدمی اُس کی لاش پر آنسو بہا رہے ہیں۔ کیا یہ رونے کا مقام ہے؟

موٹر رُکا۔ صوفیا اور جاہنوی کو دیکھ کر لوگ اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ اندو دوڑ کر ماں سے لپٹ گئی۔ ہزاروں آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ رانی نے ونے کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُسے سینہ سے لگا لیا۔ اُس کا بوسہ لیا اور ماتمی مجمع کی طرف فخر آمیز نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔ یہ نوجوان جس نے ونے پر اپنی جان نچھاور کر دی۔ ونے سے بڑھ کر ہے۔ کیا کہا؟ مسلمان ہے، فرض کے دائرہ میں ہندو مسلمان کا فرق نہیں۔ دونوں ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ ڈوبیں گے تو دونوں۔ بچیں گے تو دونوں۔ میں اس بہادر شخص کا یہیں مزار بنواؤں گی۔ شہید کے مزار کو کون کھود کر پھینک دے گا؟ کون اتنا سفلہ اور کمینہ ہوگا؟ یہ سچا شہید تھا۔ تم لوگ کیوں روتے ہو؟ ونے کے لئے؟ تم لوگوں میں کتنے ہی نوجوان ہیں کتنے ہی بال بچوں والے ہیں۔ نوجوانوں سے میں کہوں گی "جاؤ اور ونے کی طرح قربان ہونا سیکھو۔ دُنیا صرف پیٹ پالنے کی جگہ نہیں ہے۔ مُلک کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں۔ تمہیں اُس کا بیڑا پار لگاؤ گے۔ گرہستی کے جال میں نہ پھنسو۔ جب تک مُلک کا کچھ کام نہ کر لو۔ دیکھو ونے کیسا ہنس رہا ہے۔ جب بچہ تھا اُس وقت کی یاد آتی ہے۔ اسی طرح ہنستا تھا۔ کبھی اُسے روتے نہیں دیکھا کتنی عجیب ہنسی ہے۔ کیا اس نے دولت کے لئے جان دی؟ دولت اُس کے گھر میں بھری ہوئی تھی۔ اُس کی طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ برسوں ہو گئے پلنگ پر نہیں سویا۔ جوتے نہیں پہنے پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔ ذرا دیکھو اُس کے پیروں میں کیسے گھٹّے پڑ گئے ہیں وہ سادھو تھا۔ تم لوگ بھی ایسے ہی سادھو بن جاؤ" بال بچے والوں سے میری التجا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کو چکی کا بیل نہ بناؤ خانہ داری

کا غلام نہ بناؤ۔ ایسی تعلیم دو کہ زندہ رہیں۔ زندگی کے غلام بن کر نہیں بلکہ زندگی کے مالک بن کر۔ یہی تعلیم ہے جو اس سرفروش نے تمہیں دی ہے۔ جانتے ہو۔ اس کی شادی ہونے والی تھی۔ یہی پیاری لڑکی میری بہو بننے والی تھی۔ کسی نے ایسا دلکش حُسن۔ ایسا روحانی جلوہ دیکھا ہے؟ رانیاں اُس کے آگے پانی بھریں۔ علم میں اس کے سامنے کوئی پنڈت منہ نہیں کھول سکتا۔ زبان پر سرسوتی ہے۔ گھر کا اُجالا ہے۔ ولے کو اس سے کتنی محبت تھی۔ یہ اِسی سے پوچھو۔ لیکن کیا ہوا؟ جب موقع آیا تو اُس نے محبت کے رشتہ کو کچے دھاگے کی طرح توڑ دیا۔ اُسے اپنی تو ہین کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اُس پر اپنے مقصد کو قربان نہیں کیا۔ پیارو بیٹے پر اپنی جوانی کو اپنی روح کو اپنی اُمنگوں کو نہ قربان کرو۔ اندو بیٹی کیوں روتی ہو؟ کس کا ایسا بھائی ملا ہے؟

اندو کے دل میں بڑی دیر سے آگ سی جل رہی تھی۔ وہ ان سارے دُکھوں کا اصلی سبب اپنے شوہر کو سمجھتی تھی۔ اب تک آگ دل میں تھی۔ اب باہر نکل پڑی۔ یہ خیال نہ رہا کہ میں اتنے آدمیوں کے سامنے کیا کہتی ہوں۔ جوار کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بولی۔ ماتا جی۔ اس خون کا الزام میرے سر ہے۔ میں اب اُس شخص کا منہ نہ دیکھوں گی جس نے میرے لاڈلے بھائی کی جان لے کر چھوڑی اور یہ صرف اپنی خود غرضی کو پورا کرنے کے لئے۔

رانی جاہنوی نے تیز لہجہ میں کہا۔ کیا مہیندر کو کہتی ہے؟ اگر پھر میرے سامنے مُنہ سے ایسی بات نکالی تو تیرا گلا گھونٹ دوں گی۔ کیا تو اُنہیں اپنا غلام بنا کر رکھے گی؟ تو عورت ہو کر چاہتی ہے کہ کوئی میرا

ہاتھ نہ پکڑے تو وہ مرد ہو کر کیوں نہ ایسا چاہیں ؟ وہ دُنیا کو کیوں تیری ہی آنکھوں سے دیکھیں ؟ کیا بھگوان نے اُنہیں آنکھیں نہیں دیں ؟ اپنے نفع و نقصان کا حساب دار تجھے کیوں بنائیں ؟ کیا بھگوان نے انہیں عقل نہیں دی۔ تیری سمجھ میں اور میری سمجھ میں اور یہاں جو لوگ ہیں اُن کی سمجھ میں وہی راستہ اچھا ہے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ مگر اُن کی سمجھ میں وہ راستہ خطرناک ہے۔ درندوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کا بُرا ماننا کیا ؟ اگر تجھے اُن کی باتیں پسند نہیں آتیں تو کوشش کر کہ پسند آئیں۔ وہ تیرے سوامی ہیں تیرے لئے اُن کی خدمت سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔

دس بج گئے تھے۔ لوگ کنور بھرت سنگھ کا انتظار کر رہے تھے۔ جب دس کے گھنٹہ کی آواز کانوں میں آئی تو رانی جانھوی نے کہا۔ اُن کی راہ اب نہ دیکھو۔ وہ نہ آئیں گے اور نہ آسکتے ہیں۔ وہ اُن باپوں میں ہیں جو بیٹے کے لئے جیتے ہیں اور بیٹے کے لئے مرتے ہیں اور بیٹے کے بیٹوں کے لئے منصوبے باندھتے ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ہوگا۔ تمام دُنیا سُونی معلوم ہوتی ہوگی۔ بیہوش پڑے ہوں گے ممکن ہے۔ مر بھی گئے ہوں۔ اُن کا مذہب اُن کا فرض اُن کی زندگی۔ اُن کی موت اُن کا دین۔ اُن کی دُنیا سبھی کا انحصار اسی اکلوتے بیٹے پر تھا۔ اب وہ بے سہارا ہیں۔ اُن کی زندگی کا کوئی مقصد کوئی معیار نہیں وہ اب ہرگز نہ آئیں گے۔ آ ہی نہیں سکتے۔ چلو۔ ونے کے ساتھ اپنا آخری فرض پورا کر لوں۔ انہیں ہاتھوں سے اُسے ہنڈولے میں جھلایا تھا۔ اُنہیں ہاتھوں سے اُسے چتا پر رکھ دوں۔ انہیں ہاتھوں سے اُسے کھانا

کھلاتی تھی۔ اُنہیں ہاتھوں سے اُسے گنگا جل پلا دوں ۔

(۴۴)

گنگا سے لوٹتے لوٹتے دن کے نو بج گئے۔ ہزاروں آدمیوں کا ہجوم گلیاں تنگ اور کیچڑ سے بھری ہوئیں۔ قدم قدم پر پھولوں کی بارش۔ والنیٹروں کے قومی گانے۔ گنگا تک پہنچتے ہی پہنچتے سویرا ہو گیا تھا۔ لوٹتے ہوئے جاہنوی نے کہا ــــ چلو ذرا سورداس کو دیکھتے چلیں۔ نہ جانے مرا کہ بچا ۔سُنتی ہوں۔ زخم کاری تھا۔

صوفیا اور جاہنوی دونوں شفا خانہ گئیں تو دیکھا کہ سورداس آنکھ میں چارپائی پر لیٹا ہوا ہے۔ بھیرو اُس کے پائنتے کھڑا ہے اور سُبھاگی سرہانے بیٹھی پنکھا جھل رہی ہے۔ جاہنوی نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ اس کی حالت کیسی ہے ؟ بچنے کی کوئی اُمید ہے ؟

ڈاکٹر نے کہا۔ کسی دوسرے آدمی کو ایسا زخم لگا ہوتا تو اب تک مر چکا ہوتا۔ اُس کی قوتِ برداشت حیرت انگیز ہے۔ دوسرے کو نشتر لگاتے وقت کلوروفارم دینا پڑتا ہے۔ اس کے کنارے میں دو انچ گہرا اور دو انچ چوڑا نشتر دیا گیا پر اس نے کلوروفارم نہ لیا۔ گولی نکل آئی ہے مگر بچ جائے تو کہیں ۔

صوفیا کو رات بھر کی سخت روحانی تکلیف نے اتنا گھلا دیا تھا کہ اُسے پہچاننا مشکل تھا۔ گویا کوئی پھول مُرجھا گیا ہو۔ چال سُست۔ چہرہ اُترا ہوا۔ آنکھیں بجھی ہوئیں گویا مادی دنیا میں نہیں بلکہ خیالی دنیا میں حرکت کر رہی ہے۔ آنکھوں کو جتنا رونا تھا رو چکی تھیں۔ اب اُس کا بال بال رو رہا تھا۔ اُس نے سورداس کے پاس جا کر کہا۔ سورداس۔ کیسا جی

ہے ؟ رانی جا کھوی آئی ہیں ؞
سُور داس۔ دھنیہ بھاگ۔ اچھا ہوں ؞
جا کھوی۔ درد بہت ہو رہا ہے ؟ بہت تکلیف ہے ؟
سُور داس۔ کچھ تکلیف نہیں ہے۔ کھیلتے کھیلتے گر پڑا ہوں۔ چوٹ آگئی ہے۔ اچھا ہو جاؤں گا۔ اُدھر کیا ہُوا ؟ جھونپڑی بچی کہ گئی ؟
صوفیا۔ ابھی تو نہیں گئی ہے۔ پر شاید اب نہ رہے۔ ہم لوگ تو وئے کو گنگا کی گود میں سونپنے چلے آتے ہیں ؞
سُور داس نے کمزور آواز میں کہا۔ بھگوان کی مرضی۔ ببردں کا یہی دھرم ہے۔ جو گریبوں کے لئے جان دیتا ہے دہی سچّا بیر ہے ؞
جا کھوی۔ تم سادھو ہو۔ ایشور سے دعا کرو کہ وے کا پھر اِسی دیش میں جنم ہو ؟
سُور داس۔ ایسا ہی ہوگا ماتاجی ایسا ہی ہوگا۔ اب مہان (بڑے) پُرس لوگ ہمارے ہی دیس میں جنم لیں گے۔ جہاں انیائے اور ادھرم ہوتا ہے۔ وہیں دیوتا لوگ جاتے ہیں۔ اُن کے سنسکار اُنہیں کھینچ لے جاتے ہیں۔ میرا مَن کہہ رہا ہے کہ کوئی مہاتما تھوڑے ہی دنوں میں اس دیس میں جنم لینے والے ہیں ؞
ڈاکٹر نے آکر کہا۔ رانی جی میں نہایت افسوس کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ سور داس سے باتیں نہ کریں ورنہ زور پڑنے سے اُن کی حالت بگڑ جائے گی۔ ایسی حالت میں سب سے زیادہ خیال اس امر کا ہونا چاہئے کہ مریض کی طاقت زائل نہ ہو۔ اُسے ضعف نہ آنے پائے ؞
شفا خانہ کے مریضوں اور ملازموں کو جلد ہی معلوم ہوا کہ وئے سنگھ

کی ماں آئی ہوئی ہیں تو سب اُن کی زیارت کو جمع ہو گئے۔ کتنوں ہی نے اُن کے قدموں کی خاک ماتھے پر چڑھائی۔ یہ دیکھ کر رانی کا دل غرور سے پھول گیا۔ ہنستے ہوئے سبھوں کو دعائیں دے کر یہاں سے جانے لگیں۔ تو صوفیا نے کہا۔ ماتاجی۔ آپ کی اجازت ہو تو میں یہیں رہ جاؤں۔ سُورداس کی حالت خطرناک معلوم ہوتی ہے۔ اس کی باتوں میں وہ محویت ہے جو موت کی خبر دے رہی ہے۔ میں نے اسے ہوش میں ایسی باتیں کرتے کبھی نہیں سُنا۔

رانی نے صوفیا کو گلے لگا کر بخوشی اجازت دی۔ دراصل صوفیا سیوا بھون (ونے کا مکان) نہ جانا چاہتی تھی۔ وہاں کی ایک ایک چیز وہاں کے پھول پتے حتیٰ کہ وہاں کی ہوا بھی ونے کی یاد دلائے گی جس گھر میں ونے کے ساتھ رہی اُس میں ونے کے بغیر رہنے کا خیال ہی اُسے تڑپائے دیتا تھا۔

رانی کے چلے جانے پر صوفیا ایک مونڈھا لے کر سورداس کی چارپائی کے پاس بیٹھ گئی۔ سورداس کی آنکھیں بند تھیں مگر چہرہ پر ایک دلآویز سکون چھایا ہوا تھا۔ صوفیا کو آج معلوم ہوا کہ دل کا سکون ہی اصلی حُسن ہے۔

صوفیا کو وہاں بیٹھے بیٹھے سارا دن گزر گیا۔ وہ بے آب و دانہ اداس بیٹھی ہوئی گزری ہوئی خوشی کی باتوں کا خواب دیکھ رہی تھی اور جب آنکھیں بھر جاتی تھیں تو آڑ میں جا کر رومال سے آنسو پونچھ آتی تھی۔ اُسے اب سب سے زیادہ رنج اس بات کا تھا کہ میں نے ونے کی کوئی آرزو نہ پوری کی۔ انہیں ہمیشہ محروم ہی رکھا۔ اُن کی محبت کی یاد اُس کے دل کو

ایسا محسوس رہی تھی۔ کہ وہ بہت ہی مضطرب و بیقرار تھی۔

شام ہو گئی تھی۔ صوفیا لیمپ کے سامنے بیٹھی ہوئی سورداس کو خداوند یسوع کے سوانحی حالات سُنا رہی تھی۔ سورداس ایسا محو ہو رہا تھا گویا اُسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ دفعتاً راجہ مہیندر کمار آ کر کھڑے ہو گئے۔ اُنہوں نے صوفیا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ صوفیا جیوں کی تیوں بیٹھی رہی۔ اُس نے راجہ صاحب سے ہاتھ نہ ملایا۔

سُورداس نے پوچھا۔ کون ہے۔ مس صاحب؟

صوفیا نے کہا۔ راجہ مہیندر کمار ہیں۔

سُورداس نے تعظیماً اُٹھنا چاہا مگر صوفیا نے لِٹا دیا اور کہا۔ ہلو مت ورنہ زخم کھُل جائے گا۔ آرام سے پڑے رہو۔

سُورداس۔ راجہ صاحب آئے ہیں۔ اُن کا اتنا آدر بھی نہ کروں؟ میرے ایسے بھاگ تو ہوئے۔ کچھ بیٹھنے کو ہے؟

صوفیا۔ ہاں کُرسی پر بیٹھ گئے ہیں۔

راجہ صاحب نے پوچھا۔ سُورداس۔ کیسا جی ہے؟

سُورداس بھگوان کی دیا ہے۔

راجہ صاحب جن باتوں کو ظاہر کرنے یہاں آئے تھے اُنہیں صوفیا کے سامنے زبان پر لاتے ہوئے شرماتے تھے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے۔ آخر بولے۔ سورداس۔ مَیں تم سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگنے آیا ہوں۔ اگر میرے بس کی بات ہوتی تو آج اپنی زندگی کو تمہاری زندگی سے بدل لیتا۔

سُورداس۔ سرکار ایسی بات نہ کہئے۔ آپ راجا ہیں۔ میں بھکاری ہوں۔

آپ نے جو کچھ کیا۔ دوسروں کی بھلائی کے بچار سے کیا۔ مَیں نے جو کچھ کیا اپنا دھرم سمجھ کر کیا۔ میرے کارن آپ کو اپجس ملا۔ کتنے گھر ناس ہوئے۔ یہاں یہاں تک کہ اندر دت اور کنور دنے سنگھ جیسے دو انمول رتن ہاتھ سے کھو گئے۔ پر اپنا کیا بس ہے۔ ہم تو کھیل کھیلتے ہیں۔ جیت ہار بھگوان کے ہاتھ ہے وہ جیسا ٹھیک سمجھتے ہیں کرتے ہیں۔ بس اپنی نیت ٹھیک ہونی چاہئے ۔

راجہ۔ سورداس۔ نیّت کو کون دیکھتا ہے۔ مَیں نے ہمیشہ لوگوں کی بھلائی پر ہی نگاہ رکھی پر آج تمام شہر میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو مجھے کینہ خود غرض۔ بے ایمان اور گناہگار نہ سمجھتا ہو۔ اور تو کیا۔ میری بیوی بھی مجھ سے نفرت کر رہی ہے۔ ایسی باتوں سے دل کیوں نہ اداس ہو جائے؟ کیوں نہ دنیا سے نفرت پیدا ہو جائے؟ مَیں تو اب کہیں منہ دکھانے لائق نہیں رہا۔

سُورداس۔ اُس کی چنتا (فکر) نہ کیجئے۔ بھاگ - ہ۔ نکسان۔ جیا مرنا نیکنامی بدنامی۔ سب تکدیر کے ہاتھ ہے۔ ہم تو کھالی میدان میں کھیلنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ سبھی کھلاڑی مَن لگا کر کھیلتے ہیں۔ سبھی چاہتے ہیں کہ ہماری جیت ہو۔ پر جیت تو ایک ہی کی ہوتی ہے۔ تو کیا اِس سے ہارنے والے ہمّت ہار جاتے ہیں؟ وہ پھر کھیلتے ہیں۔ پھر ہار جاتے ہیں تو پھر کھیلتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی تو اُن کی جیت ہوتی ہی ہے۔ جو آج آپ کو بُرا سمجھ رہے ہیں وہی کل آپ کے سامنے سر جھکائیں گے۔ ہاں نیّت ٹھیک رہنی چاہئے۔ مجھے کیا اُن کے گھر والے بُرا نہ کہتے ہوں گے جو میرے کارن جان سے گئے؟ اندر دت اور کنور دنے سنگھ جیسے دو لعل جن کے ہاتھوں سنسار کا کتنا اُپکار (بھلائی) ہوتا سنسار سے اُٹھ گئے۔ جس اپجس (بیکنامی بدنامی) بھگوان کے

ہاتھ ہے۔ ہمارا یہاں کیا بس ہے؟

راجہ۔ آہ۔ سورداس۔ تمہیں نہیں معلوم کہ مَیں کتنی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ تمہیں بُرا کہنے والے اگر دس پانچ ہوں گے تو تمہارا جس گانے والے بہت ہیں۔ یہاں تک کہ حکام بھی تمہارے صبر۔ تمہاری مضبوطی کی تعریف کر رہے ہیں۔ مَیں تو دونوں طرف سے گیا۔ رعایا اور سرکار دونوں سے باغی ہوا حکام اس ساری گڑبڑ کا الزام میرے سر تھوپ رہے ہیں۔ اُن کی سمجھ میں بھی مَیں نالائق کوتاہ اندیش اور خود غرض ہوں۔ اب تو یہی جی چاہتا ہے کہ مُنہ میں کالکھ لگا کر کہیں نکل جاؤں ؏

سُورداس۔ نہیں نہیں۔ راجہ صاحب۔ نراس ہونا کھلاڑیوں کا دھرم نہیں ہے۔ اب کے ہار ہوئی تو پھر کبھی جیت ہوگی ؏

راجہ۔ مجھے تو یقین نہیں ہوتا کہ پھر کبھی میری عزّت ہوگی۔ مس سیوک۔ آپ میری کمزوری پر ہنس رہی ہوں گی۔ پر مَیں بہت ہی دُکھی ہوں ؏

صوفیا نے بے اختیاری کے لہجہ میں کہا۔ عوام کے مزاج میں عفو کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔ اگر اب بھی آپ عوام کو یہ دکھا سکیں کہ اِس حادثہ پر آپ کو دلی افسوس ہے تو شاید وہ آپ کی پھر عزّت کرنے لگیں ؏

راجہ نے ابھی کچھ جواب نہ دیا تھا کہ سُورداس بول اُٹھا۔ سرکار نیکنامی اور بدنامی بہت سے لوگوں کے سوا گُل مچانے سے نہیں ہوتی۔ سچّی نیکنامی اپنے مَن میں ہوتی ہے۔ اگر اپنا مَن بولے کہ مَیں نے جو کچھ کیا وہی مجھے کرنا چاہئے تھا۔ اِس کے سوا کچھ اور کرنا مجھے اُچت (مناسب) نہ تھا تو وہی نیکنامی ہے۔ اگر آپ کو اِس مار کاٹ پر دُکھ ہے تو آپ کا دھرم ہے کہ لاٹ صاحب سے اُس کی لکھا پڑھی کریں۔ وہ نہ سُنیں تو جو اُن سے بڑا حاکم ہو اُس سے

کہیں اور جب تک سرکار پر جا کے ساتھ نیائے نہ کرے دم نہ لیں۔ لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کیا وہی آپ کا دھرم تھا۔ ایسے سوارتھ کے لئے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ تو آپ کو تنک بھی دُکھ نہ کرنا چاہئے ۔

صوفیا نے زمین کی طرف تاکتے ہوئے کہا۔ سرکار کے طرفداروں کے لئے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اُن میں خود غرضی کا شائبہ نہیں ہے ۔

راجہ۔ مس سیلوک۔ مَیں آپ کو صدق دل سے یقین دلاتا ہوں کہ میں نے حکام کے ہاتھوں عزت و وقار پانے کے لئے اُن کی طرفداری نہیں کی اور عہدہ کی لالچ تو مجھے کبھی نہیں رہی۔ مَیں خود نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سی بات تھی۔ جس نے مجھے سرکار کی طرف کھینچا۔ ممکن ہے نقصان کا خوف ہو یا صرف خوشامد۔ پر میری کوئی غرض نہیں تھی۔ ممکن ہے کہ مَیں نے اُس جماعت کی نکتہ چینیوں اُس کے پوشیدہ حملوں یا اُس کی طعنہ زنیوں سے ڈر کر ایسا کیا ہو۔ میں خود ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ میرا خیال تھا کہ سرکار سے موافقت رکھ کر رعایا کی جتنی بھلائی کرسکتا ہوں اُتنی سرکار سے مخالفت رکھ کر نہیں کرسکتا۔ مگر آج معلوم ہوا کہ وہاں بھلائی ہونے کی جتنی اُمید ہے اُس سے کہیں زیادہ خوف بُرائی ہونے کا ہے۔ عزت و نیکنامی کا راستہ وہی ہے جسے سُورداس نے اختیار کیا۔ سُورداس دعا کرو کہ ایشور مجھے ٹھیک راستہ پر چلنے کی سنگت دیں ۔

آسمان پر بادل لنڈلا رہے تھے۔ سورداس نین میں غافل تھا۔ اتنی باتیں کرنے سے وہ تھک گیا تھا۔ سبھاگی ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لئے ہوئے آئی اور سورداس کے پاستے بچھا کر پڑ رہی۔ شفاخانہ کے ملازمین چلے گئے۔ چاروں طرف سناٹا چھا گیا ۔

صوفیا گاڑی کا انتظار کر رہی تھی ــــ دس بجے ہوں گے۔ رانی جی شاید گاڑی بھیجنا بھول گئیں۔ اُنھوں نے شام ہی کو گاڑی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیسے جاؤں؟ کیا ہرج ہے۔ یہیں بیٹھی رہوں؟ یہاں رونے کے سوا اور کیا کروں گی! آہ میں نے ونے کو تباہ کر دیا۔ میرے ہی سبب سے وہ دو بار فرض کے راستہ سے منحرف ہوئے۔ میرے ہی سبب سے بالآخر آج اُن کی جان پر بنی! اب اُس موہنی مورت کے دیکھنے کو ترس جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ ہم پھر ملیں گے۔ پر نہیں جانتی کہ کب؟

اُسے وہ دن یاد آ گئے۔ جب بھیلوں کے گاؤں میں اسی وقت وہ دروازہ پر بیٹھی ہوئی اُن کا انتظار کیا کرتی تھی۔ اور وہ کمبل اُڑھے ننگے سر ننگے پیر۔ ہاتھ میں ایک لکڑی لئے آتے تھے۔ اور مُسکرا کر پوچھتے تھے کہ مجھے دیر تو نہیں ہو گئی؟ وہ دن یاد آیا جب راجپوتانہ جاتے وقت ونے نے اُس کی طرف بیقرار اور مایوس نگاہوں سے دیکھا تھا۔ آہ وہ دن یاد آیا جب اُس کی طرف دیکھنے پر رانی جی نے اُنہیں تیز نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اور وہ سر جھکائے باہر چلے گئے تھے۔ صوفیا رنج سے بےچین ہو گئی جیسے ہوا کے جھونکے زمین پر پڑی ہوئی گرد کو اوپر اُٹھا دیتے ہیں۔ اُسی طرح اس خاموش رات نے اُس کی یاد کو تازہ کر دیا۔ اُس کا دل ہی سراپا یاد بن گیا وہ بیقرار ہو کر کرسی سے اُٹھی اور ٹہلنے لگی۔ جی نہ جانے کیا چاہتا تھا ــــ کہیں اُڑ جاؤں۔ مر جاؤں۔ کمبخت دل کو کہاں تک سمجھاؤں؟ کہاں تک صبر کروں؟ اب نہ سمجھاؤں گی روؤں گی تڑپوں گی۔ خوب جی بھر کر۔ اور وہ مجھ پر جان نثار کرتا تھا۔ دُنیا سے اُٹھ جائے اور میں اپنے کو سمجھاؤں کہ اب رونے سے کیا ہوگا! میں روؤں گی۔ اتنا روؤں گی کہ آنکھیں پھوٹ جائینگی

کہیں اور جب تک سرکار پر جا کے ساتھ نیائے نہ کرے دم نہ لیں۔ لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کیا وہی آپ کا دھرم تھا۔ ایسے سوارتھ کے لئے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ تو آپ کو تنک بھی دُکھ نہ کرنا چاہئے۔

صوفیا نے زمین کی طرف تاکتے ہوئے کہا۔ سرکار کے طرفداروں کے لئے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اُن میں خودغرضی کا شائبہ نہیں ہے۔

راجہ۔ مس سیلوک۔ میں آپ کو صدقدلی سے یقین دلاتا ہوں کہ میں نے حکام کے ہاتھوں عزت و وقار پانے کے لئے اُن کی طرف داری نہیں کی اور عہدہ کی لالچ تو مجھے کبھی نہیں رہی۔ میں خود نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سی بات تھی۔ جس نے مجھے سرکار کی طرف کھینچا۔ ممکن ہے نقصان کا خوف ہو یا صرف خوشامد۔ پر میری کوئی غرض نہیں تھی۔ ممکن ہے کہ میں نے اُس جماعت کی نکتہ چینیوں اُس کے پوشیدہ حملوں یا اُس کی طعنہ زنیوں سے ڈر کر ایسا کیا ہو۔ میں خود ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ میرا خیال تھا کہ سرکار سے موافقت رکھ کر رعایا کی جتنی بھلائی کر سکتا ہوں اُتنی سرکار سے مخالفت رکھ کر نہیں کر سکتا۔ مگر آج معلوم ہوا کہ وہاں بھلائی ہونے کی جتنی اُمید ہے اُس سے کہیں زیادہ خوف برائی ہونے کا ہے۔ عزت و نیکنامی کا راستہ وہی ہے جسے سُورداس نے اختیار کیا۔ سُورداس دعا کرو کہ ایشور مجھے ٹھیک راستہ پر چلنے کی سنگت دیں۔

آسمان پر بادل لہرا رہے تھے۔ سورداس نیند میں غافل تھا۔ اتنی باتیں کرنے سے وہ تھک گیا تھا۔ سبھاگی ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لئے ہوئے آئی اور سورداس کے پائتے بچھا کر پڑ رہی۔ شفاخانہ کے ملازمین چلے گئے۔ چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔

صوفیا گاڑی کا انتظار کر رہی تھی —— دس بجے ہوں گے۔ رانی جی شاید گاڑی بھیجنا بھول گئیں۔ اُنھوں نے شام ہی کو گاڑی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیسے جاؤں؟ کیا ہرج ہے۔ یہیں بیٹھی رہوں؟ ہاں رونے کے سوا اور کیا کروں گی؟ آہ میں نے ونے کو تباہ کر دیا۔ میرے ہی سبب سے وہ دو بار فرض کے راستہ سے منحرف ہوئے۔ میرے ہی سبب سے بالآخر آج اُن کی جان پر بنی!! اب اُس موہنی مورت کے دیکھنے کو ترس جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ ہم پھر ملیں گے۔ پر نہیں جانتی کہ کب؟

اُسے وہ دن یاد آ گئے۔ جب بھیلوں کے گاؤں میں اسی وقت وہ دروازہ پر بیٹھی ہوئی اُن کا انتظار کیا کرتی تھی۔ اور وہ کمبل اُڑھے ننگے سر ننگے پیر۔ ہاتھ میں ایک لکڑی لئے آتے تھے۔ اور مُسکرا کر پوچھتے تھے کہ مجھے دیر تو نہیں ہو گئی؟ وہ دن یاد آیا جب راجپوتانہ جاتے وقت ونے نے اُس کی طرف بیقرار اور مایوس نگاہوں سے دیکھا تھا۔ آہ وہ دن یاد آیا جب اُس کی طرف دیکھنے پر رانی جی نے اُنھیں تیز نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اور وہ سر جھکائے باہر چلے گئے تھے۔ صوفیا رنج سے بے چین ہو گئی جیسے ہوا کے جھونکے زمین پر پڑی ہوئی گرد کو اوپر اُٹھا دیتے ہیں۔ اُسی طرح اس خاموش رات نے اُس کی یاد کو تازہ کر دیا۔ اُس کا دل ہی سراپا یاد بن گیا۔ وہ بیقرار ہو کر کرسی سے اُٹھی اور ٹہلنے لگی۔ جی نہ جانے کیا چاہتا تھا —— کہیں اُڑ جاؤں۔ مر جاؤں۔ کمبخت دل کو کہاں تک سمجھاؤں؟ کہاں تک صبر کروں؟ اب نہ سمجھاؤں گی روؤں گی تڑپوں گی۔ خوب جی بھر کر۔ وہ مجھ پر جان نچھاور کرتا تھا۔ دُنیا سے اُٹھ جائے اور میں اپنے کو سمجھاؤں کہ اب رونے سے کیا ہوگا! میں روؤں گی۔ اتنا روؤں گی کہ آنکھیں پھوٹ جائیں گی

دل خون ہو کر آنکھوں کے راستہ نکلے گا اور گلا بیٹھ جائے گا۔ آنکھوں کو اب کرنا ہی کیا ہے؟ وہ اب کسے دیکھ کر خوش ہوں گی۔ دل بھی اب متحرک ہو کر کیا کرے گا۔

اتنے میں کسی کی آہٹ سنائی دی۔ مٹھوا اور بھیرو برآمدہ میں آئے مٹھوا نے صوفیا کو سلام کیا اور سورداس کی چارپائی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ سورداس نے چونک کر پوچھا۔ کون ہے بھیرو؟

مٹھوا۔ دادا میں ہوں۔

سورداس۔ بہت اچھے آئے بیٹا۔ تم سے بھینٹ ہو گئی۔ اتنی دیر کیوں ہوئی؟

مٹھوا۔ کیا کروں دادا؟ بڑے بابو سے کب سے چھٹی مانگ رہا تھا مگر ایک نہ ایک کام لگا دیتے تھے۔ ڈاک نمبر تھری کو نکالا۔ اپ نمبر ون کو نکالا پھر پارسل گاڑی آئی تو اس پر مال لدوا دیا۔ ڈاؤن نمبر تھرٹی کو نکال کر تب آنے پایا ہوں۔ اس سے تو کلی تھا یہی اچھا تھا کہ جب جی چاہتا تھا جاتا تھا۔ کوئی روکنے والا نہ تھا۔ یہاں تو اسنان کرنے کھانے کی چھٹی نہیں ملتی بابو لوگ ادھر ادھر دوڑتے رہتے ہیں۔ ہمی کو لوگ کھینے کی کمائی تو ہے نہیں۔ بیٹھے بیٹھے [illegible] کا [illegible] ہیں۔

سورداس۔ نہیں بیٹا تاکہ تم اپنے سر آئے تھے ایسا کبھی نہیں سوچتے کہ اندھا آدمی ہے نہ جانے کب لیٹ جائے۔ چلو تیرا حال چال پوچھتا آؤں۔ تم کو اس لئے بلایا ہے کہ مر جاؤں تو میرا کریا کرم کرنا۔ اپنے ہاتھوں سے پنڈا دینا۔ برادری کو بھوج دینا اور ہو سکے تو گیا کر آنا۔ بولو اتنا کرو گے

بھیرو۔ بھیا تم اس کی چنتا مت کرو۔ تمہارا کریا کرم اتنی دھوم سے ہوگا

کہ برادری میں کبھی کسی کا نہ ہوگا ۔

شیوداس ۔ دھوم دھام سے نام تو ہوگا پر مجھے پہنچے گا تو وہی جو مٹھوا دے گا ۔

مٹھوا ۔ دادا ۔ میری ننگا جھوری لے لو ۔ جو میرے پاس دھیلا بھی ہو ۔ کھانے بھر کو تو ہوتا ہی نہیں ۔ بچے گا کیا ؟

شیوداس ۔ ارے تو کیا تم میرا کریا کرم بھی نہ کروگے ؟

مٹھوا ۔ کیسے کروں گا دادا ؟ کچھ پلّے پاس ہو تب نا ۔

شیوداس ۔ تو تم نے یہ آسرا بھی توڑ دی ۔ میرے بھاگ میں تمہاری کمائی نہ جیتے جی بدی تھی نہ مرنے کے پیچھے ۔

مٹھوا ۔ دادا ۔ اب منہ نہ کھلواؤ ۔ پردہ ڈھکا رہنے دو ۔ مجھے جو پیٹ کر کے مرے جاتے ہو اس پر کہتے ہو ۔ میرا کریا کرم کر دینا ۔ کیا پراگ کر دینا ۔ تمہاری دس بیگھے موروثی جمین تھی کہ نہیں ؟ اُس کا ماوجہ ؟ پیسے چار پیسے کچھ تم کو ملا کہ نہیں ؟ اُس میں سے میرے ہاتھ کیا لگا ؟ گھر میں بھی میرا کچھ حصّہ ہوتا ہے یا نہیں ؟ حاکموں سے بیر نہ ٹھانتے تو اُس گھر کے ہجار سے کم نہ ملتے ۔ پنڈا جی نے کیسے پانچ ہجار مار لئے ؟ ہے اُن کا گھر پانچ ہجار کا ؟ دروا پر میرے ہاتھوں کے لگائے دو نیم کے پیڑ تھے ۔ کیا وہ پانچ پانچ روپے میں بھی مہنگے تھے ؟ مجھے تو تم نے ملیا میٹ کر دیا ۔ کہیں کا نہ رکھا ۔ دُنیا بھر کے لئے اچھے ہوگئے ۔ میری گردن پر تو تم نے چھُری پھیر دی ۔ مجھے تو حلال کر ڈالا ۔ مجھے بھی تو اپنی بیاہ لگائی کرنی ہے ۔ گھر دوار بنوانا ہے ۔ کریا کرم کرنے بیٹھوں تو اُس کے لئے کہاں سے روپے لاؤں ؟ کمائی میں تمہارے سکت نہیں ۔ مگر کچھ اُڑا دیا ۔ کچھ جلا دیا ۔ اب مجھے ننا چھپا منہ کے چھوڑے چلے

جاتے ہو۔ بیٹھنے کا ٹھکانا بھی نہیں۔ اب تک میں چپ تھا۔ نابالک تھا۔ اب تو میرے بھی ہاتھ پاؤں ہوئے۔ دیکھتا ہوں کہ میری چھین کا ماوجہ کیسے نہیں ملتا! صاحب لکھ پتی ہوں گے تو اپنے گھر کے ہوں گے۔ میرا حصہ کیسے دبالیں گے؟ گھر میں بھی میرا حصہ ہوتا ہے اچھا ناک کریم مس صاحب پھاٹک پر کھڑی ہیں۔ گھر کیوں نہیں جاتیں؟ اور شہ ہی لیں گی تو مجھے کیا ڈر؟ صاحب نے سیدھے سے دبا تو دیا نہیں تو پھر میرے من میں بھی جو آئے گا وہ کروں گا۔ ایک سے دو جان تو ہوں گی نہیں مگر ہاں انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ کسی کا حق چھین لینا دل لگی نہیں ہے۔

سورداس بھوچکا سا رہ گیا۔ اسے خواب میں بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ متھوا کے منہ سے مجھے کوئی ایسی سخت باتیں سننی پڑیں گی۔ اسے انتہا رنج ہوا۔ خصوصاً اس لئے کہ یہ باتیں اس وقت کہی گئیں جب وہ سکون اور ہمدردی کا خواستگار اور مستحق تھا جب اسے خواہش تھی کہ میرے عزیز و اقارب میرے پاس بیٹھے ہوئے میری تکالیف کے رفیع کی تدبیریں کرتے ہوتے۔ یہی وقت ہے جب انسان کو اپنی بڑائی سننے کی خواہش ہوتی ہے جب اس کا کمزور دل بچوں کی طرح گود میں بیٹھنے کے لئے پیار کے لئے خاطر داری کے لئے خدمت کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ جسے اس نے بچپن سے بیٹے کی طرح پالا۔ جس کے لئے اس نے نہ جانے کیا کیا تکلیفیں سہیں۔ وہ آخر وقت آ کر اس سے اپنا حصہ کا دعوےٰ کر رہا تھا۔ اسے اپنا حق جتا رہا تھا۔ سورداس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بولا۔ بیٹا میری بھول تھی کہ تم سے کریا کرم کرنے کو کہا۔ تم کچھ مت کرنا۔ چاہے میں پڑا اور چیل کے بہار رہ جاؤں۔ یہ اس سے کہیں اچھا ہے کہ تم صاحب سے اپنا ماوجہ

نائکو۔ مَیں نہیں جانتا تھا کہ تم اتنا کالوں کا مڈاحان گئے ہو۔ نہیں تو پیسہ پیسہ کا حساب لکھتا جاتا۔

مٹھوا۔ میں ایسے مادے کا دعوے جرور کروں گا۔ چاہے صاحب دیں۔ چاہے سرکار دے۔ چاہے کالا چور دے۔ مجھے تو اپنے روپیے سے کام ہے

سورداس۔ ہاں سرکار ہی دے دے پر صاحب سے کوئی مطلب نہیں۔

مٹھوا۔ میں تو صاحب سے لوں گا۔ وہ چاہے جس سے دلائیں۔ نہ دلائیں گے تو جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا وہ کروں گا۔ صاحب کچھ لاٹ تو ہیں نہیں۔ میری جائداد انہیں ہجم نہ ہونے پائے گی۔ تم کو اُس کا کیا کلاک تھا۔ سوچا ہو گا کہ کون میرے بیٹی بیٹا بیٹھا ہوا ہے۔ چپکے سے بیٹھ رہے۔ میں چپکا بیٹھنے والا نہیں ہوں۔

سورداس۔ مٹھوا کیوں میرا دل دکھاتے ہو؟ اس جمین کے لئے میں نے کون سی بات اُٹھا رکھی؟ گھر کے لئے تو جان دے دی! اب اور میرے کئے کیا ہو سکتا تھا؟ لیکن بھلا بتاؤ تو کہ تم صاحب سے کیسے روپیے لے لوگے عدالت میں تو تم اُن سے لے نہیں سکتے۔ وہ روپے والے ہیں اور عدالت روپے والوں کی ہے۔ ہاریں گے بھی تو تمہیں بگاڑ دیں گے۔ پھر تمہاری جمین سرکار نے جاپطے سے لی ہے۔ تمہارا دعوے صاحب پر چلے گا کیسے؟

مٹھوا۔ یہ سب پڑھے بیٹھا ہوں۔ لگا دوں گا آگ۔ سارا گودام جل کر راکھ ہو جائے گا (آہستہ سے) بم گولہ بنانا جانتا ہوں۔ ایک گولہ رکھ دوں گا تو پتلی گھر سواہا ہو جائے گا۔ میرا کوئی کیا کر لے گا؟

سورداس۔ بھیرو۔ سنتے ہو اُس کی باتیں۔ جرا تمہیں سمجھاؤ۔

بھیرو۔ میں تو دانت بھر سمجھاتا آ رہا ہوں۔ سنتا ہی نہیں۔
سُورداس۔ تو پھر میں صاحب سے کہہ دوں گا کہ اس سے ہوشیار رہیں۔
مٹھوا۔ تم کو گنڈو مارنے کی ہتیا لگے جو تم صاحب یا کسی اور سے اس بات کی چرچا تک کرو۔ اگر میں پکڑا گیا۔ تو نہیں کہ اُس کا پاپ لگے گا۔ جیتے جی میرا گھر تباہ کرنے پر بھی میرے لئے کانٹے بونا چاہتے ہو۔ تمہارا تو منہ دیکھنا پاپ ہے۔

یہ کہہ کر مٹھوا غصے سے بھرا ہوا چلا گیا۔ بھیرو روکتا ہی رہا پر اُس نے نہ مانا۔ سُورداس آدھ گھنٹہ تک غشی کی سی حالت میں پڑا رہا۔ یہ صدمہ گولی کے زخم سے بھی زیادہ مہلک تھا۔ مٹھوا کی بدمعاشی اُس کے اسلام کا خون۔ اپنی ذمہ داری۔ صاحب کو آگاہ کر دینے کا فرض۔ یہ پہاڑ سی قسم نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ چاروں طرف سے بندھا ہوا تھا۔ ابھی اسی کشمکش میں پڑا ہوا تھا کہ مسٹر جان سیوک آئے۔ صوفیا بھی پھاٹک سے اُن کے ساتھ تھی۔ صوفیا نے دور ہی سے کہا۔ سُورداس۔ پاپا تم سے ملنے آئے ہیں۔ اصل میں تو مسٹر سیوک سُورداس سے ملنے نہیں آئے تھے بلکہ صوفیا سے ماتم پرسی کا فرض ادا کرنے آئے تھے۔ پھر فرصت نہ ملی مل سے لوٹتے چلے تو یاد آئی سیوا بھون گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ صوفیا ہسپتال میں ہے۔ گاڑی اس طرف پھیر دی۔ صوفیا رانی صاحبہ کی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی۔ اُسے گمان بھی نہ تھا کہ پاپا آتے ہوں گے۔ اُنہیں دیکھ کر رونے لگی۔ پاپا مجھے چاہتے ہیں۔ اس کا اُسے ہمیشہ یقین رہا۔ واقعی تھی بھی یہی بات مسٹر سیوک کو ہمیشہ صوفیا کی یاد آتی رہتی تھی۔ کاروبار میں بیحد مصروف رہنے پر بھی وہ صوفیا کی طرف سے بالکل بیفکر نہ تھے۔ البتہ اپنی بیوی سے مجبور تھے جس کا اُن

پر پورا قابو تھا۔ صوفیا کو روتے دیکھ کر اُنہیں ترس آ گیا۔ اُسے گلے سے لگا لیا اور اُس کی دلجوئی کرنے لگے۔ اُنہیں بار بار اِس کارخانہ کو کھولنے پر افسوس ہوتا تھا جو کسی مزمن مرض کی طرح اُن کے گلے پڑ گیا۔ اس کے سبب خاندانی امن میں خلل واقع نہ ہوا سارا کنبہ بارہ باٹ ہو گیا۔ تمام شہر میں بدنامی ہوئی۔ ساری عزت مٹی میں مل گئی۔ گھر سے ہزاروں روپیے خرچ ہو گئے اور ابھی تک منافع کی کوئی اُمید نہ تھی۔ اب مستری اور مزدور بھی کام چھوڑ چھوڑ کر گھر بھاگے جا رہے تھے۔ اُدھر شہر اور صوبہ میں اِس کارخانہ کے خلاف تحریک جاری ہو رہی تھی۔ پربھو سیوک کا ترکِ سکونت یہ راگ سن کر اُن کے دل کو جلا رہا تھا۔ نہ جانے خدا کو کیا منظور تھا:

مسٹر سیوک کوئی نصف گھنٹہ تک صوفیا کو اپنی مصیبت کی داستان سُناتے رہے۔ آخر میں بولے۔ صوفیا تمہاری ماما کو یہ رشتہ پسند نہ تھا مگر مجھے کوئی اعتراض نہ تھا۔ کنور ونے سنگھ جیسا بیٹا یا داماد پا کر ایسا کون ہے جو اپنے کو خوش نصیب نہ سمجھتا؟ مذہبی اختلاف کی مجھے ذرا بھی پرواہ نہ تھی۔ مذہب ہماری حفاظت اور بہتری کے لئے ہے۔ اگر وہ ہماری روح کو سکون اور جسم کو آرام نہیں دے سکتا تو میں اُسے پُرانے کوٹ کی طرح اُتار کر پھینکنا ویسا ہی پسند کروں گا۔ جو مذہب ہماری روح کی زنجیر ہو جائے اُس سے جتنی جلد ہم اپنی گلو خلاصی کر لیں اُتنا ہی اچھا۔ مجھے ہمیشہ اُس کا افسوس رہے گا کہ باواسطہ یا بے واسطہ طریقہ پر میں تمہارا دشمن ہوا۔ اگر مجھے ذرا بھی معلوم ہوتا کہ یہ معاملہ اتنا طول کھینچے گا اور اس کا انجام اتنا افسوسناک ہوگا تو میں اُس آبادی پر قبضہ کرنے کا نام بھی نہ لیتا۔ میں نے سمجھا تھا کہ باشندے کچھ مخالفت ضرور کریں گے۔ لیکن دھمکانے سے ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ

جانتا تھا کہ لڑائی چھڑ جائے گی اور اُس میں میری ہی ہار ہوگی یہ کیا بات ہے صوفیا! کہ آج رانی جاھنوی نے میرے ساتھ ہمدردانہ اور منکسرانہ سلوک کیا؟ میں تو چاہتا تھا کہ باہر ہی سے نہیں بلالوں لیکن دربان سے رانی صاحبہ سے کہہ دیا اور وہ فوراً باہر نکل آئیں۔ میں پشیمانی و ندامت سے گڑا جاتا تھا اور وہ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔ بڑا وسیع دل ہے۔ پہلی کی سی رعونت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ صوفیا ونے سنگھ کی ناوقت وفات کا کسے رنج نہ ہوگا؟ مگر اُن کی قربانی نے سینکڑوں جانیں بچالیں ورنہ مجمع آگ میں کود پڑنے کو تیار تھا۔ بڑا غضب ہوجاتا۔ مسٹر کلارک نے سُورداس پر گولی تو چلادی تھی۔ مگر عوام کا رُخ دیکھ کر سہمے جاتے تھے کہ نہ جانے کیا ہو۔ بہادر شخص تھا بڑا ہی دلیر اور جانباز!

اس طرح صوفیا کو تسکین دینے کے بعد مسٹر سیوک نے اُس سے گھر چلنے کا اصرار کیا۔ صوفیا نے بات ٹال کر کہا — پاپا اِس وقت مجھے معاف کیجئے۔ سُورداس کی حالت بہت نازک ہے۔ میرے یہاں رہنے سے ڈاکٹر اور دیگر ملازمین خاص توجہ کرتے ہیں۔ میں نہ ہوں گی تو کوئی اُسے پوچھے گا بھی نہیں۔ آیئے۔ ذرا دیکھئے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ اس حالت میں بھی وہ کتنا باہوش ہے۔ اور کتنی دانشمندانہ گفتگو کرتا ہے ایسے تو وہ انسانی قالب میں کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

سیوک میرے جانے سے اُسے رنج نہ ہوگا۔

صوفیا۔ کبھی نہیں پاپا۔ اس کا تو خیال ہی تو دل میں نہ لائیے اُسے کینہ یا کدورت چھو تک نہیں گئی۔

دونوں سُورداس کے پاس گئے تو وہ پریشانیوں کی تکلیف سے بیقرا

ہو رہا تھا۔ مسٹر سیوک بولے۔ سُورداس کیسی طبیعت ہے؟

سُورداس۔ صاحب سلام۔ بہت اچھا ہوں۔ میرے دھنیہ بھاگ۔ مَیں مَرتے مَرتے بڑا آدمی ہو جاؤں گا ؛

سیوک۔ نہیں نہیں۔ سُورداس۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ تم بہت جلد اچھے ہو جاؤ گے ؛

سُورداس۔ دھنس کرم اب جی کر کیا کر دوں گا؟ اس سمے (وقت) مروں گا تو بیکنٹھ پاؤں گا پھر نہ جانے کیا ہو؟ جیسے کھیت کٹنے کا ایک بکھت ہے ویسے ہی مرنے کا بھی ایک بکھت ہوتا ہے۔ یک جانے پر کھیت نہ کٹے تو اناج سڑ جائے گا۔ میری بھی وہی دسا ہوگی۔ مَیں کئی آدمیوں کو جانتا ہوں جو آج سے دس برس پہلے مرتے تو لوگ اُن کا جس گاتے۔ آج اُن کی بُرائی ہو رہی ہے ؛

سیوک۔ میرے ہاتھوں تمہیں بہت نقصان پہنچا۔ اس کے لئے مجھے معاف کرنا ؛

سُورداس۔ میرا تو آپ نے کوئی نکسان نہیں کیا۔ مجھ سے اور آپ سے دُسمنی ہی کون سی تھی؟ ہم اور آپ آمنے سامنے کی پالیوں میں کھیلے آپ نے بھر سک جور لگایا۔ مَیں نے بھی بھر سک جور لگایا جس کو جیتنا تھا جیتا۔ جس کو ہارنا تھا ہارا۔ کھلاڑیوں میں بَیر نہیں ہوتا۔ کھیل میں روتے تو لڑکوں کو بھی لاج آتی ہے۔ کھیل میں چوٹ لگ جائے چاہے جان نکل جائے پر بَیر نہ ہونا چاہئے۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے ؛

سیوک۔ سُورداس۔ اگر اس فلسفہ کو۔ زندگی کے اس بھید کو میں بھی تمہاری طرح سمجھ سکتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ مجھے یاد ہے تم نے ایک بار

میرے کارخانہ کو آگ سے بچایا تھا۔ میں تمہاری جگہ ہوتا تو شاید آگ میں اور تیل ڈال دیتا۔ تم اس لڑائی میں ہوشیار ہو سورداس۔ میں تمہارے سامنے نادان بچہ ہوں۔ دنیا کی لڑائیوں میں میں جیتا اور تم ہارے۔ مگر میں جیت کر بھی دکھی ہوں اور تم ہار کر بھی سکھی ہو۔ تمہارے نام کی پوجا ہو رہی ہے۔ میرا پُتلا بنا کر لوگ جلا رہے ہیں۔ میں دولت اور عزت رکھ کر بھی تمہارا سامنا کر کے نہ لڑ سکا۔ سرکار کی آڑ سے لڑا۔ مجھے جب موقع ملا میں نے تمہارے اوپر ناجائز حملے کئے۔ اس کا مجھے افسوس ہے۔

مرتے ہوئے آدمی کی وہ لوگ بھی کھلے دل سے تعریف کرتے ہیں جن کی زندگی اس سے دشمنی کرنے ہی میں گزری ہو۔ کیونکہ اب اس سے کسی نقصان کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

سورداس نے فراخ دلی سے کہا۔ نہیں صاحب۔ آپ نے میرے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی۔ دغا کرنا تو کمزوروں کا ہتھیار ہے بلوان کبھی پیچھے نہیں ہوتا۔

سیوک۔ ہاں سورداس۔ ہونا یہی چاہئے جو تم کہتے ہو پر ایسا ہوتا نہیں میں ٹھیک قاعدہ پر کبھی نہیں چلا۔ میں دنیا کو کھیل کا میدان نہیں بلکہ لڑائی کا میدان سمجھتا رہا۔ اور لڑائی میں دغا، فریب، چھپا وار سبھی کچھ کیا جاتا ہے۔ مذہبی جنگ کا زمانہ اب نہیں رہا۔

سورداس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مٹھوا کی بات صاحب سے کہہ دوں یا نہیں؟ اس نے کڑی قسم کھائی ہے مگر کہہ دینا ہی مناسب ہے۔ لونڈا ضدی اور منچلا ہے پھر اس پر گھیسو کا ساتھ کوئی نہ کوئی شرارت ضرور کرے گا۔ قسم کھا دیے تو مجھے ہتیا لگتی نہیں۔

کہیں کچھ کر بیٹھا تو صاحب سمجھیں گے کہ اندھے نے مرنے کے بعد بھی کسر نکالی
بولا — صاحب۔ آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں ؎

سیلوک۔ کہو۔ شوق سے کہو ؎

سورداس نے چند لفظوں میں مٹھوا کی بیہودہ باتیں مسٹر سیلوک سے کہہ دیں اور آخر میں کہا۔ میری آپ سے اتنی ہی بنتی (عرض) ہے کہ اس پر کڑی نگاہ رکھئے گا۔ اگر موقع پا گیا تو چوکنے والا نہیں ہے۔ تب آپ کو بھی اس پر غصہ آ ہی جائے گا اور آپ اسے ڈنڈ دینے کا اُپائے سوچیں گے۔ میں ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں چاہتا ؎

مسٹر سیلوک دیگر دولتمند لوگوں کی طرح بدمعاشوں سے بہت ڈرتے تھے۔ متفکرانہ لہجہ میں بولے۔ سورداس تم نے مجھے ہوشیار کر دیا۔ اس کے لئے تمہارا احسان مند ہوں۔ مجھ میں اور تم میں بس یہی فرق ہے۔ میں تمہیں کبھی یوں نہ جتاتا۔ کسی دوسرے کے ہاتھوں تمہاری گردن کٹتے دیکھ کر بھی شاید مجھے رحم نہ آتا۔ قصائی بھی رحم دل اور بیرحم ہو سکتے ہیں۔ ہم لوگ دشمنی میں بیرحم قصائیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں (صوفیا سے انگریزی میں) بڑا راستی پسند شخص ہے۔ شاید دنیا ایسے آدمیوں کے رہنے کا مقام نہیں ہے۔ مجھے ایک چھپے ہوئے دشمن سے بچانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ یہ تو بھتیجا ہے مگر بیٹے کی بات ہوتی تو بھی مجھے ضرور خبر کر دیتا صوفیا۔ مجھے تو اب یقین ہوتا جاتا ہے کہ تعلیم، نامردوں کو پیدا کرتی ہے اور قدرت بھلے آدمیوں کو ؎

جان سیلوک کو یہ بات پسند نہ آئی۔ تعلیم کی اتنی بجو وہ برداشت کر سکتے تھے۔ بولے۔ سورداس میرے قابل اور کوئی خدمت ہو تو بتلاؤ ؎

سُورداس۔ کہنے کی ہمت نہیں پڑتی ؂
سیوک نہیں نہیں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو بلا پس و پیش کہو ؂
سُورداس۔ طاہر علی کو پھر نوکر رکھ لیجئے گا۔ ان کے بال بچّے بڑی تکلیف میں ہیں ؂
سیوک۔ سُورداس مجھے سخت افسوس ہے کہ میں تمہارے حکم کی تعمیل نہ کر سکوں گا۔ کسی بدنیّت آدمی کو نوکر رکھنا میرے اصول کے خلاف ہے مجھے تمہاری بات نہ ماننے کا بہت رنج ہے مگر یہ میری زندگی کا ایک خاص اصول ہے اور میں اُسے توڑ نہیں سکتا ؂
سُورداس۔ رحم کرنا کبھی اصول کے خلاف نہیں ہوتا ؂
سیوک۔ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ طاہر علی کے بال بچوں کی پرورش کرتا رہوں۔ لیکن اُسے نوکر نہ رکھوں گا ؂
سُورداس۔ جیسی آپ کی مرضی۔ کسی طرح اُن غریبوں کی پرورشی ہونی چاہیئے ؂

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ رانی جاھوی کا موٹر آ پہنچا۔ رانی اُتر کر صوفیا کے پاس گئیں اور بولیں۔ بیٹی معاف کرنا۔ مجھے بڑی دیر ہو گئی۔ تم گھبرائیں تو نہیں؟ فقیروں کو کھلانے کے بعد یہاں آنے کو گھر سے نکلی تو کنور صاحب آ گئے۔ باتوں باتوں میں اُن سے بکواس ہو گئی۔ بڑھاپے میں کیوں آدمی اتنا دولت پرست ہو جاتا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیوں مسٹر سیوک۔ آپ کا کیا تجربہ ہے؟
سیوک۔ میں نے دونوں طرح کے آدمی دیکھے ہیں۔ اگر پربھو سیوک دولت کو ہیچ سمجھتا ہے تو میرے والد صاحب کو پھیکی چاء۔ سادی چپاتیاں اور

دُھندلی روشنی ہی پسند ہے۔ دوسری طرف ڈاکٹر گنگولی ہیں کہ جن کی آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی اور پھر راجہ مہیندر کمار سنگھ جن کے یہاں پائی پائی کا حساب لکھا جاتا ہے۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے لوگ موٹروں کی طرف چلے۔ مسٹر سیلوک اپنے بنگلہ کو گئے اور صوفیا رانی کے ساتھ سیوا کنج کو۔

(۴۵)

پانڈے پور میں گورکھے ابھی تک پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ اُن کے اُپلوں کے جلنے سے چاروں طرف دُھواں چھایا ہُوا تھا۔ اِس پھیلی ہوئی تاریکی میں آبادی کے کھنڈر خوفناک معلوم ہوتے تھے۔ یہاں اب بھی دن میں تماشائیوں کا ہجوم رہتا تھا۔ شہر میں شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہوگا۔ جو ان دو تین دنوں میں یہاں ایک بار نہ آیا ہو۔ یہ مقام اب مسلمانوں کا شہید گاہ اور ہندوؤں کا تیرتھ سا ہو گیا تھا۔ جہاں وے سنگھ شہید ہوئے تھے وہاں لوگ جاتے تو پیر سے جوتے اُتار دیتے۔ کچھ لوگوں نے وہاں پھول پتے بھی چڑھائے تھے۔ یہاں کی خاص چیز سُورداس کے جھونپڑے کا نشان تھا۔ پھوس کے ڈھیر ابھی تک پڑے ہوئے تھے۔ لوگ یہاں آکر گھنٹوں کھڑے رہتے اور فوج کو غصّہ اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے۔ اِن آدمیوں نے ہمیں ذلیل کیا اور اب بھی یہیں جمے ہوئے ہیں۔ اب نہ جانے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بجرنگی ٹھاکردین۔ نایک رام۔ جگدھر وغیرہ بھی اپنا زیادہ وقت یہیں گھومنے میں لگاتے۔ گھر کی یاد بھولتے بھولتے ہی بھولتی ہے۔ کوئی اپنی بھول سے چھوڑی ہوئی چیز تلاش کرنے آتا۔ کوئی پتھر یا لکڑی خریدلے اور بچوں کو اپنے گھروں کے نشانات دیکھنے ہی میں لطف آتا تھا۔ ایک پوچھتا۔ اچھا

بتاؤ ہمارا گھر کہاں تھا؟ دوسرا کہتا۔ وہ جہاں کتا لیٹا ہے۔ اسے تیسرا کہتا۔ جی کہیں ہو نہ؟ وہاں تو ڈبیچو کا گھر تھا۔ دیکھتے نہیں۔ یہ امرود کا پیڑ اسی کے آنگن میں تھا۔ دوکان دار وغیرہ بھی یہیں تمام صبح آتے اور گھنٹوں سر جھکائے بیٹھے رہتے جیسے گھر کے لوگ مرے ہوئے آدمی کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ میرا آنگن تھا یہ میری دالان تھی۔ یہیں بیٹھ کر تو میں بھی کھانا کھایا کرتا تھا۔ ارے میرے گھی کی ہانڈی پڑی ہوتی ہے۔ کتوں نے منہ ڈال دیا ہوگا یہیں تو بیتے ہوئے کئی سال کی ہانڈی تھی ارے میرا پیرا ما جو تہ پڑا ہوا ہے پانی میں پھول کر کتنا بڑا ہو گیا ہے! دو چار آدمی دیسے بھی تھے جو اپنے بزرگوں کا دفینہ کھودنے آیا کرتے تھے عجلت میں انہیں گھر کھودنے کا موقع نہ ملا تھا۔ ۱۰/۱ بیگاں کی ساری کمائی اپنے سرہانے گاڑ کر مر گئے۔ کبھی اس کا پتہ نہ بتایا۔ کیسی ہی گری پڑے۔ کتنا ہی مچھر کاٹیں وہ اپنی کوٹھڑی ہی میں سوتے تھے بیتا جی کھودتے کھودتے رہ گئے۔ ڈرتے تھے کہ کہیں سو۔ یہ بیچ جانے جلدی کیا ہے؟ گھر ہی میں تو ہے۔ جب جی چاہے گا نکال لیں گے۔ میں بھی یہی سوچتا رہا۔ کیا جانتا تھا کہ آفت آنے والی ہے نہیں تو پہلے ہی سے کھود لیا ہوتا۔ اب کہاں پتہ ملتا ہے؟ جس کے بھاگ کا ہوگا وہ پائے گا

تمام ہو گئی تھی۔ نایک رام بجرنگی اور اُن کے دیگر احباب آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔

نایک رام۔ کہو بجرنگی۔ کہیں کوئی گھر ملا؟

بجرنگی۔ گھر نہیں پتھر ملا۔ سہر میں رہوں تو اتنا کرایہ کہاں سے لاؤں۔ گھاس چارا کہاں ملے؟ اتنی جگہ کہاں مل جاتی ہے۔ ہاں اوروں کی طرح دودھ میں پانی ملانے لگوں تو گذر ہو سکتا ہے پر یہ کرم عمر بھر نہیں کیا تو اب

کیا کروں گا؟ دیہات میں رہتا ہوں تو گھر بنوانا پڑتا ہے۔ جمین دار کو نجر نہ دو تو جمین نہ ملے۔ ایک ایک بسوے کے دو دو سو مانگتے ہیں۔ گھر بنوانے کو الگ ہجار روپیہ چاہئے۔ اتنے روپے کہاں سے لاؤں؟ جتنا مادھا ملا ہے اتنے میں تو ایک کوٹھڑی بھی نہیں بن سکتی۔ مَیں تو سوچتا ہوں کہ جانوروں کو بیچ ڈالوں اور یہیں پتلی گھر میں مجوری کروں۔ سب جھگڑا ہی مٹ جائے طلب تو اچھّی ملتی ہے۔ اور کہاں کہاں ٹھکانا ڈھونڈتے پھریں؟

جگدھر۔ یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔ بنا بنایا مکان رہنے کو مل جائے گا پڑے رہیں گے۔ کہیں گھر بیٹھے کھانے کو تو ملے گا نہیں۔ دن بھر کھونچہ لئے نہ پھرے یہیں مجوری کی۔

ٹھاکردین۔ تم لوگوں سے مجوری ہو سکتی ہے کرو۔ میں تو چاہے بھوکوں مر جاؤں پر مجوری نہیں کر سکتا۔ مجوری شودروں کا کام ہے۔ روجگار کرنا ویشیوں کا کام ہے۔ اپنے ہاتھوں اپنا دھرم کیوں کھوئیں۔ بھگوان کہیں نہ کہیں ٹھکانا لگائیں گے ہی۔ یہاں تو اب کوئی مجھے سیٹ میت دے ہنے کو تو نہ رہوں۔ بستی اُجڑ جاتی ہے تو بھوتوں کا ڈیرا ہو جاتا ہے۔ دیکھتے نہیں ہو کیسا سیاپا چھایا ہوا ہے نہیں تو اس میلا یہاں کتنا گل جار رہتا تھا۔

نایک رام۔ مجھے کیا صلاح دیتے ہو بجرنگی؟ دیہات میں رہوں کہ سہر میں؟

بجرنگی۔ بھیا۔ تمہارا دیہات میں نباہ نہ ہوگا۔ کہیں آگے پیچھے ہٹنا ہی پڑیگا روج سہر کا آنا جانا ٹھہرا۔ کتنی مشکل ہوگی۔ پھر تمہارے جاتری تمہارے ساتھ دیہات میں تھوڑے جائیں گے۔ یہاں سے تو سہر اتنا دور نہیں تھا اس لئے سب چلے آتے تھے۔

نایک رام۔ تمہاری کیا صلاح ہے جگدھر؟
جگدھر۔ بھیّا۔ میں تو سہر میں رہنے کو نہ کہوں گا۔ کھرچ کتنا بڑھ جائے گا۔ مٹی بھی مول ملے۔ پانی کے بھی دام دو۔ چالیس پچاس کو تو ایک چھوٹا سا مکان ملے گا۔ تمہارے ساتھ ہر بکھت دس بیس آدمی رہا چاہیں۔ اس لئے بڑا گھر لینا پڑے گا۔ اس کا کرایہ سَو سے نیچے نہ ہوگا۔ گائیں بھینسیں کہاں رکھو گے؟ جاتریوں کو کہاں ٹکاؤ گے۔ تمہیں جیسا ما وجہ ملا ہے اُتنے میں تو اتنی جمیں بھی نہ ملے گی۔ گھر بنوانے کی کون کہے؟
نایک رام۔ بولو بھائی بجرنگی سال کے بارہ سَو کرایہ کے کہاں سے آئیں گے؟ کیا ساری ہی کمائی کرایہ ہی میں کھرچ کر دوں گا؟
بجرنگی۔ جمیں تو دیہات میں بھی مول لینی پڑے گی۔ سیت تو ملے گی نہیں۔ پھر کون جانے کس گاؤں میں جگہ ملے۔ بہت سے آس پاس کے گاؤں تو ایسے بھرے ہوئے ہیں کہ وہاں اب ایک جھونپڑی بھی نہیں بن سکتی۔ کسی کے دوار پر آنگن تک نہیں ہے۔ پھر جگہ مل گئی تو گھر بنوانے کے لئے سارا سامان سہر سے لے آنا پڑے گا۔ اس میں کتنا کھرچ پڑے گا۔ لوکی لکڑی سے سَتے کھرچ۔ کچا مکان بنواؤ گے تو کتنی تکلیف۔ ٹیکے کیچڑ ہو۔ روح مسوں کوڑا نکلے۔ ساتویں دن لیپنے کو چاہئے۔ تمہارے گھر میں کون لیپنے والا بیٹھا ہوا ہے۔ تمہارا رہا کچے مکان میں نہ رہا جائے گا۔ سہر میں آنے جانے کے لئے سواری رکھنی پڑے گی۔ اس کا کھرچ بھی پچاس سے نیچے نہ ہوگا۔ تم کچے مکان میں تو کبھی رہے نہیں۔ کیا جانو دیمک۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ سیل۔ پوری چھیچھا لیدر ہوتی ہے۔ تم نماس بین آدمی ٹھہرے۔ یاں پیّا۔ ساگ بھاجی۔ دیہات میں کہاں؟ میں تو یہی کہوں گا کہ دیہات کے ایک کی جگہ سہر میں دو کھرچ ہوں

تب بھی تم سہر ہی میں رہو۔ وہاں ہم لوگوں سے بھی بھینٹ بھلائی ہو جایا کرے گی۔ آکھر دودھ دہی لے کر سہر تو روج جانا ہی پڑے گا۔

نایک رام۔ واہ بہادر واہ۔ مان گیا۔ تمہارا جوڑ تو پھیرو تھا۔ دوسرا کون تمہارے اسامنے ٹِک سکتا ہے۔ تمہاری بات میرے مَن میں بیٹھ گئی۔ لو لو جگدھر۔ اِس کا کچھ جواب دیتے ہو تو دو نہیں تو بجرنگی کی ڈگری ہوتی ہے سو روپے کرایہ دیا مجور۔ یہ جھنجھٹ کو سر پر لے گا۔

جگدھر۔ بھیّا تمہاری مرجی ہے تو سہر میں چلے جاؤ۔ میں بجرنگی سے لڑائی تھوڑے ہی کرتا ہوں۔ یہ دِہات دِہات ہی ہے۔ سہر سہر ہی ہے۔ سہر میں پانی تک تو اچھّا نہیں مِلتا۔ دہی بیسے کا پانی ہیو۔ دھرم جائے اور کچھ سواد بھی نہ ملے۔

ٹھاکر دین۔ اندھا آگم جانی تھا۔ جانتا تھا کہ ایک دن یہ پُتلی گھر ہم لوگوں کو بن باس دے گا۔ جان تک گنوائی پر اپنی جمین نہ دی۔ ہم لوگ اس کے پیچھے ہیں آکر اُس کا ساتھ نہ چھوڑتے تو صاحب لاکھ سر پٹک کر مر جاتے ایک نہ چلتی۔

نایک رام۔ اب اُس کے بچنے کی کوئی آسا نہیں معلوم ہوتی۔ آج میں گیا تھا۔ بُرا حال تھا۔ کہتے ہیں کہ رات کو ہوس میں تھا۔ جان سیوک صاحب اور راجہ صاحب سے دیر تک باتیں کیں۔ مِٹھوا سے بھی باتیں کیں۔ سب لوگ سوچ رہے تھے کہ اب بچ جائے گا۔ بڑے ڈاکٹر نے مجھ سے کھُد کہا کہ اندھے کی جان کا کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ مگر سُورداس یہی کہتا رہا کہ آپ کو میری جو سانسیں گرنا ہے کر لیجئے۔ پر میں بچوں گا نہیں۔ آج بول بند ہے۔ مِٹھوا بڑا کپوت نکل گیا۔ اُسی کی کپوتی سے اندھے کی جان لی۔ نہیں تو ابھی کچھ دن

اور جتنا ایسے پیر سرلے ہی کہیں ہوتے ہیں۔ آدمی نہیں دیوتا تھا۔

بجرنگی۔ سچ کہتے ہو بھیا۔ آدمی نہیں تھا دیوتا تھا۔ ایسا مرد آدمی کہیں نہیں دیکھا۔ سچائی کے سامنے کسی کی پرواہ نہیں چاہئیے کوئی اپنے گھر کا لاٹ ہی کیوں نہ ہو۔ گھیسو کے پیچھے میں اُس سے بگڑ گیا تھا پر اب جو سوچتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ سورداس نے کوئی انیائے نہیں کیا۔ کوئی مدماس ہماری ہی بہو بیٹی کو بُری نگاہ سے دیکھے تو بُرا لگے گا کہ نہیں۔ اُس کے کھون کے پیاسے ہو جاؤ گے۔ گھات پائیں گے تو سر اُتار لیں گے۔ اگر سورے ہمارے ساتھ وہی برتاؤ کیا تو کیا بُرائی کی؟ گھیسو کا چلن بگڑ گیا تھا سجانہ پاتا تو نہ جانے کیا اندھیر کرتا۔

ٹھاکردین۔ اب تک یہ تو اُسی کی جان گئی ہوتی یا دوسروں کی۔

جگدھر۔ چودھری۔ گھر گاؤں میں اتنی سچائی نہیں برتی جاتی۔ اگر سچائی سے کسی کا نکسان ہوتا ہو تو اُس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ سورے میں اور سب باتیں اچھی تھیں بس اتنی ہی بات بُری تھی۔

ٹھاکردین۔ دیکھو جگدھر۔ سورداس یہاں نہیں ہے کسی کی پیٹھ پیچھے بِندا (ہجو) نہیں کرنی چاہئیے۔ برا کرنے والے کی تو بات ہی کیا سننے والوں کو بھی پاپ لگتا ہے۔ نہ جانے پُرب جنم میں کون سا پاپ کیا تھا کہ ساری جما جتھا چور مُوس لے گئے۔ یہ پاپ اب نہ کرونگا۔

بجرنگی۔ ہاں جگدھر۔ یہ بات اچھی نہیں۔ میرے اوپر بھی تو ہی پڑی ہے جو تمہارے اوپر پڑی۔ لیکن سورداس کی نندا نہیں سن سکتا۔

ٹھاکردین۔ ان کی بہو بیٹی کو کوئی گھورتا تو ایسی باتیں نہ کرتے۔

جگدھر۔ بہو بیٹی کی بات اور ہے۔ بھائیوں کی بات اور۔

ٹھاکر دین - بس اب چُپ ہی رہنا جگدھر۔ تمہیں ایک بار سُبھاگی کی بھلائی دیتے پھرتے تھے۔ آج سر جائی کہتے ہو۔ لاج بھی نہیں آتی ؟

نایک رام یہ عادت بہت کھراب ہے ۔

بجرنگی ۔ آسمان پر تھوکنے سے تھوک اپنے ہی مُنہ پر پڑتا ہے ۔

جگدھر - ارے تو میں سُور کی نندا تھوڑے ہی کر رہا ہوں۔ دِل دُکھتا ہے تو بات مُنہ سے نکل ہی آتی ہے۔ تمہیں سوچو کہ بٹیا دھر اب کس کام کا رہا؟ پڑھا نا لکھا نا سب مٹی ہو گیا کہ نہیں ؟ اب نہ سرکار میں نوکری ملے گی۔ نہ کوئی دوسرا آدمی رکھے گا۔ اُس کی تو جندگانی کھراب ہو گئی بس یہی دُکھ ہے نہیں تو سُورداس کا سا آدمی کوئی کیا ہو گا ۔

نایک رام - ہاں اتنا میں بھی مانتا ہوں۔ کہ اُس کی جندگانی کھراب ہو گئی۔ بس سچائی کے لئے کسی کا اَن بھل ہوتا ہو اُس کا منہ سے نہ نکالنا ہی اچھا۔ یہ سُورداس کو سدا کچھ ہا پچھتا ہے ۔

ٹھاکر دین - سُورداس نے بٹیا تو نہیں چھین لی ؟

جگدھر - وہ بٹیا کس کام کی جب نوکری چاکری نہ کر سکے دھرم کی بات ہوتی تو یوں بھی کام دیتی۔ یہ بٹیا ہمارے کس کام آوے گی ؟

نایک رام - اچھا یہ بتاؤ کہ سُورداس مر گئے تو گنگا نہانے چلو گے یا نہیں ؟

جگدھر - گنگا نہانے کیوں نہ چلوں گا ؟ سب کے پہلے چلوں گا۔ کندھا تو آدمی بیری کو بھی دے دیتا ہے۔ سُورداس ہمارے بیری نہیں تھے جب اُنہوں نے مٹھوا کو نہیں چھوڑا جسے بیٹے کی طرح پالا تو دوسروں کی بات ہی کیا۔ مٹھوا کیا وہ اپنے کھاس بیٹے کو نہ چھوڑتے ۔

نایک رام۔ چلو دیکھ آئیں ❖

چاروں آدمی سُورداس کو دیکھنے چلے ❖

(۴۶)

چاروں آدمی شفاخانہ پہنچے تو نو بج چکے تھے آسمان خواب میں مست آنکھیں بند کئے پڑا ہوا تھا مگر بہن بیدار تھی۔ بھیرو کھڑا ہوا سُورداس کو پنکھا جھل رہا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ سرہانے کی طرف بیٹھی ہوئی صوفیا بیقرار آنکھوں سے سُورداس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سُبھاگی انگیٹھی میں آگ سنا رہی تھی کہ تھوڑا سا دودھ گرم کر کے سُورداس کو پلائے۔ تینوں کی شکل سے مایوسی برس رہی تھی چاروں طرف وہ سکوت تھا جو موت کا پیش خیمہ ہے ❖

صوفیا نے غمگین لہجہ میں کہا۔ پنڈا جی۔ آج سوگ کی رات ہے اُن کی نبض کا کئی کئی منٹوں تک پتہ نہیں چلتا شاید آج کی رات مشکل ہی سے کٹے۔ ہیئت تبدیل ہوگئی ہے ❖

بھیرو۔ دوپہر سے یہی حال ہے نہ کچھ لیتے ہیں نہ کسی کو پہچانتے ہیں ❖

صوفیا۔ ڈاکٹر گنگولی آتے ہوں گے۔ اُن کا تار آیا تھا کہ میں آرہا ہوں۔ یوں تو موت کی دوا کسی کے پاس نہیں مگر ممکن ہے کہ ڈاکٹر گنگولی کے ہی ہاتھوں جس بدا ہو ❖

سُبھاگی۔ میں نے شام کو پکارا تھا تو آنکھیں کھولی تھیں پر بولے کچھ نہیں ❖

ٹھاکر دین۔ بڑا اقبالی پُرس تھا ❖

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک موٹر آیا اور کنور بھرت سنگھ ڈا

گنگولی اور رانی جاہنوی اُتر پڑے۔ گنگولی نے سُورداس کے چہرہ کی طرف دیکھا اور مایوسانہ تبسّم سے بولے۔ ہم کو دس منٹ کا بھی دیر ہوتا تو اِن کا درشن بھی نہ پاتا۔ بُلاوا آچکا ہے۔ کیوں دودھ گرم کرتا ہے بھائی۔ دودھ کون پیئے گا؟ جمراج (فرشتہ موت) تو دودھ پینے کا مہلت نہیں دیتا۔

صوفیا نے معصومانہ انداز سے پوچھا۔ کیا اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر صاحب؟

گنگولی۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے مس صوفیا؟ ہم جمراج کو ہرا دے گا۔ ایسے لوگوں کا اصلی جندگی تو موت کے پیچھے ہی ہوتا ہے جب وہ مٹی پانی ہوا آگ آکاش۔ ان پانچوں کے بندھن کو توڑ دیتا ہے۔ سورداس ابھی نہیں مرے گا۔ بہت دنوں تک نہیں مرے گا۔ ہم سب مر جائے گا۔ کوئی آج کوئی کل۔ کوئی پرسوں۔ پر سُورداس تو اَمر ہو گیا۔ اُس نے تو کال کو جیت لیا۔ ابھی تک اُس کا جندگی مٹی پانی وگیرہ پانچوں سے بندھا تھا۔ اب وہ پھیلے گا اور سارے صوبہ اور سارے ملک کو جگا دے گا۔ ہم کو کام کرنے کا بیر بننے کا بات بتائے گا۔ یہ سورداس کا موت نہیں ہے۔ صوفیا! یہ اُس کی جندگی کا بڑھا ہے۔ ہم تو اسی مابھک سمجھتا ہے۔

یہ کہہ کر ڈاکٹر گنگولی نے جیب سے ایک شیشی نکالی اور اُس کے کئی قطرے سُورداس کا منہ کھول کر حلق میں ٹپکا دئے۔ موذی اثر نمودار ہوا۔ سُورداس کے بے رونق چہرہ پر ہلکی ہلکی سُرخی دوڑ گئی۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں اور اِدھر اُدھر تاکتے ہوئے ہنسا۔ پھر گراموں کی سی بناوٹی اور بیٹھی ہوئی آواز سے بولا۔ بس بس۔ اب مجھے کیوں مارتے ہو؟ تم جیتے اور میں ہارا۔ یہ بازی تمہارے ہاتھ رہی۔ مجھ سے کھیلتے نہیں بنا۔ تم منجھے ہوئے

کھلاڑی ہو۔ دم نہیں اکھڑتا۔ کھلاڑیوں کو ملا کر کھیلتے ہو اور نہیں حوصلہ بھی اچھا ہے۔ ہمارا دم اکھڑ جاتا ہے۔ ہم ہانپنے لگتے ہیں۔ ہم کھلاڑیوں کو ملا کر نہیں کھیلتے۔ آپس میں جھگڑتے ہیں۔ گالی گلوچ مار پیٹ کرتے ہیں۔ کوئی کسی کی نہیں مانتا۔ تم کھیلنے میں ہوشیار ہو اور ہم اناڑی ہیں۔ بس اتنا ہی فرق ہے۔ تالیاں کیوں بجاتے ہو؟ یہ تو جیتنے والوں کا دھرم نہیں؟ ہمارا دھرم تو ہے ہماری پیٹھ ٹھونکیں۔ ہم ہارے تو کیا۔ میدان سے بھاگے تو نہیں۔ ارے روئے تو نہیں۔ دھاندلی تو نہیں کی۔ پھر کھیلیں گے۔ ذرا دم لے لینے دو۔ ہار ہار کر تمہیں سے کھیلنا سیکھیں گے اور ایک نہ ایک دن ہماری جیت ہوگی۔ ضرور ہوگی۔

ڈاکٹر گنگولی اس طرح اس کو آنکھیں بند کئے کچھ اس طریقہ پر محو ہو کر سنتے رہے گویا کلام خدا ہو۔ پھر عقیدت کے لہجہ میں بولے —— بڑے کھیال کا آدمی ہے۔ ہمارے تمام آپس کے سوشل اور پولیٹیکل جندگی کا بڑا اچھا تصویر کھینچ دیا اور تھوڑے میں

صوفیا نے سورداس سے کہا — سورداس کمار صاحب اور رانی جی آئے ہوئے ہیں۔ کچھ کہنا چاہتے ہو؟

سورداس نے دوبارہ سرگرمی سے کہا۔ ہاں ہاں ہاں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ان کے چرنوں کی دھول میرے ماتھے پر لگا دو۔ تر جاؤں۔ نہیں نہیں مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ دھول دو پیری میں کھیل چکا اب مجھے رہم نہیں چاہئے۔ رانی کہاں؟ بے سکھ کی ماتا ہا؟ کمور صاحب ان کے پتا نا؟ مجھے بٹھا دو ان کے پیروں پر آنکھیں ملوں گا۔ میری آنکھیں کھل جائیں گی۔ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر اسیس دو۔ ماتا۔ ہاں اب میری بیت ہوگی

ادہو۔ وہ سامنے ویلے سنگھ اور اور اندروت سنگاسن پر بیٹھے۔ ئے مجھے بُلا رہے ہیں۔ اُن کے چہرہ پر کتنا تیج ہے! مَیں بھی آتا ہوں۔ یہاں تمہاری کچھ سیوا نہ کر سکا اب وہیں کروں گا۔ ماتا پتا۔ بھائی سد۔ سب کو سورداس کا رام رام اا س جا تا ہوں۔ جو کچھ بنا بگڑا ہو ماپھ کرنا۔

رانی جاہنوی نے آگے بڑھ کر فرطِ عقیدت سے سُورداس کے قدموں پر سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ سُورداس کے پیر آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ کنور صاحب نے آنکھوں پر رومال ڈال لیا اور کھڑے کھڑے رونے لگے۔

سُورداس کا چہرہ پھر اُداس ہو گیا۔ دوا کا اثر زائل ہو گیا۔ ہونٹ نیلے پڑ گئے۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے۔

نایک رام گنگا جل لانے دوڑے۔ جگدھر نے سُورداس کے قریب جا کر زور سے کہا۔ سُورداس میں ہوں جگدھر۔ میرا اپرادھ چھما کرو۔

سُورداس مُنہ سے کچھ نہ بولا۔ دونوں ہاتھ جوڑے۔ آنسو کی دو بوندیں گالوں پر بہہ آئیں اور کھلاڑی میدان سے رخصت ہو گیا۔

ایک لمحہ میں چاروں طرف خبر پھیل گئی۔ چھوٹے بڑے امیر غریب عورت مرد۔ بوڑھے جوان ہزاروں کی تعداد میں نکل پڑے۔ سب ننگے سر ننگے پیر۔ گلے میں انگوچھے ڈالے شفاخانہ کے میدان میں جمع ہو گئے۔ عورتیں مُنہ ڈھانکے کھڑی رو رہی تھیں۔ گویا اپنے گھر کا کوئی آدمی مر گیا ہو۔ جس کا کوئی نہیں ہوتا اُسی کے سب ہوتے ہیں۔ سارا شہر اُمڈا چلا آتا تھا۔ سب کے سب اِس کھلاڑی کو ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے جس کی ہار میں بھی جیت کی شان تھی۔ کوئی کہتا تھا سادھو تھا۔ کوئی کہتا تھا ولی تھا کوئی

دیوتا کہتا تھا۔ پر اصل میں وہ کھلاڑی تھا۔ وہ کھلاڑی جس کے ماتھے پر کبھی شکن نہیں پڑی۔ جس نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ جس نے کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ جیتا تو خوش رہا۔ ہارا تو خوش رہا۔ ہارا تو جیتنے والے سے کینہ نہیں رکھا۔ جیتا تو ہارنے والے پر تالیاں نہیں بجائیں۔ جس نے کھیل میں ہمیشہ صفائی برتی۔ کبھی دھاندلی نہیں کی۔ کبھی مخالف پر چھپ کر وار نہیں کیا۔ بھکاری تھا۔ مجہول تھا۔ اندھا تھا بیکس تھا کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں نصیب ہوا۔ کبھی بدن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں ملا۔ مگر دل برداشت عفو۔ سچائی اور ہمت کے جذبات سے معمور تھا۔ بدن پر گوشت نہ تھا مگر دل میں انکسار۔ اخلاق اور ہمدردی تھی ⁂

ہاں وہ سادھو نہ تھا۔ مہاتما نہ تھا۔ دیوتا نہ تھا۔ فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک حقیر اور کمزور انسان تھا۔ مکروہاتِ دنیوی سے گھرا ہوا۔ جس میں بُرائیاں بھی تھیں اور بھلائیاں بھی۔ بھلائیاں کم تھیں بُرائیاں بہت۔ غصہ۔ حرص تلون۔ غرور۔ یہ سبھی بُرائیاں اُس میں موجود تھیں۔ وصف صرف ایک تھا مگر یہ سبھی کمزوریاں اُس ایک وصف سے مل کر نمک کی کان میں جا کر نمک ہو جانے والی چیزوں کی طرح خوبیوں کی شکل اختیار کر لیتی تھیں۔ غصہ جائز غصہ ہو جاتا تھا۔ حرص محبت بن جاتی تھی۔ تلون جوش کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا۔ اور غرور خودداری کی صورت میں۔ وہ وصف کیا تھا؟ حق پرستی انصاف پسندی ایثار نفسی یا ہمدردی یا اُس کا اور جو نام چاہے رکھ لیجئے نا انصافی دیکھ کر اُس سے نہ رہا جاتا تھا۔ زیادتی اُس کے لئے ناقابل برداشت تھی ⁂

جنازہ کس دھوم دھام سے نکالا گیا۔ اس کا ذکر کرنا فضول ہے۔

باجے گاجے نہ تھے۔ ہاتھی گھوڑے نہ تھے مگر آنسو بہانے والی آنکھوں اور تعریف کرنے والی زبانوں کی کمی نہ تھی۔ بڑا ہجوم تھا۔ سُوروا اس کے سبب سے بڑی جیت یہ تھی کہ دشمنوں کو بھی اُس سے دشمنی نہ تھی۔ اگر عزاداروں میں صوفیا۔ لنگولی۔ جانھوی۔ بھرت سنگھ۔ نایک رام۔ بھیرو وغیرہ تھے تو مہیندر کمار سنگھ۔ جان سیوک جگدھر جیسے کہ مسٹر کلارک بھی تھے۔ صندل کی چِتا تیار کی گئی تھی۔ اُس پر فتح کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ چتا میں آگ دینے کی رسم کون ادا کرتا؟ مِٹھوا ٹھیک اُسی وقت روتا ہُوا آ پہنچا۔ سُوروا نے جیتے جی جو نہ کر پایا تھا اُسے مر کر کیا۔

اسی مقام پر کئی روز پہلے یہی رنج و سوگ کا منظر دکھائی دیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اُس روز لوگوں کے دل میں غم تھا اور آج فتح کا غرور۔ وہ ایک بہادر کی بہادرانہ موت تھی۔ یہ ایک کھلاڑی کا آخری کھیل۔ ایک بار پھر آفتاب کی شعاعیں چتا پر پڑیں۔ اُن میں غرور کی چمک تھی گویا آسمان سے فاتحانہ گیت کے نغمے آ رہے تھے۔

لوٹتے وقت مسٹر کلارک نے راجہ مہیندر کمار سے کہا۔ یہ میری بدنصیبی ہے کہ میرے ہاتھوں ایسے نیک انسان کا خون ہُوا۔

راجہ صاحب نے طنز سے کہا۔ خوش نصیبی کہئے۔ بدنصیبی کیوں؟

کلارک۔ نہیں راجہ صاحب بدنصیبی ہی ہے۔ ہمیں آپ جیسے انسانوں سے خوف نہیں۔ خوف ایسے ہی آدمیوں سے ہے جو عوام کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ یہ حکومت کرنے کی سزا ہے کہ اس مُلک میں ہم ایسے آدمیوں کو قتل کرتے ہیں جن کی انگلینڈ میں ہم پرستش کرتے ہیں۔

صوفیا اُسی وقت اُن کے پاس سے ہو کر گزری۔ یہ الفاظ اُس کے

کان میں پڑے۔ بول اُٹھی ـــــ کاش یہ الفاظ آپ کے دل سے نکلے ہوتے!
یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ مسٹر کلارک اس طنز سے تلملا گئے۔ ضبط نہ کر سکے۔ گھوڑا بڑھا کر بولے۔ یہ تمہارے اُس ظلم کا نتیجہ ہے جو تم نے مجھ پر کیا ہے ؛

صوفیا آگے بڑھ گئی۔ یہ بات اُس نے نہ سُنی ۔

آسمانی راہ گیر جو پردۂ ابر سے باہر نکل آئے تھے۔ ایک ایک کرکے رخصت ہو رہے تھے۔ لاش کے ساتھ جانے والے بھی ایک ایک کرکے رخصت ہو گئے پر صوفیا کہاں جاتی ؟ اِسی دو بدھا میں کھڑی تھی کہ اِندو مل گئی۔ صوفیا نے کہا ـــــ اِندو، ذرا ٹھہرو۔ مَیں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی ۔

(۴۷)

شام ہو گئی تھی۔ مل کے مزدور چھٹی پا گئے تھے۔ آج کل دونی مزدوری دینے پر بھی بہت تھوڑے مزدور کام کرنے آتے تھے۔ پانڈے پور میں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ وہاں اب مکانات کھنڈروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہاں درخت ابھی تک بدستور کھڑے تھے۔ وہ چھوٹا سا نیم کا درخت اب سُورداس کی جھونپڑی کا نشان بتلاتا تھا۔ چھپر لوگ اُٹھا لے گئے تھے۔ زمین ہموار کی جا رہی تھی اور کہیں کہیں نئے مکانوں کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ صرف بستی کے آخری حصہ میں ایک چھوٹا سا کھپریل کا گھر اب تک آباد تھا جیسے کسی خاندان کے سب آدمی مر گئے ہوں اور صرف ایک بوڑھا کمزور اور مریض آدمی نام لیوا باقی رہ گیا ہو۔ یہی کلثوم کا گھر ہے جسے اپنے وعدہ کے ایفاء میں سُورداس کی خاطر سے مسٹر جان سیوک نے گرانے نہیں دیا

دروازہ پر نسیمہ اور جابر کھیل رہے ہیں اور طاہر علی ایک ٹوٹی چارپائی پر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہینوں سے اُن کی حجامت نہیں بنی۔ بدن کمزور ہے۔ چہرہ اُترا ہوا آنکھیں آگے کو نکل آئی ہیں۔ سر کے بال بھی کھچڑی ہو گئے ہیں۔ قید کی تکلیفوں اور گھر کے فکروں نے کمر توڑ دی ہے۔ وقت کی رفتار نے اُن پر برسوں کا کام مہینوں میں کر ڈالا ہے۔ اُن کے اپنے کپڑے جو جیل سے چھوٹتے وقت واپس ملے ہیں اُتارے سے معلوم ہوتے ہیں۔ آج صبح وہ نینی جیل سے آئے ہیں اور گھر کی دردناک حالت نے انہیں اتنا پریشان کر رکھا ہے کہ بال بنوانے تک کا جی نہیں چاہتا۔ اُن کے آنسو نہیں تھمتے۔ دل کو بہت سمجھانے پر بھی نہیں تھمتے۔ اس وقت بھی اُن کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ انہیں رہ رہ کر ماہر علی پر غصہ آتا ہے اور وہ ایک آہ سرد کھینچ کر رہ جاتے ہیں۔ وہ تکلیفیں یاد آرہی ہیں جو انہوں نے خاندان کے لئے خوشی سے جھیلی تھیں۔ وہ ساری تکلیفیں ساری قربانیاں بیکار گئیں۔ کیا اِسی دن کے لئے میں نے اتنی مصیبتیں جھیلی تھیں؟ اسی دن کے لئے اپنے خون سے خاندان کے درخت کو سینچا تھا؟ یہی کڑوے پھل کھانے کے لئے؟ آخر میں جیل ہی کیوں گیا تھا؟ میری آمدنی میرے بال بچوں کی پرورش کے لئے کافی تھی۔ میں نے جان دی خاندان کے لئے۔ آمانے جو بوجھ میرے سر رکھ دیا تھا وہی میری تباہی کا سبب ہوا۔ غضب خدا کا مجھ پر یہ ستم! مجھ پر یہ قہر! میں نے کبھی نئے جوتے نہیں پہنے۔ برسوں کپڑوں میں پیوند لگا لگا کر دن گزارے۔ بچے مٹھائیوں کو ترس ترس کر رہ جاتے تھے۔ بیوی کے سر کے لئے تیل بھی میسر نہ ہوتا تھا۔ چوڑیاں پہننا نصیب نہ تھا۔ ہم نے فاقے

گئے۔ زیور اور کپڑوں کی کون کہے۔ عید کے دن بھی بچوں کو نئے کپڑے نہ ملتے تھے۔ کبھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ بیوی کے لئے ایک لوہے کا چھلا بنوا آیا۔ اُلٹے اُس کے سارے گہنے فروخت کر کر کے کھلا دیئے۔ اِس تمام نفس کُشی کا یہ نتیجہ اور وہ بھی میری غیر حاضری میں۔ میرے بیچے اس طرح گھر سے نکال دئے گئے گویا کسی غیر کے بچے ہیں۔ میری بیوی کو رو رو کر دن کاٹنے پڑے۔ کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہ ہوا اور میں نے اسی کمبخت لونڈے کے لئے غبن کیا تھا! اسی کے لئے امانت میں خیانت کی تھی! کیا میں مر گیا تھا؟ اگر وہ لوگ میرے بال بچوں کو اچھی طرح عزت آبرو سے رکھتے تو کیا میں ایسا گیا گزرا تھا کہ اُن کے احسان کے بار سے سبکدوش ہونے کی کوشش نہ کرتا؟ نہ دودھ گھی کھلاتے نہ تنزیب اَدّھی پہناتے۔ روکھی روٹیاں ہی دیتے گزی گاڑھا پہناتے مگر گھر میں تو رکھتے۔ وہ ردیوں کے پان کھاجاتے ہوں گے اور یہاں میری بیوی کو سلائی کر کے اپنا گزر بسر کرنا پڑا۔ اُن ہی سبھوں سے تو جان سیوک ہی اچھے جنھوں نے رہنے کا مکان تو نہ گرایا! مدد کرنے کے لئے آئے تو۔

کلثوم نے یہ مصیبت کے دن سلائی کر کے گزارے تھے۔ دیہات کی عورتیں اُس کے یہاں اپنے لئے کُرتیاں۔ بچوں کے لئے ٹوپ اور کُرتے سلاتیں۔ کوئی پیسے دے جاتی۔ کوئی اناج۔ اُسے کھانے پینے کی تکلیف نہ تھی۔ طاہر علی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی اُس سے زیادہ آرام نہ دے سکے تھے فرق صرف یہ تھا کہ اُس وقت سر پر اپنا شوہر تھا اور اب کوئی نہ تھا۔ اِس بے کسی نے مصیبت کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ تاریکی میں تنہائی زیادہ خوفناک ہو جاتی ہے۔

طاہر علی سر جھکائے غمگیں بیٹھے تھے کہ کلثوم نے دروازہ پر آکر کہا۔ شام ہو گئی اور ابھی تک کچھ نہیں کھایا۔ چلو۔ کھانا ٹھنڈا ہوا جاتا ہے۔ طاہر علی نے سامنے کے کھنڈروں کی طرف تاکتے ہوئے کہا۔ ماہر نشانہ ہی میں رہتے ہیں یا کہیں اور مکان لیا ہے؟

کلثوم۔ مجھے کیا خبر۔ یہاں تب سے جھوٹوں بھی تو نہیں آئے۔ جب یہ مکانات خالی کرائے جا رہے تھے جبھی ایک روز سیاہیوں کو لے کر آئے تھے بسیمہ اور صابر چچا چچا کہہ کر دوڑے پر اُنھوں نے دونوں کو جھٹکار دیا۔

طاہر علی۔ ہاں کیوں نہ جھٹکارتے اُن کے کون ہوتے تھے۔

کلثوم۔ چلو۔ دو لقمے کھا لو۔

طاہر علی۔ ماہر میاں سے ملے بغیر مجھ پر آب و دانہ حرام ہے۔

کلثوم۔ مل لینا۔ کہیں بھاگے جاتے ہیں۔

طاہر علی۔ جب تک جی بھر اُس سے باتیں نہ کر لوں گا۔ دل کو تسکین نہ ہوگی۔

کلثوم۔ خدا اُنہیں خوش رکھے۔ ہماری بھی تو کسی طرح کٹ ہی گئی۔ خدا نے کسی نہ کسی حیلے سے رزق پہنچا تو دیا۔ تم سلامت رہو گے تو ہماری پھر آرام سے گزرے گی اور پہلے سے زیادہ آرام سے۔ دو کو کھلا کر کھائیں گے۔ اُن لوگوں نے جو کچھ کیا اُس کا ثواب اور عذاب اُن کو خدا سے ملے گا۔

طاہر علی۔ خدا ہی انصاف کرتا تو ہماری یہ حالت کیوں ہوتی؟ اُس نے انصاف کرنا چھوڑ دیا۔

اتنے میں ایک بڑھیا سر پر ٹوکری رکھے آکر کھڑی ہو گئی اور بولی۔ بھولڑکوں کے لئے بھٹے لائی ہوں۔ کیا تمہارے میاں آگئے کیا؟

کلثوم بڑھیا کے ساتھ کوٹھڑی میں چلی گئی۔ اُس کے کچھ کپڑے سیئے تھے۔ دونوں میں اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔

اندھیری رات دریا کی لہروں کی طرح مشرق سے دوڑی چلی آتی تھی۔ وہ کھنڈر ایسے بھیانک معلوم ہوتے تھے گویا کوئی قبرستان ہے نسیمہ اور صابر دونوں آکر طاہر علی کی گود میں بیٹھ گئے۔

نسیمہ نے پوچھا۔ آبا۔ اب تو ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤگے؟

صابر۔ اب جائیں گے تو میں انہیں پکڑ لوں گا دیکھیں کیسے چلے جاتے ہیں۔

طاہر علی۔ میں تو تمہارے لئے مٹھائیاں بھی نہیں لایا۔

نسیمہ۔ تم تو ہمارے آباجان ہو۔ تم نہیں تھے تو چچا نے ہمیں اپنے پاس سے بھگا دیا تھا۔

صابر۔ پنڈا جی نے ہمیں پیسے دئے تھے۔ یاد ہے نا نسیمہ؟

نسیمہ۔ اور سورداس کی جھونپڑی میں ہم تم جاکر بیٹھے تو اُس نے ہمیں گڑ کھانے کو دیا تھا۔ مجھے گود میں اُٹھا کر پیار کرتا تھا

صابر۔ اُس بیچارے کو ایک صاحب نے گولی مار دی آبا۔ مر گیا۔

نسیمہ۔ یہاں پلٹن آئی تھی آبا۔ ہم لوگ ڈر کے مارے گھر سے نہ نکلتے تھے۔ کیوں صابر؟

صابر۔ نکلتے تو پلٹن والے پکڑ نہ لے جاتے!

بچے تو باپ کی گود میں بیٹھ کر چہک رہے تھے مگر باپ کا دھیان اُن کی طرف نہ تھا۔ وہ ماہر علی سے ملنے کو بیقرار تھے۔ اب موقع پایا تو بچوں سے مٹھائیاں لانے کا حیلہ کر کے چل کھڑے ہوئے۔ تھانہ میں پہنچ کر پوچھا تو

معلوم ہوا کہ وارو غہ جی اپنے دوستوں کے ساتھ بنگلہ میں رونق افروز ہیں۔
طاہر علی بنگلہ کی طرف چلے جو پھوس کا ایک ہشت پہل جھونپڑا تھا بیلوں
سے سجا ہوا۔ ماہر علی نے برسات میں سونے اور اپنے احباب کی صحبت کا
لطف اُٹھانے کے لئے اِسے بنوایا تھا۔ چاروں طرف سے ہوا جاتی تھی۔
طاہر علی نے سامنے جا کر دیکھا تو کئی اصحاب مسند لگائے بیٹھے ہوئے تھے
بیچ میں اُگالدان رکھا ہوا تھا۔ خمیرہ تمباکو دھواں دھار اُڑ رہی تھی۔
ایک طشتری میں پان الائچی رکھے ہوئے تھے۔ دو چوکیدار کھڑے پنکھا
جھل رہے تھے۔ اُس وقت تاش کی بازی ہو رہی تھی۔ درمیان میں مذاق
بھی ہونے لگتا تھا۔ طاہر علی کے سینہ پر سانپ لوٹ گیا۔ یہاں یہ جلسے ہو
رہے ہیں۔ یہ عیش کی گرم بازاری ہے۔ اور ایک مَیں ہوں کہ کہیں بیٹھنے کا
ٹھکانا بھی نہیں۔ روٹیوں کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں جتنا پان تمباکو
میں اُڑ جاتا ہوگا اُتنے میں میرے بال بچوں کی پرورش ہو جاتی۔ غصّہ سے
ہونٹ چبانے لگے۔ خون کھولنے لگا۔ بیدھڑک مجلس میں گھس گئے۔ اور غم
و غصّہ سے دیوانہ ہو کر بولے۔ ماہر! مجھے پہچانتے ہو کون ہوں؟ غور سے دیکھ
لو۔ بڑھے ہوئے بالوں اور پھٹے ہوئے کپڑوں نے میری صورت اتنی نہیں
بدل ڈالی ہے کہ پہچانا نہ جا سکوں۔ بدحالی صورت کو نہیں تبدیل کر سکتی۔
دوستو۔ آپ لوگ شاید نہ جانتے ہوں گے۔ میں اس بیوفا، دغاباز، کمینہ آدمی
کا بھائی ہوں۔ اس کے لئے میں نے کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں یہ میرا خدا
جانتا ہے۔ مَیں نے اپنے بچوں کو اپنی بیوی کو اپنی ذات کو اُس کے لئے
مٹا دیا۔ اس کی ماں اور اُس کے بھائیوں کے لئے میں نے وہ سب کچھ برداشت
کیا جو کوئی انسان کر سکتا ہے۔ اسی کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اُس کے

شوق اور تعلیم کا خرچ ادا کرنے کے لئے میں نے قرض لیا۔ اپنے آقا کے مال میں تصرف کیا اور جیل بھی گیا۔ ان تمام نیکیوں کا یہ صلہ ہے کہ اس کم ظرف نے میرے بال بچوں کی بات بھی نہ پوچھی۔ یہ اُسی روز مراد آباد سے آیا جس روز مجھے سزا ہوئی تھی۔ میں نے اسے تانگہ پر آتے دیکھا۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میرا دل بلّیوں اُچھلنے لگا کہ میرا بھائی ابھی آکر میری تشفی کرے گا اور گھر کو سنبھالے گا۔ مگر یہ احسان فراموش سیدھا چلا گیا میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ مُنہ پھیر لیا اُس کے دو چار دن بعد یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ یہاں چلا آیا۔ میرے بچّوں کو وہیں ویرانہ میں چھوڑ دیا۔ یہاں مجلس سجی ہوئی ہے۔ عیش ہو رہا ہے اور وہاں میرے تاریک مکان میں چراغ بتی کی بھی صورت نہیں۔ خدا اگر منصف ہوتا تو اس کے سر پر اُس کا قہر بجلی بن کر گرتا۔ لیکن اُس نے انصاف کرنا چھوڑ دیا۔ آپ لوگ اس ظالم سے پُوچھئے کہ کیا میں اسی بیدردانہ سلوک کا سزاوار تھا؟ کیا اسی دن کے لئے میں نے فقیروں کی سی زندگی بسر کی تھی؟ اِس کو شرمندہ کیجئے اُس کے چہرہ پر کالکھ لگائیے اس کے منہ پر تھوکیئے۔ نہیں۔ آپ لوگ اس کے دوست ہیں۔ مُروّت کے سبب انصاف نہ کر سکیں گے۔ اب مجھی کو انصاف کرنا پڑے گا۔ خدا گواہ ہے اور خود اس کا دل گواہ ہے کہ آج تک میں نے اِسے کبھی تیز نگاہ سے بھی نہیں دیکھا۔ اِسے کھلا کر خود فاقہ کیا۔ اِسے پہنا کر خود برہنہ رہا۔ مجھے یاد ہی نہیں آتا کہ میں نے کبھی نئے جوتے پہنے تھے۔ کبھی نئے کپڑے بنوائے تھے۔ اس کے اُتارے ہوئے جوتوں اور کپڑوں ہی پر میری بسر ہوتی تھی۔ ایسے ظالم پر اگر خدا کا عذاب نہیں نازل ہوتا تو اس کا سبب یہی ہے کہ خدا نے انصاف کرنا چھوڑ دیا ہے ٭

طاہر علی نے تیزی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور قبل اس کے ماہر علی کچھ جواب دیں یا جواب سوچ سکیں طاہر علی نے جھپٹ کر قلمدان اُٹھا لیا۔ اس کی سیاہی نکال لی اور ماہر علی کی گردن زور سے پکڑ کر اُس سیاہی کو اُن کے چہرہ پر مل دیا۔ پھر تین بار انہیں جُھک جُھک کر سلام کیا اور آخر میں یہ کہہ کر وہیں بیٹھ گئے۔ میرے ارمان نکل گئے۔ میں نے آج سے سمجھ لیا کہ تم مر گئے۔ اور مجھے تو تم نے پہلے ہی سے مرا ہوا سمجھ لیا ہے بس ہمارے اور تمہارے درمیان اتنا ہی رشتہ تھا۔ آج وہ بھی ٹوٹ گیا۔ میں اپنی تمام تکالیف کا صلہ اور انعام پا گیا۔ اب تمہیں اختیار ہے مجھے گرفتار کرو۔ مارو یا ذلیل کرو۔ میں یہاں مرنے ہی کے لئے آیا ہوں۔ زندگی سے سیر ہو گیا ہوں۔ دنیا رہنے کی جگہ نہیں۔ یہاں اتنا دغا ہے۔ اتنی بیوفائی ہے۔ اتنا حسد ہے۔ اتنا کینہ ہے کہ یہاں زندہ رہ کر کبھی خوشی نہیں حاصل ہو سکتی ؛

ماہر علی دم بخود سے بیٹھے رہے۔ مگر اُن کے ایک دوست نے کہا۔ مان لیجئے اِنھوں نے بیوفائی کی . . . . .

طاہر علی نے کہا۔ مان کیا لوں صاحب۔ بُھگت رہا ہوں۔ رو رہا ہوں۔ ماننے کی بات نہیں ہے ؛

دوست نے کہا۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ انہوں نے ضرور بیوفائی کی لیکن آپ بزرگ ہیں۔ یہ حرکت شرافت سے بعید ہے کہ کسی کو سرِ مجلس بُرا بھلا کہا جائے اور اُس کے چہرہ پر سیاہی لگا دی جائے ؛

دوسرے دوست نے کہا۔ شرافت سے بعید ہی نہیں ہے۔ دیوانگی ہے ایسے شخص کو پاگل خانہ میں بند کر دینا چاہئے ؛

طاہر علی۔ جانتا ہوں۔ اتنا جانتا ہوں کہ شرافت سے بعید ہے لیکن میں شریف نہیں ہوں۔ پاگل ہوں دیوانہ ہوں۔ شرافت تو آنسو بن کر آنکھوں کی راہ بہہ گئی۔ جس کے بچے گلیوں میں دوکانوں پر بھیک مانگتے پھرتے ہوں۔ جس کی بیوی پڑوسیوں کا آٹا پیس کر اپنا گذر کرے۔ جس کی کوئی خبر لینے والا نہ ہو جس کے رہنے کو گھر نہ ہو۔ جس کے پہننے کو کپڑے نہ ہوں وہ شریف نہیں ہو سکتا اور نہ وہ آدمی شریف ہو سکتا ہے جس کے بیرحم ہاتھوں نے میری یہ بُری گت بنائی۔ اپنے جیل سے لوٹنے والے بھائی کو دیکھ کر منہ پھیر لینا اگر شرافت ہے تو یہ بھی شرافت ہے۔ کیوں میاں ماہر بولتے کیوں نہیں؟ یاد ہے تم نئی اچکن پہنتے تھے اور جب تم اُسے اُتار کر پھینک دیا کرتے تھے تو میں پہن لیتا تھا؟ یاد ہے تمہارے پھٹے جوتے گٹھوا کر میں پہنا کرتا تھا؟ یاد ہے میرا مشاہیرہ کُل پچیس روپے ماہوار تھا اور وہ سب کا سب میں تمہیں مراد آباد بھیج دیا کرتا تھا۔ یاد ہے؟ دیکھو ذرا میری طرف دیکھو۔ تمہارے تمباکو کا خرچ میرے بال بچوں کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔ نہیں تم سب کچھ بھول گئے۔ اچھی بات ہے بھول جاؤ۔ نہ میں تمہارا بھائی ہوں نہ تم میرے بھائی ہو۔ میری ساری تکلیفوں کا معاوضہ وہی سیاہی ہے جو تمہارے منہ پر لگی ہوئی ہے۔ لو رخصت اب تم پھر یہ صورت نہ دیکھو گے۔ اب حساب کے دن تمہارا دامن پکڑوں گا تمہارے اوپر میرا کوئی حق نہیں ہے۔

یہ کہہ کر طاہر علی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس اندھیرے میں جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی چلے گئے۔ جیسے ہوا کا کوئی جھونکا آئے اور نکل جائے ماہر علی نے بڑی دیر کے بعد سر اُٹھایا اور فوراً صابون سے منہ دھو کر تولیہ

سے صاف کیا۔ بعدہٗ آئینہ میں منہ دیکھ کر بولے۔ آپ لوگ گواہ رہیں۔ میں
اِن کو اِس حرکت کا مزہ چکھاؤں گا ؛

ایک دوست۔ اجی جانے بھی دیجئے مجھے تو دیوانہ سے معلوم ہوتے
ہیں ؛

دوسرا دوست۔ دیوانہ نہیں تو اور کیا ہیں۔ یہ بھی بھلا کوئی سمجھ دار وں
کا کام ہے ؛

ماہر علی۔ ہمیشہ سے بیوی کے غلام رہے جس طرف چاہتی ہے ناک پکڑ کر
گھما دیتی ہے آپ لوگوں سے خانگی دُکھڑا کیا روؤں ؟ میری ماں کی بھائیوں
کی اور خود میری بھاوج کے ہاتھوں جو دُرگت ہوئی ہے وہ کسی دشمن کی
بھی نہ ہو۔ کبھی بلا روئے دانہ نہ نصیب ہوتا تھا۔ میری البتہ یہ ذرا خاطر
کرتے تھے۔ سمجھتے رہے ہوں گے کہ اس کے ساتھ ذرا ظاہر کرو بس زندگی
بھر کے لئے میرا غلام ہو جائے گا۔ ایسی عورت کے ساتھ نباہ کیونکر ہوتا ؟
یہ حضرت لوحیل میں تھے۔ وہاں اُس نے ہم لوگوں کو فاقے کرانے شروع کئے۔
مَیں خالی ہاتھ تھا بڑی مصیبت میں پڑا وہ تو کہئے دور اندیشی کرنے سے
یہ آسامی مل گئی۔ ورنہ خدا ہی جانے کہ ہم لوگوں کی کیا حالت ہوتی۔ ہم
نہار مُنہ تمام دن بیٹھے رہتے تھے اور مٹھائیاں منگا منگا کر کھائی جاتی تھیں
میں ہمیشہ سے اِن کا ادب کرتا رہا۔ یہ اسی کا صلہ ہے جو آپ نے عطا فرمایا
ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا کہ میں نے اتنی ذلت گوارا کی مگر سر تک نہیں
اُٹھایا۔ زبان تک نہیں کھولی۔ نہیں ایک دھکا دیتا تو بیسوں قلابازیاں
کھا جاتے۔ اب بھی دعوے کر دوں تو حضرت بندھے بندھے پھریں مگر اُس
وقت دنیا یہی کہے گی کہ بڑے بھائی کو ذلیل کیا ؛

ایک دوست۔ جانے بھی دو میاں گھروں میں ایسے جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ بیجیاؤں کی بَلا دُور۔ مَردوں کے لئے شرم نہیں ہے۔ لاؤ تاش اُٹھاؤ۔ اب تک تو ایک بازی ہوگئی ہوتی ۔

ماہر علی۔ قسم کلام شریف کی۔ آماں جان نے اپنے پاس کے دو ہزار روپے اِن لوگوں کو کھلا دئے ورنہ پچیس روپیوں میں یہ بیچارے کیا کھا کر سارے خاندان کا خرچ سنبھالتے ۔

ایک کانسٹیبل۔ ہجور۔ گھر گرستی میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔ جانے دیجئے جو ہُوا سو ہُوا۔ وہ بڑے ہیں آپ چھوٹے ہیں دُنیا اُنہیں کو تھوکے گی۔ آپ کی بڑائی ہوگی ۔

ایک دوست۔ میرا شیر کیسا لپکا ہُوا آیا اور قلمدان سے سیاہی اُنڈیل کر مَل ہی تو دی۔ مانتا ہوں ۔

ماہر علی۔ حضرت۔ اس وقت دل نہ جلائیے۔ قسم خدا کی بُرا ملال ہے ۔

طاہر علی یہاں سے چلے تو اُن کی حالت میں وہ اضطراب نہ تھا۔ دل میں پچھتا رہے تھے کہ ناحق اپنی شرافت میں بٹہ لگایا۔ گھر آئے تو کلثوم نے پوچھا۔ کہاں غائب ہوگئے؟ راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک گئیں۔ بچے رو کر سو گئے کہ ابا پھر چلے گئے ۔

طاہر علی۔ ذرا ماہر علی سے ملنے گیا تھا ۔

کلثوم۔ اس کی ایسی کیا جلدی تھی؟ کل مل لیتے۔ تمہیں یوں پھٹے حالوں دیکھ کر شرماتے تو نہ ہوں گے؟

طاہر علی۔ مَیں اُنہیں ایسی سُنائی کہ عمر بھر نہ بھولیں گے۔ زبان تک نہ کُھلی۔ اُسی غصہ میں مَیں نے اُس کے چہرہ پر کالکھ بھی لگا دی ۔

کلثوم اُداس ہوگئی۔ بولی ـــ تم نے بڑی نادانی کا کام کیا۔ نہ کالکھ تم نے اُس کے مُنہ میں نہیں بلکہ اپنے مُنہ میں لگائی ہے۔ تمہاری زندگی بھر کے کئے دھرے پر سیاہی پھر گئی۔ تم نے اپنی ساری نیکیوں کو ملیا میٹ کر دیا۔ آخر یہ تمہیں سوجھی کیا؟ تم تو اتنے غصہ ور کبھی نہ تھے۔ اتنا صبر نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی ہی تھے۔ ان کی پرورش کی تو کون سی حاتم کی قبر پر لات ماری۔ چھی چھی۔ انسان کسی غیر کے ساتھ بھی نیکی کرتا ہے تو دریا میں ڈال دیتا ہے یہ نہیں کہ قرض وصول کرتا پھرے۔ تم نے جو کچھ کیا خدا کی راہ میں کیا اپنا فرض سمجھ کر کیا۔ قرض نہیں دیا تھا۔ کہ معہ سود واپس لے لو۔ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے نہ رکھا۔ ابھی دنیا اُن کو ہنستی تھی۔ اب تمہیں ہنسے گی۔ دنیا ہنسے یا نہ ہنسے۔ اس کی پرواہ نہیں۔ اب تک خدا اور رسول کی نظروں میں وہ خطادار تھے۔ اب تم خطاوار ہو۔

طاہر علی نے نادم ہو کر کہا۔ حماقت تو ہوگئی مگر میں تو بالکل دیوانہ ہوگیا تھا۔

کلثوم۔ بھری مجلس میں اُنہوں نے سر تک نہ اُٹھایا۔ پھر بھی تمہیں غیرت نہ آئی۔ میں تو کہوں گی تم سے کہیں زیادہ شریف وہی ہیں ورنہ تمہاری آبرو ریزی کرا دینا اُن کے لئے کیا مشکل تھا۔

طاہر علی۔ اب یہی خوف ہے کہ کہیں مجھ پر دعوے نہ کر دے۔

کلثوم۔ اُن میں تم سے زیادہ انسانیت ہے!

کلثوم نے اتنا شرمندہ کیا کہ طاہر علی رو پڑے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر بہت منانے پر کھانے کو اُٹھے اور کھا پی کر سو گئے۔ تین روز تک وہ اُسی کوٹھڑی میں پڑے رہے۔ کچھ عقل کام نہ کرتی تھی کہ کہاں جائیں کیا کریں

کیسے گذر بسر کریں؟ چوتھے دن گھر سے نوکری کی تلاش میں نکلے مگر کہیں کوئی صورت نہ نکلی۔ یکایک اُنہیں سُوجھی کہ کیوں نہ جلد بندی کا کام کروں۔ جیل خانہ میں وہ اس کام کو سیکھ گئے تھے۔ ارادہ پختہ ہو گیا کلثوم نے بھی پسند کیا۔ بلا سے تھوڑا ملے گا کسی کے غلام تو نہ رہو گے سند کی ضرورت نوکری ہی کے لئے ہے وہاں جیل سے آتے ہوؤں کا گذر نہیں پیشہ ورد کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔ اُن کا کام ہی اُن کی سند ہے۔ چوتھے روز طاہر علی نے وہ مکان چھوڑ دیا اور شہر کے دوسرے محلہ میں ایک چھوٹا سا مکان لے کر جلد بندی کا کام کرنے لگے۔

اُن کی بنائی ہوئی جلدیں بہت خوب صورت اور مضبوط ہوتی ہیں۔ کام کی کمی نہیں ہے سر اُٹھانے کی فرصت نہیں ملتی۔ اُنھوں نے اب دو تین جلد سازوں کو نوکر رکھ لیا ہے اور شام تک دو تین روپے کی مزدوری کر لیتے ہیں۔ وہ کبھی اتنے مرفہ حال نہ تھے۔

(۸۴)

بنارس کے میونسپل بورڈ میں مختلف سیاسی عقاید کے لوگ موجود تھے۔ بادشاہت سے لے کر جمہوریت تک سبھی خیالات کے لوگ تھے۔ ابھی تک دولت و ثروت کا بول بالا تھا مہاجنوں اور رئیسوں کی کثرت تھی۔ جمہوریت پسند فرقہ کمزور تھا۔ اُسے سر اُٹھانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ راجہ مہیندر کمار کی ایسی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ کوئی اُن کی مخالفت نہ کر سکتا تھا۔ مگر پانڈے پور کے ستیاگرہ نے جمہوریت پسندوں میں ایک نئی اجتماعی قوت پیدا کر دی۔ اُس سانحہ کا سارا الزام راجہ صاحب پر عاید کیا جانے لگا۔ تحریک شروع ہوئی کہ اُن پر بد اعتقادی کی تجویز پیش کی جائے

تحریک روز بروز زور پکڑنے لگی۔ جمہوریت کے حامیوں نے طے کر لیا کہ موجودہ انتظام کا خاتمہ کر دینا چاہئے جس کی وجہ سے عوام کو اتنی مصیبت برداشت کرنی پڑی۔ راجہ صاحب کے لئے یہ ایک سخت امتحان کا موقع تھا۔ ایک طرف تو حکام اُن سے بدظن تھے۔ دوسری طرف یہ مخالف جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ بڑی مشکل میں پڑے اُنھوں نے جمہوریت پسندوں کی مدد سے حکام کی مخالفت کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اُن کے سیاسی عقاید میں بھی کچھ تغیر واقع ہو گیا تھا۔ وہ عوام کو ساتھ لے کر میونسپلٹی کا کام کرنا چاہتے تھے۔ پر اب کیا ہو؟ اس تجویز کو روکنے کی کوشش کرنے لگے۔ جمہوریت پسند طبقہ کے رہنماؤں سے ملے۔ اُن کی بہت کچھ تشفی کی کہ آیندہ اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوگا۔ اِدھر اپنی جماعت کو بھی مضبوط کرنے لگے۔ جمہوری خیالات والوں کو وہ ہمیشہ سے حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے لیکن اب مجبوراً اُنھیں کی خوشامد کرنی پڑی۔ وہ جانتے تھے کہ بورڈ میں یہ تجویز رکھ دی گئی تو اُس کا منظور ہو جانا یقینی ہے۔ خود دوڑتے تھے اپنے دوستوں کو بھی دوڑاتے تھے کہ کسی طرح یہ بلا سر سے دُور ہو مگر پانڈے پور کے جلاوطنوں کا تمام شہر میں روتے پھرنا اُن کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیتا تھا۔ لوگ پوچھتے تھے۔ ہمیں کیونکر یقین ہو کہ ایسی حالت میں آپ پھر ایسی ہی خودسری سے کام نہ کریں گے۔ سُور داس ہمارے شہر کا ایک رتن (جواہر) تھا۔ دیے سنگھ اور راندر دت انسانی جماعت کے دو رتن تھے۔ اُن کا خون کس کی گردن پر ہے۔

بالآخر وہ تجویز حسب ضابطہ بورڈ میں پیش ہی کر دی گئی۔ اُس روز تڑکے ہی سے بورڈ کے احاطہ میں لوگوں کا مجمع ہونے لگا۔ یہاں تک کہ دوپہر

ہوتے ہوتے دس بارہ ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ ایک بجے تجویز پیش ہوئی۔
راجہ صاحب نے کھڑے ہو کر نہایت دردناک الفاظ میں اپنی صفائی دی۔
ثابت کیا کہ میں مجبور تھا اگر اُسی حالت میں میری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا
تو وہ بھی وہی کرتا جو میں نے کیا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ
ہی نہ تھا۔ اُن کے آخری الفاظ یہ تھے —— مجھے عہدہ کی پرواہ نہیں۔
عزت کی پرواہ نہیں۔ صرف آپ کی خدمت کی پرواہ ہے۔ اب اور بھی
زیادہ اِس لئے کہ مجھے پرائسچت (کفارہ) کرنا ہے جسے اِس عہدہ سے سبکدوش
ہو کر میں نہ کر سکوں گا کیونکہ اُس کا ذریعہ ہی میرے ہاتھوں سے نکل جائیگا
سورداس سے مجھے اُتنی ہی عقیدت ہے جتنی کسی اور شخص کو ہو سکتی ہے۔
آپ لوگوں کو شاید معلوم نہیں ہے کہ میں نے شفاخانہ میں جا کر اُن سے معافی
مانگی تھی اور سچے دل سے افسوس ظاہر کیا تھا۔ سورداس ہی کا حکم تھا کہ
میں اپنے عہدہ پر قائم رہوں ورنہ میں نے تو پہلے ہی سے استعفاء دینے کا
ارادہ کر لیا تھا۔ کنور ونے سنگھ کی بے وقت وفات کا رنج جتنا مجھے ہے
اُتنا اُن کے والدین کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا وہ میرے بھائی تھے۔
اُن کی وفات سے میرے دل پر وہ زخم لگا ہے جس کا اندمال تاحیات نہ
ہوگا۔ اندر دت سے بھی میری گہری دوستی تھی۔ کیا میں اتنا کمینہ اتنا مکّار
ہوں کہ اپنے ہاتھوں اپنے بھائی اور اپنے دوست کی گردن پر چھُری
پھیرتا؟ یہ الزام بالکل نامنصفانہ ہے یہ میرے جلے ہوئے پر نمک چھڑکنا
ہے۔ میں اپنے ضمیر اور خدا کے سامنے بیگناہ ہوں میں آپ کو اپنی خدمتوں
کی یاد نہیں دلانا چاہتا۔ وہ تو مسلّمہ ہے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے کہ میں نے
آپ کی خدمت میں اپنا کتنا وقت صرف کیا ہے۔ کتنی محنت کتنی جانفشانی

کی ہے۔ میں رعایت نہیں چاہتا۔صرف انصاف چاہتا ہوں ۔

تقریر نہایت مؤثر تھی مگر جمہوریت پسندوں کو اپنے ارادہ سے باز نہ رکھ سکی۔ پندرہ منٹ میں کثرت رائے سے رزولیوشن منظور ہوگیا اور راجہ صاحب نے بھی اُسی وقت استعفےٰ دے دیا۔ جب وہ لورڈ کے کمرہ سے باہر نکلے تو عوام نے جنہیں اُن کی تقریر سُننے کا موقع نہ ملا تھا اُن پر اتنی پھبتیاں اُڑائیں اسی تالیاں بجائیں کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے موٹر تک پہنچ سکے۔ پولیس نے کافی احتیاط نہ برتی ہوتی تو ضرور فساد ہو جاتا۔ راجہ صاحب نے ایک بار مُڑ کر لورڈ کے کمرہ کو آبدیدہ ہو کر دیکھا اور چلے گئے۔ نیک نام ہونا اُن کی زندگی کا خاص مقصد تھا اور اس کا یاس انگیز نتیجہ ہوا۔ زندگی بھر کے کئے کرائے پر پانی پھر گیا۔ ساری نیک نامی۔ ساری عزت۔ ساری شہرت عوام کے غصّہ کے سیلاب میں بہہ گئی!

راجہ صاحب وہاں سے چلے گئے گھر آئے تو دیکھا کہ اندرا اور صوفیا دونوں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی ہیں۔ اُنہیں دیکھتے ہی اندرا بولی ——مس صوفیا سُورداس کا مجسّمہ نصب کرنے کے لئے چندہ جمع کر رہی ہیں۔ آپ بھی تو اُس کی جانبازی کے مدّاح تھے۔ کتنا دیجئے گا؟

صوفیا۔ اندرا رانی نے ایک ہزار روپے دئے ہیں اور اس کے دوگنے سے کم دینا آپ کے لئے نازیبا ہوگا۔

مہیندر کمار۔ میں اس کا جواب سوچ کر دوں گا۔

صوفیا۔ میں پھر کب آؤں؟

مہیندر کمار نے ظاہرداری سے کہا۔ آپ کے آنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود بھیج دوں گا۔

صوفیا نے اُن کے چہرہ کی طرف دیکھا تو تیور بدلے ہوئے تھے۔ وہ اُٹھ کر چلی گئی تو راجہ صاحب نے اندو سے کہا۔ تم مجھ سے بلا پوچھے ایسا کام کیوں کر گزرتی ہو جس سے میری سراسر بے عزتی ہوتی ہے؟ میں نہیں کتنی بار سمجھا کر ہار گیا۔ آج اُسی اندھے کی بدولت مجھے منہ کی کھانی پڑی۔ بورڈ نے مجھ پر بے اعتمادی کا رزولیوشن پاس کر دیا اور اُسی کے مجسمہ کے لئے تم نے چندہ دیا اور مجھے بھی دینے کو کہہ رہی ہو۔

اندو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ بورڈ میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ نے بھی تو کہا تھا کہ اس رزولیوشن کے پاس ہونے کا امکان نہیں ہے۔

راجہ۔ کچھ نہیں۔ تم مجھے ذلیل کرنا چاہتی ہو۔

اندو۔ آپ اُس روز سورداس کی تعریف کر رہے تھے۔ میں نے سمجھا کہ چندہ دینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ میں کسی کے دل کی بات تھوڑا ہی جانتی ہوں۔ آخر وہ رزولیوشن پاس کیسے ہو گیا۔

راجہ۔ اب میں کیا جانوں کہ کیسے پاس ہو گیا۔ اتنا جانتا ہوں کہ پاس ہو گیا۔ ہمیشہ سبھی کام اپنی مرضی یا اُمید کے موافق تو ہوا نہیں کرتے۔ جن لوگوں پر میرا کامل اعتماد تھا اُنہوں نے دغا کیا۔ وہ بورڈ میں آئے ہی نہیں۔ میں ایسا متحمل مزاج نہیں ہوں کہ جس کے سبب میری ذلت ہو اُسی کی پرستش کروں۔ بس حتی الامکان اِس مجسمہ والی تحریک کو سرسبز نہ ہونے دوں گا۔ بدنامی تو ہو ہی رہی ہے اور ہو اُس کی پرواہ نہیں۔ میں سرکار کو ایسا بھر دوں گا کہ مجسمہ نصب نہ ہونے پائے گا۔ ملک کو نفع پہنچانے کی طاقت اب چاہے نہ ہو پر نقصان پہنچانے کی طاقت ہے اور یہ طاقت روز بروز بڑھتی جائے گی۔ تم بھی اپنا چندہ واپس لے لو۔

اندو۔(متحیّر ہوکر) دئے ہوئے روپے واپس کرلوں؟
راجہ۔ ہاں۔اس میں کوئی ہرج نہیں ÷
اندو۔آپ کو کوئی ہرج نہ معلوم ہوتا ہو۔میری تو اس میں سراسر ذلّت ہے +
راجہ۔جس طرح تمہیں میری ذلّت کی پرواہ نہیں اُسی طرح اگر مَیں بھی تمہاری ذلّت کی پرواہ نہ کروں تو کوئی بے انصافی نہ ہوگی +
اندو۔میں آپ سے روپے تو نہیں مانگتی ۔

بات پر بات نکلنے لگی۔حتیٰ کہ ردّوکد پر نوبت پہنچی۔پھر طنز کی باری آئی حتےٰ کہ ایک لحہ میں بدزبانی ہونے لگی اپنے اپنے خیال کے مطابق دونوں حق پر تھے اس لئے کوئی نہ دبتا تھا ÷

راجہ صاحب نے کہا۔ نہ جانے وہ کون سا دن ہوگا کہ مجھے تم سے نجات ملے گی۔موت کے سوا شاید اب کہیں ٹھکانا نہیں ہے ÷
اندو۔آپ کو اپنی عزّت و نیکنامی مبارک رہے۔میرا بھی ایشور مالک ہے مَیں بھی زندگی سے تنگ آگئی۔کہاں تک لونڈی بنوں؟ اب حد ہوگئی ۔
راجہ۔تم میری لونڈی بنوگی! وہ دوسری ستی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں پر جان نچھاور کردیتی ہیں۔تمہارا بس چلے تو مجھے زہر دے دو اور دے ہی رہی ہو۔اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا ÷
اندو۔یہ زہر کیوں اُگلتے ہو۔صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ میرے گھر سے نکل جا۔مَیں جانتی ہوں کہ آپ کو میرا رہنا شاق گذرتا ہے۔آج سے نہیں بہت دنوں سے جانتی ہوں۔اُسی دن جان گئی تھی جب مَیں نے ایک مہری کو اپنی نئی ساڑی دے دی تھی اور آپ نے مہابھارت مچایا تھا۔

اُسی دن سمجھ گئی تھی کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے کی نہیں۔ جتنے دن یہاں رہی۔ کبھی آپ نے یہ نہ سمجھنے دیا کہ یہ میرا گھر ہے۔ پیسے پیسے کا حساب دے کر بھی گلا نہیں چھوٹا۔ شاید آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ میرے ہی روپئے کو اپنا کہہ کر من مانا خرچ کرتی ہے اور یہاں آپ کا ایک دھیلا چھونے کی قسم کھاتی ہوں۔ آپ کے ساتھ بیاہ ہوا ہے آپ کے ہاتھوں کچھ اپنا ضمیر نہیں فروخت کر دیا ❖

مہیندر نے ہونٹ چبا کر کہا۔ بھگوان سب دُکھ دے پر بُرے کا ساتھ نہ دے۔ موت پہلے ہی دے دے۔ تم جیسی عورت کا گلا گھونٹ دینا بھی ثواب میں داخل ہے۔ اس حکومت کی خیریت مناؤ کہ جس میں کر رہی ہو۔ اپنی حکومت ہوتی تو یہ قینچی سی چلنے والی زبان تالو سے کھینچ لیتا ❖

اندو۔ اچھا اب چُپ رہئیے بہت ہو گیا۔ میں آپ کی گالیاں سُننے نہیں آئی ہوں۔ یہ لیجئے اپنا گھر۔ خوب پیر پھیلا کر سوئیے ❖

راجہ۔ جاؤ۔ کسی طرح دامن بھی ہو۔ بلّی بخشے چوہا اکیلا ہی بھلا ❖

اندو نے دبی زبان سے کہا۔ یہاں کون تمہارے لئے دیوانہ ہو رہا ہے ؟

راجہ نے غضب ناک ہو کر کہا۔ گالیاں دے رہی ہے زبان کھینچ لوں گا۔

اندو جانے کے لئے دروازہ تک گئی تھی۔ یہ دھمکی سُن کر لوٹ پڑی اور شیرنی کی طرح بپھر کر بولی۔ اِس بھروسہ پر نہ رہئیے گا۔ بھائی مر گیا ہے تو کیا۔ گڑ کا باپ کولھو تیار ہے۔ سر کے بال نہ بچیں گے ایسے ہی بھلے مانس ہوتے تو دنیا میں اتنا اپجس (رسوائی) کیسے کماتے ؟

یہ کہہ کر اندو اپنے کمرہ میں گئی۔ اُن چیزوں کو سمیٹا جو اُسے مائکہ میں ملی تھیں۔ وہ سب چیزیں الگ کر دیں جو یہاں کی تھیں۔ فکر نہ تھی غم نہ تھا

ایک آگ تھی جو اُس کے نازک جسم میں زہر کی طرح پھیل رہی تھی۔ مُنہ سُرخ تھا آنکھیں سُرخ تھیں۔ ناک سُرخ تھی۔ روئیں روئیں سے چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔ ذلّت ایک آتشیں شے ہے *

اپنی سب چیزیں سنبھال کر آنا دنے اپنی خاص گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا۔ گاڑی تیار ہونے تک وہ برآمدہ میں ٹہلتی رہی۔ جیوں ہی پھاٹک پر گھوڑوں کی ٹاپ سُنائی دی وہ آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ جس گھر کی وہ رانی تھی جسے وہ اپنا سمجھتی تھی جس میں کہیں ذرا سا کوڑا پڑا ہوا دیکھ کر وہ نوکروں کے سر ہو جاتی تھی اُسی گھر سے وہ اس طرح نکل گئی جیسے روح قالب سے۔ اُسی قالب سے جس کی وہ ہمیشہ حفاظت کرتی تھی اور جس کی ذرا ذرا سی تکلیف سے خود بے چین ہو جاتی تھی۔ کسی سے کچھ نہ کہا اور نہ کسی کی ہمّت پڑی کہ اُس سے کچھ پُوچھے۔ اُس کے چلے جانے کے بعد مہراجن نے جا کر مہیندر سے کہا۔ سرکار۔ رانی بہو نہ جانے کہاں چلی جا رہی ہیں!

مہیندر نے اُس کی طرف گھُور کر کہا۔ جانے دو *

مہراجن۔ سرکار صندوک اور صندوقچے لئے جاتی ہیں *

مہیندر۔ کہہ دیا۔ جانے دو *

مہراجن۔ سرکار روٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ابھی دور نہ گئی ہوں گی۔ آپ منالیں *

مہیندر۔ میرا سر نہ کھا *

آنا دا اپنا سب سامان لئے ہوئے سیوا بھون پہنچی تو جا ہنوی نے کہا۔ تم لڑ کر آرہی ہو۔ کیوں؟

اندو۔ کوئی اپنے گھر میں نہیں رہنے دیتا تو کیا زبردستی ہے ؟
جا نھوی صوفیا نے آتے ہی آتے مجھ سے کہا تھا۔ آج خیریت نہیں ہے ..
اندو۔ میں لونڈی بن کر نہیں رہ سکتی۔
جانھوی۔ تم نے اُن سے بلا پوچھے چندہ کیوں لکھا ؟
اندو۔ مَیں نے کسی کے ہاتھوں اپنا ضمیر نہیں بیچا۔
جانھوی۔ جو استری اپنے پُرش کی ہتک کرتی ہے اُسے لوک پرلوک کہیں ساتھی نہیں مل سکتی۔
اندو۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ یہاں سے بھی چلی جاؤں ؟ میرے زخم پر نمک نہ چھڑکئے۔
جانھوی۔ پچھتاؤ گی اور کیا۔ سمجھاتے سمجھاتے ہار گئی پر تم نے اپنی ہٹ نہ چھوڑی۔

اندو یہاں سے اُٹھ کر صوفیا کے کمرہ میں چلی گئی۔ ماں کی باتیں اُسے زہر سی لگیں۔

یہ جھگڑا اب ازدواجی دائرہ سے نکل کر سیاسی دائرہ میں پہنچا۔ مہیندر کمار اُدھر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس تحریک کی مخالفت کر رہے تھے۔ لوگوں کو چندہ دینے سے روکتے تھے اور صوبہ کی گورنمنٹ کو بھی اُٹھا رہے تھے۔ اِدھر اندو صوفیا کے ساتھ چندہ وصول کرنے میں مصروف تھی۔ مسٹر کلارک ابھی تک راجہ صاحب سے کینہ رکھتے تھے اپنی ذلت بھولے نہ تھے۔ اُنھوں نے عوام کی اس تحریک میں دست اندازی کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ صاحب کی ایک نہ چلی۔ چندہ کثرت سے

وصول ہونے لگا۔ ایک ماہ میں ایک لاکھ سے زیادہ آ گیا۔ کسی پر کسی طرح کا دباؤ نہ تھا۔ کسی سے کوئی سفارش نہ کرتا تھا۔ دونوں دیویوں کی کوششوں کا معجزہ تھا۔ نہیں اُن شہیدوں کی جانبازی کی کرامات تھی۔ جنہیں یاد کرکے لوگ ابھی رویا کرتے تھے۔ لوگ خود آکر چندہ دیتے تھے۔ اور اپنی حیثیت سے زیادہ مسٹر جان سیوک نے بھی اپنی خوشی سے ایک ہزار روپے دئے۔ انڈ نے اپنا چندہ ایک ہزار تو دیا تھا اب اپنے کئی قیمتی زیورات بھی دے ڈالے جو بیس ہزار کو فروخت ہوئے۔ راجہ صاحب کے دل پر سانپ سا لوٹتا رہتا تھا۔ پہلے پوشیدہ پھر علانیہ طور سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ گورنر کے پاس خود گئے۔ رؤسا کو بھڑکایا۔ سب کچھ کیا مگر جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا +

چھ مہینے گزر گئے۔ سورداس کا مجسمہ بن کر آ گیا۔ پونا ایک مشہور کاریگر نے اُسے ایک قومی خدمت سمجھ کر بنا دیا تھا۔ اُسے پانڈے پور میں نصب کرنے کی تجویز تھی۔ جان سیوک نے خوشی اجازت دے دی۔ جہاں سورداس کا جھونپڑا تھا وہیں اُسے نصب کیا گیا۔ نیک ناموں کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے انسانوں کے پاس اور کون سا ذریعہ ہے؟ اشوک کی یاد بھی تو اُس کے سنگیں ستونوں کی تحریروں سے تازہ ہے۔ والمیک اور ویاس ہومر اور فردوسی سب کو تو نہیں ملتے :۔

پانڈے پور بڑی دھوم دھام سے جلسہ ہو رہا تھا۔ شہر کے لوگ اپنے اپنے کام چھوڑ کر اس میں شامل ہوئے تھے۔ رانی جاہنوی نے اس مجسمہ کو قائم کیا۔ اس کے بعد دیر تک گانا بجانا ہوتا رہا۔ پھر قومی رہنماؤں کی پر اثر تقریریں ہوئیں اور پہلوانوں نے اپنے اپنے کرتب دکھائے شام کو ایک دعوت دی

گئی۔ چھوت اور اچھوت ایک قطار میں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ یہ سُورداس کی سب سے بڑی فتح تھی۔ رات کو ایک ناٹک منڈلی (جماعت) نے سُورداس نامی ناٹک کھیلا جس میں سُورداس ہی کے حالات بیان کئے گئے تھے۔ یہ صوفیہ نے انگلستان سے یہ ناٹک بنا کر اسی موقع کے لئے بھیجا تھا۔ بارہ بجتے بجتے جلسہ ختم ہُوا۔ لوگ اپنے اپنے گھر گئے۔ وہاں سنّاٹا چھا گیا۔

چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اور اُس کی اُجلی روشنی میں سُورداس کی مورت ایک ہاتھ میں لاٹھی ٹیکتی ہوئی اور دوسرا ہاتھ کسی غیبی داتا کے سامنے پھیلائے کھڑی تھی۔ وہی کمزور جسم تھا۔ پسلیاں نکلی ہوئیں کمر جھکی ہُوئی۔ چہرہ پر مسکینتی اور سادگی چھائی ہوئی مجسّم سُورداس معلوم ہوتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ متحرک تھا اور یہ ساکن۔ وہ گویا تھا اور یہ خاموش۔ اور بنانے والے نے اُس میں ایک ایسی محبّت کی نمود بھر دی تھی جس کا اصل میں پتہ نہ تھا۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بیکُنٹھ کا بھکاری دیوتاؤں سے سنسار کے کلیان کی بھیک مانگ رہا تھا!

آدھی رات گزر چکی تھی۔ ایک شخص سائیکل پر سوار ہو کر مجسّمہ کے قریب آیا۔ اُس کے ہاتھ میں کوئی اوزار تھا۔ اُس نے لمحہ بھر تو مورت کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر اُسی اوزار سے اُس پر وار کیا۔ تڑاق کی آواز ہوئی اور وہ سنگین بُت دھماکے کے ساتھ زمین پر آ گرا اور اُسی شخص پر جس نے اُسے توڑا تھا۔ وہ شاید دوسرا وار کرنے والا تھا کہ اتنے میں بُت گر پڑا۔ وہ بھاگ نہ سکا۔ اُسی کے نیچے دب گیا۔ صبح لوگوں نے دیکھا تو راجہ مہیندر کمار سنگھ تھے۔ سارے شہر میں خبر پھیل گئی کہ راجہ صاحب نے سُورداس کی مورت توڑ ڈالی اور خود اُسی کے نیچے دب گئے جب تک جیا سُورداس کے ساتھ

دشمنی رکھی اور اُس کے مرنے پر بھی دشمنی نہ چھوڑی۔ ایسے حاسد انسان بھی ہوتے ہیں۔ ایشور نے اُس کا پھل بھی فوراً دے دیا۔ جب تک جیئے سُورداس سے نیچا دیکھا اور مرے بھی تو اُسی کے مجسمہ کے نیچے دب کر۔ دشمن قوم قاتل مکّار دغا باز اور اس سے بھی زیادہ ثقیل الفاظ میں اُن کا ذکر کیا گیا ✦

کاری گروں نے پھر مسالہ سے مورت کے پیر جوڑے اور اُسے کھڑا کیا۔ لیکن اُس ضرب کے نشانات ابھی تک پیروں پر بنے ہوئے ہیں اور چہرہ بھی بگڑ گیا ہے ✤

(۴۹)

اِدھر سُورداس کی یادگار قائم کرنے کے لئے چندہ فراہم کیا جا رہا تھا۔ اُدھر قلیوں کے مکانات کی سنگ بنیاد رکھنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں شہر کے معززین مدعو کئے گئے تھے۔ صوبہ کے گورنر سے سنگِ بنیاد رکھنے کی استدعا کی گئی تھی۔ ایک گارڈن پارٹی ہونے والی تھی۔ گورنر صاحب کو ایڈریس دیا جانے والا تھا۔ مسز سیوک دل و جان سے تیاریاں کر رہی تھیں۔ بنگلہ کی صفائی اور آرایش ہو رہی تھی۔ جھالریں وغیرہ بنائی جا رہی تھیں۔ انگریزی بینڈ بلایا گیا تھا۔ مسٹر کلارک نے سرکاری اہلکاروں کو مسز سیوک کی مدد کے لئے تعینات کر دیا تھا اور خود بھی چاروں طرف دوڑتے پھرتے تھے ✦

مسز سیوک کے دل میں اب ایک نئی اُمید پیدا ہو گئی تھی۔ شاید ونے سنگھ کی موت سے صوفیا اب مسٹر کلارک کی طرف متوجہ ہو۔ اِس لئے وہ مسٹر کلارک کی اور بھی خاطر و مدارات کر رہی تھیں۔ صوفیا کو خود جا کر ساتھ لانے کا قصد کر چکی تھیں۔ جیسے بنے گا ویسے لاؤں گی۔ خوشی سے نہ آئے گی تو جبراً لاؤں گی روؤں گی پیروں پڑوں گی اور بغیر ساتھ لائے اُس کا گلا نہ

چھوڑوں گی ۔

مسٹر جان سیوک کمپنی کی سالانہ رپورٹ تیار کرنے میں مصروف تھے ۔ سال گذشتہ کا منافع ظاہر کرنے کے لئے اُنھوں نے اسی موقع کو پسند کیا تھا۔ اگر واقعی منافع بہت کم ہُوا تھا مگر جمع خرچ میں حسب دلخواہ تصرف کر کے وہ اُمید سے بڑھ کر منافع دکھلانا چاہتے تھے کہ کمپنی کے حصص کا نرخ چڑھ جائے اور لوگ اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ اِدھر کے نقصان کو وہ اِس حکمت سے پورا کرنا چاہتے تھے۔ کلرکوں کو رات رات بھر کام کرنا پڑتا تھا اور خود مسٹر سیوک حساب کے بنانے میں اُس سے کہیں زیادہ محنت کر رہے تھے جتنا کہ جلسہ کی تیاری میں ۔

لیکن مسٹر ایشور سیوک کو یہ تیاریاں جنہیں وہ فضول خرچی کہتے تھے۔ ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ وہ بار بار جھنجھلاتے تھے۔ بیچارے بُوڑھے آدمی کو صبح سے شام تک سرکھپاتے گذرتا تھا۔ کبھی بیٹے پر جھلاتے۔ کبھی بہو پر۔ کبھی منتظموں پر۔ کبھی ملازموں پر۔ یہ پانچ مس رب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا لوگ اِس میں نہائیں گے؟ من بھر کافی تھی۔ کام تو نصف من میں ہی چل سکتا تھا انبی شراب کی کیا ضرورت؟ کوئی پرنالہ بہانا ہے یا مہمانوں کو پلا کر اُن کی جان لینا ہے؟ اس سے کیا فائدہ کہ لوگ پی پی کر بدمست ہو جائیں اور آپس میں جوتی پیزار ہونے لگے؟ لگا دو گھر میں آگ یا مجھی کو زہر دے دو۔ نہ زندہ رہوں گا نہ جلن ہوگی۔ خداوند یسوع مجھے اپنے دامن میں لے۔ اس اندھیر کا کچھ ٹھکانا ہے۔ فوجی بینڈ کی کیا ضرورت؟ کیا گورنر کوئی بچہ ہے جو باجہ سُن کر خوش ہوگا یا شہر کے رؤساء باجہ کے بھوکے ہیں؟ یہ آتشبازیاں کیا ہوں گی؟ غضب خدا کا! کیا ایک سرے سے سب بھنگ پی گئے ہیں؟ گورنر کا خیر مقدم ہے یا کسو

کا کھیل؟ پٹاخے اور چھچھوندریں کس کو خوش کریں گی؟ مانا کہ پٹاخے اور چھچھوندریں نہ ہوں گی۔ انگریزی آتشبازی ہوگی مگر کیا گورنر نے آتشبازی نہیں دیکھی؟ فضول کام کرنے سے کیا مطلب؟ کسی غریب کا گھر جل جائے کوئی اور حادثہ ہو جائے تو لینے کے دینے پڑ جائیں۔ ہندوستانی رئیسوں کے لئے یہ پھل میوے اور قسم قسم کی مٹھائیاں منگانے کی کیا ضرورت؟ وہ ایسے مرے بھوکے نہیں ہوتے۔ ان کے لئے ایک ایک سگریٹ کافی تھا۔ ہاں پان الائچی کا بندوبست اور کر دیا جاتا بس۔ وہ یہاں کوئی دعوت کھانے تو آئیں گے نہیں۔ کمپنی کی سالانہ رپورٹ سننے آئیں گے۔ ارے او خانساماں سور! ایسا نہ ہو کہ میں تیرا سر توڑ کر رکھ دوں۔ جو جو وہ پگلی (مسز سیوک) کہتی ہے تو وہی کرتا ہے تجھے بھی کچھ تمیز ہے کہ نہیں؟ جانتا ہے آج کل چار روپیہ سیر انگور ملتے ہیں۔ اُن کی مطلق ضرورت نہیں۔ خبردار جو یہاں انگور آئے۔ خلاصہ یہ کہ کئی دنوں کی لگاتار بکواس سے اُن کی طبیعت کچھ خراب سی ہو رہی تھی۔ کوئی اُن کی سنتا نہ تھا۔ سب من مانی کرتے تھے۔ جب وہ بکتے بکتے تھک جاتے تو اُٹھ کر باغ میں چلے جاتے لیکن تھوڑی دیر بعد پھر آ پہنچتے۔ اور پہلے کی طرح لوگوں پر بگڑنے لگتے۔ یہاں تک کہ جلسہ کے ایک ہفتہ قبل جب مسٹر جان سیوک نے یہ تجویز کیا کہ گھر کے سب نوکروں اور کارخانہ کے چپڑاسیوں کو الگ الگ نئی وردیاں دی جائیں تو مسٹر ایشور سیوک نے غصہ کے مارے وہ انجیل جسے وہ ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہرا عینک کی مدد سے مگر دراصل اپنے حافظہ سے پڑھ رہے تھے اپنے سر پر پٹک لی اور بولے —— یا خدا مجھے اِس جنجال سے نکال! سر دیوار کے قریب تھا۔ یہ دھکا لگا تو دیوار سے ٹکرا گیا۔ نوے برس کی عمر۔ کمزور جسم (وہ تو کہو پُرانی ہڈیاں تھیں جو کام دیتی تھیں) بیہوش

ہوش ہو گئے۔ دماغ اِس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا۔ آنکھیں نکل آئیں۔ ہونٹ کھُل گئے اور جب تک لوگ ڈاکٹروں کو بُلائیں اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ خدا نے اُن کی آخری دُعا قبول کر لی۔ اُنہیں اس جنجالی سے نکال لیا۔ یقینی طور سے نہیں کہا جا سکتا کہ اُن کی موت کا خاص سبب کیا تھا۔ چوٹ کا صدمہ یا خانگی تفکرات کا صدمہ۔

صوفیا نے یہ خبر سُنی تو اُس کی کشیدگی جاتی رہی۔ اپنے گھر میں اب اگر کسی کو اُس سے محبت تھی تو وہ ایشور سیوک ہی تھے۔ صوفیا کو بھی اُن سے عقیدت تھی۔ اُس نے فوراً ماتمی لباس پہنا اور اپنے گھر گئی۔ مسز سیوک دوڑ کر اُس سے گلے ملیں اور ماں بیٹی نے مِل کر ایشور سیوک کی لاش پر خوب آنسو بہائے۔

رات کو جب ماتمی دعوت ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھر گئے تو مسز سیوک نے صوفیا سے کہا۔ بیٹی تم اپنا گھر ہوتے ہوئے دوسری جگہ رہتی ہو۔ کیا یہ ہمارے لئے شرم و افسوس کی بات نہیں ہے؟ یہاں اب تمہارے سوا اور کون وارث ہے؟ پربھو کا اب کیا ٹھکانا۔ گھر آئے یا نہ آئے۔ اب تو جو کچھ ہو تمہیں ہو۔ ہم نے اگر کبھی سخت بات کہی ہو گی تو تمہارے بھلے کے لئے۔ میں کچھ تمہاری دشمن تو ہوں نہیں۔ اب اپنے گھر میں رہو۔ یوں آنے جانے کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ رانی صاحب سے بھی مل آیا کرو پر رہنا یہیں چاہئے۔ خدا نے اور تو سب ارمان پورے کر دئے۔ تمہاری شادی بھی ہو جاتی تو بےفکر ہو جاتی۔ پربھو جب آتا دیکھی جاتی۔ اتنے دنوں کا ماتم کم نہیں ہوتا۔ اب وقت گزارنا مناسب نہیں۔ میری خواہش ہے کہ اب کی تمہاری شادی ہو جائے اور گرمیوں میں ہم سب دو تین ماہ کے لئے منصوری چلیں۔

صوفیا نے کہا۔ جیسی آپ کی مرضی کروں گی ◆
ماں۔ اَور کیا صوفی۔ زمانہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ ہماری زندگی کا کیا بھروسہ۔ تمہارے بڑھے پاپا یہ ارمان لئے ہی چلے گئے۔ تو میں تیاری کروں؟
صوفیا۔ کہہ تو رہی ہوں ◆
ماں۔ تمہارے پاپا سُن کر پھُولے نہ سمائیں گے۔ کنور رونے سنگھ کی میں بُرائی نہیں کرتی۔ بڑا جوانمرد تھا مگر بیٹی اپنے ہم مذہب شخص کی بات ہی کچھ اَور ہے ◆
صوفیا۔ ہاں اور کیا ◆
ماں۔ تو اب رانی جاھوی کے یہاں نہ جاؤں گی نہ؟
صوفیا۔ جی نہیں۔ نہ جاؤں گی ◆
ماں۔ آدمیوں سے کہہ دوں تمہاری چیزیں اُٹھا لائیں؟
صوفیا۔ کل رانی صاحبہ خود ہی بھیج دیں گی ◆
مسز سیوک خوش خوش دعوت کا کمرہ صاف کرانے گئیں۔ مسٹر کلارک ابھی وہیں تھے۔ اُنہیں بھی یہ مژدہ سُنایا۔ سُن کر پھڑک اُٹھے۔ باچھیں کھِل گئیں۔ دوڑے ہوئے صوفیا کے پاس گئے اور بولے۔ صوفیا تم نے مجھے زندہ کر دیا۔ آہا۔ میں کتنا خوش نصیب ہوں۔ مگر تم ایک بار اپنے مُنہ سے میرے سامنے کہہ دو۔ تم اپنا وعدہ پورا کرو گی؟
صوفیا۔ کروں گی ◆
اور ابھی بہت سے لوگ موجود تھے ہیں مسٹر کلارک صوفیا کو پیار نہ کر سکے۔ مونچھوں پر تاؤ دیتے اور ہوائی قلعے بناتے اپنے گھر گئے ◆
علے الصباح صوفیا کا اپنے کمرہ میں پتہ نہ تھا۔ تلاش شروع ہوئی۔ مالی

نے کہا کہ میں نے انہیں جاتے تو نہیں دیکھا پر جب یہاں سب لوگ سو گئے تھے تو ایک بار پھاٹک کھلنے کی آواز آئی تھی۔ لوگوں نے سمجھا کہ کنور بھرت سنگھ کے یہاں گئی ہوگی۔ فوراً ایک آدمی بھیجا گیا۔ لیکن وہاں بھی پتہ نہ تھا۔ بڑی ہل چل مچی۔ کہاں گئی؟

جان سیوک۔ تم نے رات کو کچھ کہا سنا تو نہیں تھا؟

مسز سیوک۔ رات کو تو شادی کی بات چیت ہوتی رہی۔ مجھ سے تیاریاں کرنے کو بھی کہا۔ خوش خوش سوئی۔

جان سیوک۔ تمہاری سمجھ کا قصور تھا۔ اس نے تو اپنے دل کی بات ظاہر کر دی۔ تم کو جتا دیا کہ کل میں نہ ہوں گی۔ جانتی ہو شادی سے اس کا مطلب کیا تھا؟ فنا ہو جانا! اب دنیا سے اس کی شادی ہوگی۔ جو یہاں نہ ہو سکی وہ جنت میں ہوگی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ کسی سے شادی نہ کرے گی۔ تم نے رات کو شادی کا تذکرہ چھیڑ کر اسے خوفزدہ کر دیا۔ جو بات کچھ دنوں میں ہوتی وہ آج ہی ہو گئی۔ اب جتنا چاہو رو لو۔ میں تو پہلے ہی رو چکا ہوں۔

اتنے میں رانی جاہنوی آئیں۔ آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئی تھیں۔ انہوں نے ایک خط مسز سیوک کے ہاتھ میں رکھ دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر منہ ڈھانپ کر رونے لگیں۔

یہ صوفیہ کا خط تھا۔ رانی ڈاکیے نے دیا تھا۔ لکھا تھا:

"مادر محترمہ۔ آپ کی صوفیہ آج دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔ جب ونے نہ رہے تو یہاں میں کس کے لئے رہوں؟ اتنے روز تک دل کو تسکین دینے کی کوشش کرتی رہی۔ سمجھتی تھی کہ کتب کے مطالعہ میں اس دکھ بھری یاد کو

غرق کردوں گی اور اپنی زندگی کو خدمتی فرائض کی انجام دہی میں گزار دوں گی۔ مگر میرا پیارا وقفے مجھے بلا رہا ہے۔ میرے بغیر اُسے وہاں ایک لمحہ بھی چین نہیں ہے۔ اُس سے ملنے جاتی ہوں۔ یہ جسم ہی میرے اور اُن کے درمیان میں حائل ہے۔ اِسے میں یہیں چھوڑ دوں گی۔ اسے میں گنگا کو سونپے دیتی ہوں۔ میرا دل بشاش ہے۔ پیر اُڑے جا رہے ہیں۔ خوشی روئیں روئیں میں سما رہی ہے۔ اب جلد ہی مجھے ونے کے درشن ہوں گے۔ آپ میرے لئے غم نہ کیجئے گا۔ مجھے کھوجنے کی بیفائدہ کوشش بھی نہ کیجئے گا کیونکہ جب تک یہ خط آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا۔ صوفیا کا سر ونے کے قدموں پر ہوگا+ مجھے ایک زبردست طاقت کھینچے لئے جا رہی ہے اور سیڑھیاں آپ ہی آپ ٹوٹتی جا رہی ہیں۔ ماما اور پاپا سے کہہ دیجئے گا۔ کہ صوفیا کا بیاہ ہوگیا۔ اب اُس کی فکر نہ کریں "

خط کے ختم ہوتے ہی مسز سیوک دیوانہ وار کرخت لہجہ میں بولیں۔ "تمہیں لوگوں کی گانٹھ ہو۔ میری زندگی کو برباد کرنے والی میری اُمیدوں کو پامال کرنے والی میری عزت بگاڑنے والی کالی ناگن تمہیں ہو۔ تمہیں نے اپنی شیریں کلامی سے اپنی چال بازی سے اپنی جادوگری سے میری سیدھی سادی صوفیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور آخر کو اسے تباہ کر دیا۔ یہ تمہیں لوگوں کی ترغیب و تحریک کا نتیجہ ہے کہ میرا لڑکا آج نہ جانے کہاں اور کس حالت میں ہے اور میری لڑکی کا یہ حشر ہوا۔ تم نے میرے سارے منصوبے خاک میں ملا دئیے "

وہ اُسی حالتِ غیظ میں نہ جانے اور کیا کیا کہتیں کہ مسٹر جان سیوک اُن کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے کھینچ لے گئے۔ ہمدانی جانھوی نے ان نالہ غم اور

اہانت آمیز الفاظ کا کچھ جواب نہ دیا۔ مسز سیلوک کو ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتی رہیں اور پھر بلا کچھ کہے سنے وہاں سے اُٹھ کر چلی گئیں۔

مسز سیلوک کی تمام خواہشوں پر پالا پڑ گیا۔ اُس روز سے پھر انہیں کسی نے گرجا جاتے نہیں دیکھا۔ وہ پھر کبھی گاؤن اور ہیٹ پہنے ہوئے نہیں دکھائی دیں۔ پھر یوروپین کلب میں نہیں گئیں۔ پھر انگریزی عورتوں میں شریک نہیں ہوئیں۔ دوسرے دن علی الصباح پادری ہم اور مسٹر کلارک ماتم پرسی کے لئے آئے۔ مگر مسز سیلوک نے دونوں کو وہ پھٹکار سُنائی کہ اپنا سا منہ لے کر واپس گئے۔ خلاصہ یہ کہ اُسی روز سے اُن کی عقل میں فتور آ گیا۔ دماغ اتنی سخت چوٹیں نہ سہ سکا۔ وہ ابھی تک زندہ ہیں مگر زندہ درگور۔ انسانوں کی صورت سے نفرت ہو گئی ہے۔ کبھی ہنستی ہیں کبھی روتی ہیں کبھی ناچتی ہیں۔ کبھی گاتی ہیں۔ کوئی سامنے جاتا ہے تو دانت نکالے کاٹنے کو دوڑتی ہیں۔

رہے مسٹر جان سیوک وہ مایوسانہ استقلال کے ساتھ صبح سے شام تک اپنے تاجرانہ مشاغل میں منہمک رہتے ہیں۔ اُنہیں اب دنیا میں کوئی خواہش کوئی آرزو نہیں۔ دولت سے اُنہیں سیر چشمانہ محبت ہے۔ کچھ وہی محبت جو اولیائے کرام کو خدا سے ہوتی ہے دولت اُن کے لئے کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ وہ خود مقصد ہے نہ دن کو دن سمجھتے ہیں نہ رات کو رات کاروبار روز بروز بڑھتا جاتا ہے نفع بھی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ انہیں اس میں تسکین ہے۔ ملک میں کوچہ کوچہ۔ دوکان دوکان۔ اس کارخانہ کے سگار اور سگرٹوں کی کثرت ہے۔ وہ اب پٹنہ میں ایک تمباکو کا کارخانہ کھولنے کا سامان درست کر رہے ہیں۔ کیونکہ صوبہ بہار میں تمباکو کثرت پیدا ہوتا ہے اُن کی دولت کی ہوس

علم کی ہوس کی طرح آسودہ نہیں ہوتی۔

(۵۰)

کنورو نے سنگھ کی بہادرانہ موت کے بعد رانی جاہنوی کا جوش دونا ہو گیا۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ مستعدی سے کام کرنے لگیں۔ اُن کے روئیں روئیں سے غیر معمولی سرگرمی ظاہر ہونے لگی۔ عالم ضعیفی کی کاہلی شباب کی تیزی میں تبدیل ہو گئی۔ اُنھوں نے کمربستہ ہو کر سیوا سمتی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ رنواس چھوڑ کر میدانِ عمل میں قدم رکھا اور اتنے جوش سے کام کرنے لگیں کہ سمتی کو جو فروغ کبھی نہ حاصل ہوا تھا وہ اب ہوا۔ روپیہ کبھی اتنا زیادہ نہ تھا اور نہ والنٹیروں کی تعداد ہی کبھی اس قدر کثیر تھی۔ اُن کا خدمتی دائرہ بھی کبھی اتنا وسیع نہ تھا۔ اُن کے پاس جتنی ذاتی دولت تھی وہ سب سمتی کو وقف کر دی حتّٰے کہ اپنے لئے ایک زیور بھی نہ رکھا۔ سنیاسی کا بھیس لے کر دکھا دیا کہ موقع پڑنے پر عورتیں کتنا کام کر سکتی ہیں۔

ڈاکٹر گنگولی کی اُمیدواریاں بھی بالآخر اپنی بے ہنگی میں ظاہر ہو گئیں۔ اُنھیں معلوم ہو گیا کہ موجودہ حالت میں کوئی اُمید رکھنا اپنے ضمیر کو دھوکا دینے کے سوا اَور کچھ نہیں۔ اُنھوں نے کونسل میں مسٹر کلارک کے خلاف بڑا واویلا مچایا مگر وہ سب نالۂ صحرا ثابت ہُوا۔ مہینوں کی بحث اور سوالوں کی بھرمار سب بے سود ہوئی۔ وہ گورنمنٹ کو مسٹر کلارک کی سیہ کے لئے مجبور نہ کر سکے۔ اس کے برعکس مسٹر کلارک کے عہدہ میں ترقی ہو گئی۔ اس پر ڈاکٹر صاحب اتنے برانگیختہ ہوئے کہ آپے میں نہ رہ سکے۔ وہیں بھری سبھا میں گورنمنٹ کو خوب سخت سُست کہا یہاں تک کہ صدر جلسہ نے اُنھیں بیٹھ

جانے کو کہا۔ اُس پر وہ اور بھی گرم ہوئے اور صدر صاحب کی بھی خبر لی اس پر صدر نے اُنہیں کونسل ہاؤس سے باہر چلے جانے کا حکم دیا اور پولیس سے مدد لینے کی دھمکی دی۔ مگر ڈاکٹر صاحب کا غصہ اب بھی فرو نہ ہوا۔ وہ بگڑ کر بولے "آپ حیوانی طاقت سے مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ آپ میں جواب والنصاف کی قوت نہیں ہے۔ آج میرے دل سے وہ اعتقاد اُٹھ گیا جو گزشتہ چالیس برسوں سے مجھے تھا کہ گورنمنٹ انصاف کی طاقت سے حکومت کرنا چاہتی ہے۔ آج اس طاقت کی قلعی کھل گئی ہماری آنکھوں کے سامنے سے وہ پردہ ہٹ گیا اور ہم گورنمنٹ کو اُس کی بے حجابانہ اور برہنہ شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ اب ہمیں صاف نظر آرہا ہے کہ صرف ہم کو پیل کر تیل نکالنے کے لیے ہماری ہستی مٹانے کے لئے ہماری تہذیب وانسانیت کا خون کرنے کے لئے ہم کو غیر محدود زمانہ تک چکی کا بیل بنائے رکھنے کے لئے ہم پر حکومت کی جا رہی ہے۔ اب تک جو کوئی مجھ سے ایسی باتیں کرتا تھا تو میں اُس سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتا تھا میں آنریبل ہیوم اور لبسنٹ وغیرہ کی تعریف کر کے اُسے لاجواب کر دینے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر اب معلوم ہو گیا کہ مقصد سب کا ایک ہے صرف حصول کے ذرائع میں فرق ہے۔"

وہ زیادہ نہ بولنے پائے۔ پولیس کا ایک سارجنٹ اُنہیں وہاں سے باہر نکال لے گیا۔ اور ممبر بھی وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ پہلے تو لوگوں کو اندیشہ تھا کہ سرکار ڈاکٹر گنگولی پر مقدمہ چلائے گی مگر شاید کارکنانِ متعلقہ کو اُن کی پیرانہ سالی پر رحم آگیا خصوصاً اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اُسی روز گھر آتے ہی اپنا استعفیٰ بھیج دیا

وہ اُسی دن وہاں سے روانہ ہو گئے اور تیسرے روز کنور بھرت سنگھ

سے آملے۔ کنور صاحب نے کہا — تم تو اتنے غصے ور نہ تھے۔ یہ تمہیں ہو کیا گیا؟

گنگولی۔ ہو کیا گیا۔ وہی ہو گیا جو آج سے چالیس برس قبل ہونا چاہیئے تھا۔ اب ہم بھی آپ کا ساتھی ہو گیا۔ اب ہم دونوں سمتی کا کام خوب حوصلہ سے کرے گا۔

کنور۔ نہیں ڈاکٹر صاحب! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا ساتھ نہ دے سکوں گا۔ مجھ میں وہ جوش نہیں رہا۔ وِنے کے ساتھ سب چلا گیا۔ جاہنوی البتہ آپ کی مدد کریں گی۔ اگر اب تک کچھ تامل تھا تو آپ کے اس طرح چلے آنے سے وہ دور ہو گیا کہ سیوا سمتی سے حکام اعلیٰ بدظن ہیں اور اگر میں اس سے علیحدہ نہ رہا تو مجھے اپنی جائداد سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جب یہ یقین ہے کہ ہماری قسمت میں غلامی ہی لکھی ہوئی ہے ......

گنگولی۔ یہ آپ کو کیسے یقین ہوا؟

کنور۔ حالات کو دیکھ کر اور کیا۔ جب یہ یقین ہے کہ ہم ہمیشہ غلام ہی رہیں گے تو میں اپنی جائداد کیوں تلف کروں؟ جائداد بچی رہے گی تو ہم اس معذوری کی حالت میں بھی اپنے غریب بھائیوں کے کچھ کام آسکیں گے۔ اگر وہ بھی نکل گئی تو ہمارے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے۔ ہم رونے والوں کے آنسو بھی نہ پونچھ سکیں گے۔

گنگولی۔ ہا۔ تو کنور وِنے سنگھ کی موت بھی آپ کے اس بیڑی کو نہیں توڑ سکا۔ ہم سمجھا تھا۔ اب آپ چھوٹ گیا پر دیکھتا ہے تو وہ بیڑی ویسا ہی آپ کے پیروں میں پڑا ہوا ہے۔ اب آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہم کیوں جائداد والوں پر بھروسہ نہیں کرتا۔ وہ تو اپنی جائداد کا غلام ہے۔ وہ کبھی سچائی

کا لڑائی نہیں لڑسکتا۔ جو سپاہی سونے کا اینٹ گردن میں باندھ کر لڑنے چلے وہ کبھی نہیں لڑسکتا۔ اُس کو تو اپنے اینٹ کا پھکر رہے گا۔ جب تک ہم لوگ موہ (حرص) کا تیاگ نہیں کرے گا ہمارا مطلب کبھی نہ پورا ہوگا۔ ابھی تک ہم کو کچھ سک تھا پر وہ بھی مٹ گیا کہ جائداد والا آدمی ہمارا مدد کرنے کے بدلے اُلٹا ہمیں نقصان پہنچائے گا۔ پہلے آپ نراس والا تھا اب آپ جائداد والا ہوگیا۔

یہ کہہ کر ڈاکٹر گنگولی بددلی کے ساتھ وہاں سے اُٹھے اور جانھوی کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ کہیں جانے کو تیار بیٹھی ہیں۔ اُنھوں نے دیکھتے ہی ہنس کر ان کی تعظیم کی۔ پھر کہا — اب تو آپ بھی میرے رفیق ہو گئے۔ میں جانتی تھی کہ ہم لوگ ایک نہ ایک روز آپ کو ضرور کھینچ لیں گے جن میں خودداری کا جذبہ ہے اُن کے لئے وہاں جگہ نہیں ہے وہاں انہیں کے لئے جگہ ہے جو یا تو خودغرض ہیں یا اپنے کو دھوکا دیتے ہیں مساق۔ ابھی یہاں دو ایک روز تو آرام کیجئے گا نا؟ میں تو آج کی گاڑی سے پنجاب جا رہی ہوں۔

گنگولی۔ آرام کرنے کا وقت تو اب قریب آگیا ہے۔ اُس کا کیا جلدی ہے تب بہت آرام کرے گا۔ ابھی تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلے گا۔

جانھوی۔ کیا کروں بیچاری صوفیا نہ ہوئی ورنہ اُن سے بڑی مدد ملتی۔

گنگولی۔ ہم کو تو اُس کا حال وہیں ملا تھا۔ اُس کی زندگی ایک دُکھ میں کٹا۔ وہ ختم ہوگیا۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ پریم سے نراس ہو کر وہ کبھی سکھی نہیں رہ سکتا تھا۔ کچھ بھی ہو وہ ستی تھا اور ... ایسی دھرم ہے۔ رانی اندو تو آرام سے ہے نا؟

جالندھری۔ وہ تو مہیندر کمار سے پہلے ہی روٹھ کر چلی آئی تھی۔ اب یہیں رہتی ہے۔ وہ بھی تو میرے ساتھ جا رہی ہے۔ اُس نے اپنی ریاست کے انتظام کے لئے ایک ٹرسٹ قایم کرنا طے کیا ہے جس کے پریسیڈنٹ آپ ہوں گے۔ اُسے ریاست سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔"

اتنے میں اندو آ گئی اور ڈاکٹر گنگولی کو دیکھ کر اُنہیں نمسکار کر کے بولی "آپ خود آ گئے۔ میرا تو ارادہ تھا کہ پنجاب ہوتے ہوئے آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوں۔"

ڈاکٹر گنگولی نے کچھ کھانا کھایا اور شام کے وقت تینوں آدمی یہاں سے روانہ ہو گئے۔ اُن کے دلوں میں ایک ہی لگن تھی۔ ایک ہی آگ تھی۔ اُنہیں ایشور پر پورا بھروسہ تھا۔

کنور بھرت سنگھ اب پھر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پھر وہی سیر و شکار ہے۔ وہی رئیسانہ تکلفات۔ وہی امیرانہ نخرے۔ وہی نمود و نمائش۔ اُن کے مذہبی اعتقاد کی جڑ اُکھڑ گئی ہے۔ اِس زندگی کے بعد اب اُن کے لئے لامتناہی خلا اور غیر محدود نیستی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ دنیا ناپائدار ہے۔ عقبیٰ بھی ناپائدار ہے۔ جب تک زندگی ہے ہنس کھیل کر گزار دو۔ مرنے کے پیچھے کیا ہوگا سو کون جانتا ہے؟ دنیا سدا اسی طرح رہی اور اسی طرح رہے گی۔ اُس کا انتظام نہ کسی سے ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا۔ بڑے بڑے دانا بڑے بڑے فلاسفر۔ بڑے بڑے رشی مُنی مر گئے اور کوئی یہ بھید نہ جان سکا۔ ہم محض جبو ہیں اور ہمارا کام فقط جینا ہے۔ حُب الوطنی انسانیت۔ خدمت ایثار۔ یہ سب ڈھکوسلا ہے۔ اب اُن کے مایوس دل کو انہیں خیالات سے تسکین ملتی ہے۔

ادبی تصانیف

پریم بتیسی حصہ اوّل و دوم

ہندوستان کے بے نظیر افسانہ نویس منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت۔ حیا خودشناسی۔ شجاعت اور آزادیٔ ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ پریم بتیسی آپ کے بتیس تازہ ترین قصوں کا مجموعہ ہے۔ ان قصوں میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ۔ نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہندوستانی مناظر قدرت کے پُرلطف اسکیچ ہیں۔ زندگی کے معمولات کو نہایت خوبی سے سمجھایا۔ اور ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ دو قصے ہیں۔ جو ہندوستانی زندگی میں انقلاب پیدا کردینے والے ہیں۔ غیر ممکن ہے۔ کہ کوئی منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے۔ اور آپ کی جادوبیانی اور سحرنگاری کا قائل نہ ہو جائے قیمت حصہ اوّل [illegible] حصہ دوم عمر

پریم پچیسی حصہ اوّل و دوم

ادیب فطرت نگار منشی پریم چند کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ مقبول تصنیف جو پہلا اڈیشن تمام ہونے کے بعد کہیں سے دستیاب نہ ہوسکتی تھی ؎

اس مجموعے میں ماتنا۔ بڑے گھر کی بیٹی۔ نمک کا داروغہ۔ رانی سارندھا۔ بے غرض محسن۔ آہ بے کس۔ خون سفید صرف ایک آواز۔ کرموں کا پھل۔ غیرت کی کٹاری۔ منزل مقصود وغیرہ خاص طور پر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔

کتابت طباعت اور کاغذ کے متعلق دارالاشاعت پنجاب کی تمام مطبوعات ہی خاص شہرت رکھتی ہیں۔ یہ کتاب سلسلہ کہکشاں میں شامل کر لی گئی ہے۔ اور اسی سلسلے کے چھوٹے سائز پر چھاپی گئی ہے۔

قیمت حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم ۱۲؍

بازارِ حسن حصہ اول و دوم

ادیب فطرت نگار منشی پریم چند کا پہلا ضخیم ناول اُردو میں۔ ایک حسین اور ناز و نعم میں پلی ہوئی لڑکی کی سرگزشت۔ جسے اُس کے باپ کی گرفتاری کے بعد اس کے عزیزوں نے ایک ایسے غریب شخص سے بیاہ دیا۔ جو کسی لحاظ سے اس کے لئے موزوں نہ تھا۔ ایک طوائف کا مکان قریب ہونے کے باعث وہ لڑکی اپنی حالت کا موازنہ اس سے کر کے ہمیشہ رشک کرتی رہی۔ یہاں تک کہ آخر ایک روز شوہر سے لڑائی ہونے کے بعد بازارِ حسن کی زینت بن گئی۔ ایک مخلص قوم نے اسے بہت مشکل سے اس ذلت کے غار سے نکال کر اس راستے پر لگا دیا۔ جو انسانی زندگی کی منزل مقصود ہے۔ ضمناً ان امور پر بھی نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ بازارِ حسن کے فروغ کا سوسائٹی پر کس قدر الزام ہے۔ ہندو مسلم اختلافات کے کیسے مضر نتائج نکلتے ہیں۔ اور

بازارحسن کی اصلاح کے کیا طریق ہیں۔ قیمت حصہ اوّل عہ رحصہ دوم عہم

خواب و خیال

منشی پریم چند کے تازہ ترین چودہ مختصر افسانوں کا مجموعہ۔ ہر افسانہ پختگی خیالات اور شستگی تحریر کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ ارد و حقائق حیاتہ کی مصوری کے ساتھ معاشری مسائل کے نہایت اہم پہلوؤں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ضخامت ۲۴۴ صفحے۔ ٹائیٹل رنگین۔ قیمت عہم

نقش فرنگ

قاضی عبدالغفار صاحب اڈیٹر صباح وجمہور نے یورپ سے واپس آکران تاثرات کو قلمبند فرمایا ہے۔ جو دیار فرنگ کی تاریخی یادگاروں دور حاضر کے محیر العقول تمدن اور مدبرین مغرب کی جنگ زندگی کے مناظر سے آپ کے قلب پر وارد ہوئے تھے۔ یہ کتاب "سفرنامہ" نہیں بلکہ ایک ادیب کے دلاویز و دلفریب خیالات ہیں۔ جن سے دل و دماغ دونوں لذت اندوز ہوتے ہیں۔ قیمت عہم

لیلےٰ یا محاصرۂ غرناطہ

ترجمہ سید امتیاز علی صاحب تاج بی۔ اے۔ اڈیٹر کہکشاں ہیں۔ نمونہ ہیں اسلامی تہذیب و تمدن کی آخری جھلک۔ مو خاندان کے فلسفی شہنشاہ ابوعبداللہ کا حسرتناک انجام تحفظ وطن و مذہب کے لئے غرناطہ کے مردمیدان موسیٰ ابن ابی غازاں کی سرگرم مساعی۔ عیسائیوں کے

محکمہ احتساب کے ہولناک مظالم۔ حصول آزادی کے لئے یہودیوں
کی دیوانہ وار کشمکش۔ اور مذہبوں اور سلطنتوں کی اس جدوجہد کے
درمیان لیلیٰ! ایک مجنون یہودی کی معصوم دختر! جو قوم یہود کو غلامی
سے نجات دلانے کے لئے پروان چڑھائی گئی تھی۔ غرناطہ کے مسلم
مردمیدان کو چاہنے لگی۔ واقعات کی رَو اُسے کہیں سے کہیں بہالے
گئی۔ اور وہ عیسائیت کی آغوش میں جاتی ہوئی اپنے نامراد باپ
کے خنجر سے تمام ہو گئی۔ انداز تحریر کے شکوہ۔ افراد قصہ کی سیرت
کے مکمل بیان اور صحیح تاریخی واقعات اور اثر و تاثیر کے لحاظ سے
ادب اُردو میں حیرت انگیز اضافہ ہے۔ قیمت عہ ۲ر

عذرا

امین کے باپ نے حنیف کو ایک صندوقچی دی۔ اور وصیت
کی کہ میرا خورد سال بچہ جب بالغ ہو جائے۔ تو یہ صندوقچی کھولی
جائے۔ اس صندوقچی میں سے ایک تحریر نکلی۔ جس کے بموجب حنیف و
امین افریقہ کے لق و دق جنگلوں میں ایک ایسی عورت کے ملک میں
پہنچے۔ جو ہزار سال سے زندہ چلی آتی تھی۔ اور آگ کے شعلوں میں
نہایا کرتی تھی۔ اس کے حالات ایسے عجیب ہیں۔ کہ نہ آنکھوں نے
دیکھے اور نہ کانوں نے سنے۔ قیمت عہ ار

شیخ حسن

روحانیات کے متعلق ایک نہایت دلچسپ کتاب مع چشم دید

واقعات پر مبنی ہے۔ دُنیا میں جنّوں کا وجود ہے یا نہیں ؟ روحیں دُنیا میں بلوائی جا سکتی ہیں یا نہیں ؟ ان روحوں کو عامل کس طرح بلاتے ہیں ؟ روحوں کے اقتدار میں کیا کچھ ہے ؟ ان سب باتوں کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ شیخ حسن کی دردناک داستان اور رشیدہ کا الم ناک انجام۔ آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے۔ عالم ارواح کا بیان بدن کے رونگٹے کھڑے کرتا ہے۔ اور مصطفےٰ اور علی دونوں بھائیوں کے کیرکٹر اس قدر عمیق مکمل اور دلچسپ ہیں۔ کہ بہت کم اُردو ناولوں میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ قیمت ۱۲ /

ماہِ عجم

از مصورِ غم مولوی راشد الخیری دہلوی۔ فاروق اعظم کے عہد مُبارک میں سلطنت ایران بر قابو پانے کے لئے مسلمانوں کے بے نظیر جنگی کارنامے۔ فرزندان توحید کا سرفروشانہ مذہبی جوش۔ ایرانیوں کا پروانہ وار شمع وطن پر قربان ہونا۔ حسن و عشق کے جذبات لطیفہ کی حقیقت طرازیاں دیکھنی ہوں تو ماہ عجم پڑھئے۔ قیمت عہ /

شاہین و دراج

مصورِ غم مولوی راشد الخیری کا ایک دلفریب تاریخی افسانہ جس میں آپ کے سحر نگار قلم نے محبت کے جذبات لطیفہ کو نہایت لطافت رنگینی سے بیان کیا ہے۔ قیمت ۸ /

ملنے کا پتہ :۔ دار الاشاعت پنجاب لاہور